اولی الامر

کون؟

مجموعہ تقاریر

علامہ سید نسیم عباس رضوی

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں۔

منجانب۔



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

DvD Version

یا عباسؑ

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس

رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

اولی الامر کون؟

تقاریر

علامہ سید نسیم عباس رضوی مدظلہ العالی

ترتیب

مولانا مشتاق حسین جعفری سلطان الافاضل (ایم-اے)

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ ملتان روڈ لاہور- فون: 5425372

نام کتاب : اولی الامر کون؟

تقاریر : علامہ سید نسیم عباس رضوی

ترتیب : مولانا مشتاق حسین جعفری

پروف ریڈنگ : شیخ خادم حسین، مولوی غلام حبیب

کمپوزنگ : ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

تیسرا ایڈیشن : فروری 2006ء

تعداد : 1000

صفحات : 288

ہدیہ : 135 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین، الحمد مارکیٹ، فرسٹ فلور، دکان نمبر 20

غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون 7225252

عرضِ ناشر

دانشوروں کا کہنا ہے کہ مستقل مزاجی کا صلہ تکمیل مقصد پر منتج ہوتا ہے۔ ہمارا مقصد بادِ نسیم سے استفادۂ عام اور حصولِ خیر دوام تھا۔ باد نسیم کو صحن چمن سے نکلنے کی فرصت ہی نہ تھی اور ہم دشت وصحرا کو بھی اسی کے نرم رو اور خوش خو جھونکوں سے لالہ زار اور گل بہار بنانا چاہتے تھے۔ جویندہ یابندہ کے مصداق ہماری امید بر آئی اور بادِ نسیم لطف عمیم فرمانے پر مجبور ہوگئی۔ اس تمہید سے میری مراد علامہ نسیم عباس رضوی کی مجالس کی نشر واشاعت ہے۔

بحمدللہ پروفیسر مظہر عباس صاحب کے تعاون سے نسیم المجالس کی دو جلدیں پایہ تکمیل کو پہنچنے کے بعد مولانا مشتاق حسین جعفری صاحب کی ترتیب و تدوین سے جلد سوم حاضر خدمت ہے۔ برادرم مشتاق حسین جعفری امن کانفرنسوں کے مہتمم اور ہیرو تو ہیں ہی لیکن خدمت علم وادب میں بھی کسی طرح پیچھے نہیں رہے۔

جہاں تک سرکار علامہ نسیم عباس رضوی کے منفرد فن خطابت کا معاملہ ہے تو جعفری صاحب بھی دیگر مومنین کی طرح ان کے گرویدہ ہیں۔ انہوں نے سرکار علامہ کی چیدہ چیدہ تقاریر کو یکجا کر کے یقیناً بہت اہم کام سرانجام دیا ہے۔ ہم ان کے ممنون ہیں اور اس میدانِ عمل میں انہیں مزید فعال ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔

علامہ نسیم عباس رضوی وطن عزیز کے بے مثل و بے نظیر خطیب منبر مودت ہیں جنہوں نے علامہ اظہر حسن زیدی کے اسلوبِ بیان کو اپنی تحقیق اور نئی روشنی کی تنویر سے اور بھی چمکا اور اجلا دیا ہے... مولانا کوثر نیازی مرحوم نے جن شیعہ علماء کے بارے میں کہا تھا کہ انہوں نے فن خطابت کو عروج تک پہنچایا ہے علامہ موصوف کا ذکر بھی یقیناً انہی علماء میں آتا ہے۔ خصوصاً دورِ حاضر میں تو وہ سرخیل کارواں ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ علامہ موصوف نے اپنی تقاریر کی اشاعت کا شرف ہمیں عطا فرمایا۔ اب ہماری بھی ذمہ داری تھی کہ بغیر کسی غرض و لالچ کے قومی خدمت سرانجام دیتے۔ سو ہم ادائیگی فرض میں مستعد اور ثابت قدم رہے اور علامہ موصوف کی مجالس کی تین جلدیں زر کثیر سے شائع کیں۔ اب یہ قوم پر منحصر ہے کہ وہ اس سے استفادہ کرے اور اس درسِ مودت کو پھیلانے میں معاون ثابت ہو۔

الداعی الی الخیر

ریاض حسین جعفری

سربراہ

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

مجلس اول

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن اللعین الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد فقد قال اللہ تبارک و تعالٰی فی کلامہ المبین

وھو اصدق الصادقین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یآیھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی

الامر منکم (صلواۃ)

حضرات محترم!

ہم سب مل کر اس وقت دنیا کی عظیم ترین عبادت میں مصروف ہیں۔ خداوند عالم یہ غم ہر حساس آدمی کو نصیب فرمائے۔ خداوند عالم آپ حضرات کی اس عبادت کو قبول فرمائے اور آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے۔

دوستان محترم!

دنیا میں اس وقت کوئی ایسا کونہ نہیں ہے، کوئی ایسا مقام نہیں، جہاں پر اس

شہنشاہؑ کا تذکرہ نہ ہو رہا ہو اور ہر مذہب وملت کا فرد اس مولاؑ کو خراج عقیدت نہ پیش کر رہا ہو۔ امریکہ سے لے کر دنیا کے آخری کونے تک اور بحر منجمد شمالی سے لے کر جنوبی تک کوئی وہ مقام نہیں ہے جہاں اس شہنشاہؑ کے نام پر لاکھوں افراد نہ جمع ہو رہے ہوں۔

میرے دوستو!

ابھی یہ اس کربلا والے کا اپنا بخت اقبال ہے۔ دنیا میں آپ نے نہیں سنا ہوگا کہ کہیں مجلس ہوئی ہو یا اجتماع ہوا ہو برائے ذکر جناب آدمؑ' برائے تذکرۂ جناب نوحؑ' جناب ابراہیمؑ کے سلسلے میں' جناب موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے سلسلے میں میں نے آج تک ایسا کوئی اجتماع نہیں سنا کہ جہاں ان انبیاءؑ کے خصوصی تذکرے کے لئے لوگ جمع ہوئے ہوں۔ یہ اسی کربلا والے کا بخت اقبال ہے کہ اس کے نام پر دنیا جمع ہوتی ہے اور جب اس کا تذکرہ چھڑتا ہے تو اس میں آدمؑ کا ذکر بھی آ جاتا ہے' اس میں نوحؑ کا تذکرہ بھی آتا ہے' اس میں جناب ابراہیمؑ کا ذکر بھی آتا ہے' اس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کا تذکرہ آتا ہے' اولیاء کا ذکر ہوتا ہے' صحابہ کرامؓ کا تذکرہ ہوتا ہے اور جب پڑھنے والا پہلے خطبہ پڑھتا ہے' تو پہلے اللہ کی حمد کرتا ہے' اس کے بعد سرکار دو عالمؐ پر درود و سلام پڑھتا ہے اور پھر شہنشاہ کربلاؑ کا تذکرہ چھڑتا ہے۔ گویا ذکر انبیاءؑ' ذکر خدا' ذکر رسول خداؐ یہ ذکر حسینؑ کی تمہید بن کے آتے ہیں۔ (ایک صلواۃ پڑھ دیں باآواز بلند محمدؐ وآلِ محمدؐ پر)

اس لئے جیسا کہ مجھ سے پہلے ایک ذمہ دار شخصیت نے تمام کو دعوت فکر دیتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ہر مکتبہ فکر کا انسان تشریف لائے۔ ان مجالس میں آئے' بیٹھے' شرکت کرے۔ انشاء اللہ کوئی ایسی چبھتی ہوئی باتیں یا چبھتی ہوئی چیز نہیں ہوگی کہ جس سے کسی کی دل شکنی ہو' کسی کی دل آزاری ہو اور پھر یہ ہمارا طریقہ کار بھی نہیں ہے'

اس لئے کہ جو بھی، کسی بھی مکتبہ فکر کا انسان ہو، میں تو سنی شیعہ کی بحث ہی میں نہیں پڑتا ہوں، یہ بحثیں ہی فضول ہیں۔ یہ سنی ہے، یہ شیعہ ہے اور یہ دیوبندی ہے اور یہ بریلوی ہے اور یہ چکڑالوی ہے۔ نہیں! ہندو آئے، سکھ آئے، عیسائی آئے، یہودی آئے، نصرانی آئے، دہریہ آئے جو بھی مجلس عزا میں آئے گا وہ ہمارا مہمان نہیں ہوتا وہ حسینؑ ابن علیؑ کا مہمان ہوتا ہے اور کسی مہمان کی دل شکنی یا دل آزاری یہ شیوۂ آلِ محمدؐ نہیں ہے۔ (توجہ فرما رہے ہیں آپ حضرات!)

اور دوستو!

خاص طور پر مومن کسی کا دل دکھانا جانتا ہی نہیں، اس لئے کہ مومن کا لفظ بنتا ہے ایمان سے، ایمان کا لفظ بنتا ہے امن سے۔ مومن اور امن یہ تو لازم وملزوم ہیں۔ جہاں مومن ہوتا ہے وہیں امن ہوتا ہے اور جہاں امن ہوتا ہے وہیں مومن ہوتا ہے، بدامنی کا ایمان سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اسی لئے ہم کہتے ہیں مومن اور امن لازم و ملزوم ہیں۔

اور میرے محترم سامعین!

ایک جملہ چلتے چلتے اور میں عرض کرتا چلوں یہاں، مومن اور امن تو اتنے لازم وملزوم ہیں کہ جہاں مومن ہے وہیں امن ہے، جہاں امن ہے وہیں مومن ہوتا ہے۔ اگر حق بنتا ہے کسی کا، طاقت بھی ہے اس کے پاس! حق کے ہوتے ہوئے، طاقت کے ہوتے ہوئے، صرف اس لئے کہ امن برباد نہ ہو، صرف اس لئے کہ امن تہہ وبالا نہ ہو، حق اور طاقت کے ہوتے ہوئے جو چپ کر کے گھر بیٹھ جائے، جو اتنا بڑا مومن ہو، وہ کل ایمان کہلاتا ہے۔ اسی لئے میری گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو جہاں ہے وہ محبِّ حسینؑ ہے، وہ محبِّ اہل بیتؑ ہے۔ کسی بھی مکتبہ فکر سے تعلق رکھے، وہ بسم اللہ

تشریف لائے' ہمارے ان اجتماعات میں شرکت کرے۔ یہ فاطمہؑ کے لالؑ کا تذکرہ ہے' یہ انسانیت کا تذکرہ ہے' یہ اطاعت الٰہی اور اطاعت رسولؐ کا تذکرہ ہے۔

اسی لئے میں نے ایک ایسی آیت کو عنوان بیان قرار دیا ہے۔ جس پر انشاء اللہ دس دن گفتگو کروں گا۔ ارشاد ہو رہا ہے:

اطیعوا اللہ

''اللہ کی اطاعت کرو۔''

واطیعوا الرسول

''رسولؐ کی اطاعت کرو۔''

و اولی الامر منکم

''اور ان صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم میں قرار دیئے۔''

پہلا حکم کیا ہے:

اطیعوا اللہ

''اللہ کی اطاعت کرو۔''

اللہ کی اطاعت کرو' کا کیا مطلب ہے؟ اطاعت کسے کہتے ہیں؟ اطاعت کا مفہوم کیا ہے؟ اطاعت کے معنی کیا ہیں؟

میرے دوستو!

اکثر و بیشتر یہی بیان کیا جاتا ہے اور یہی سمجھا جاتا ہے کہ نماز پڑھنا ہی اطاعت الٰہی ہے' روزہ رکھنا' یہی اطاعت الٰہی ہے۔

نہیں دوستو!

اطاعت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ یہ کہنا کہ نماز ہی اطاعت ہے' اس کا پھر یہ

مطلب بن جائے گا کہ اس کے علاوہ اور کوئی عمل اطاعت نہیں ہے۔ صرف ہی اور بھی کا فرق ہے۔ نماز ہی اطاعت نہیں، نماز بھی اطاعت ہے، حج کرنا بھی اطاعت ہے اور اطاعت کہتے کسے ہیں؟ اطاعت کا کیا مفہوم ہے؟ عبادت کے معنی کیا ہیں؟ یہ میں اپنی زبان سے نہیں عرض کروں گا، یہ میں اللہ کی زبان سے عرض کئے دیتا ہوں اور اللہ نے بڑے ہنگامی حالات میں مفہوم اطاعت و عبادت کو واضح کیا۔ ہنگامی حالت اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آدمؑ کا پتلا بن چکا تھا اور فرشتوں کو یہ حکم مل چکا تھا کہ

فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین (سورۂ حجر، آیت ۲۹)

''جب میں اس کا تسویہ کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔ تم سب کے سب سجدے میں جھک جانا۔''

فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون (سورۂ حجر، آیت ۳۰)

سب فرشتوں نے سجدہ کیا الا ابلیس سوائے ایک ابلیس کے اور جب خداوند عالم نے پوچھا اس سے کہ

''کیوں نہیں سجدہ کرتا اسے؟

لما خلقت بیدی (سورۂ ص، آیت ۷۵)

جسے خلق کیا میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے۔''

تو جواب میں کہتا ہے:

''میری اطاعت میں فرق آتا ہے، میری عبادت میں فرق آتا ہے۔ جو پیشانی تیرے سامنے جھکی ہو وہ تیرے غیر کے سامنے کیسے جھکے؟''

وہاں اللہ پورے جلال میں آکر مفہوم اطاعت و عبادت کو واضح فرما رہا ہے

اور اس کا جلال ایک لفظ سے ظاہر ہے۔ یہ نہیں کہتا جواب میں کہ

''وہ معلم الملکوت وہ عزازیل۔''

نہ... بلکہ کہتا کیا ہے:

''کیا کہا تو نے! تیری اطاعت میں فرق آتا ہے؟ تیری عبادت میں فرق آتا ہے۔ سن یا لعین، او ملعون!!''

یہ یا لعین کا لفظ اس کے جلال کو ظاہر کر رہا ہے۔ پورے جلال میں آ کے کہتا ہے:

''تیری اطاعت اور عبادت میں فرق آتا ہے۔ سن یا لعین! اور ملعون!

طاعتی ما ارید لا ما ترید

میری اطاعت وہ نہیں جسے تو چاہے میری اطاعت وہ ہے جسے میں چاہوں۔''

ہر وہ عمل جسے خدا چاہے وہ اس کی اطاعت اور عبادت ہے اور جسے خدا نہ چاہے وہ اس کی اطاعت اور عبادت نہیں ہے۔ اب اگر خدا چاہے کہ بال بچوں کے لئے روزی کماؤ، تو روزی کمانا اطاعت اور عبادت ہے۔ اگر وہ چاہے کہ رات کو آرام کی نیند سو جاؤ، تو آرام سے سونا اطاعت اور عبادت ہے۔ اگر وہ چاہے کہ قبلہ کی طرف رخ کر کے پانچ وقت نماز پڑھو، تو نماز پڑھنا اطاعت اور عبادت ہے اور اگر کہیں وہ یہ چاہے کہ دیکھو یہ صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں، ان کے درمیان دوڑو۔ اب اگر وہاں کوئی نماز شروع کر دے پھر بھی عبادت ہے۔ بولو! پھر بھی اطاعت ہے، نہیں وہاں دوڑنا اطاعت ہے۔ دو پہاڑیاں ہیں نا! سارے سنی شیعہ مل کے ان پہاڑیوں کے درمیان دوڑتے ہیں یا نہیں، دوڑتے ہیں حج کے موقعے پر!

تو اللہ کہتا ہے یہ دو پہاڑیاں ہیں' ان کے درمیان دوڑو۔ پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا عبادت ہے' پہاڑوں پر نہیں۔ اب اگر وہاں کوئی اکڑ جائے کہ جناب ہم تو بڑے نازک مزاج ہیں' ہم تو اپنے گھر میں بھی آہستہ آہستہ چلتے تھے' یہاں کیسے دوڑیں؟ اللہ نے کہا:

''وہ تمہارا گھر تھا یہ میرا گھر ہے۔ فقیر ہوتو دوڑو' امیر ہوتو دوڑو' بادشاہ ہوتو دوڑو' وزیر ہوتو دوڑو' شہنشاہ ہوتو دوڑو یا یہاں پہ دوڑو یا یہاں سے دوڑو۔''

تو ہر وہ عمل جسے خدا چاہے عبادت ہے اور جسے خدا نہ چاہے وہ عبادت نہیں ہے' وہ اطاعت نہیں ہے۔ ہم نے کہا:

''یا اللہ! ہم جو تیری عبادت کریں' تیری اطاعت کریں' کریں تو کیسے کریں؟ پہلے تو ہم تجھ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں' ہم تجھے کہاں تلاش کریں؟ کہاں آ کر تجھ سے پوچھیں کہ تیری اطاعت کا طریقہ کیا ہے؟''

اللہ نے کہا:

''اگر مجھ سے ملنا چاہتے ہوتو ویسے تو میں ہر جگہ ہوں

فاینما تولوا فثم وجه الله

''جدھر نظر دوڑاؤ میں اللہ ہی اللہ ہوں۔'' میں مشرق میں بھی ہوں' مغرب میں بھی ہوں' شمال میں بھی ہوں' جنوب میں بھی ہوں' میں چاروں طرف ہوں۔''

توجہ ہے صاحبان یا نہیں!

کیوں بھائی اللہ چاروں طرف ہے یا نہیں؟ مشرق' مغرب' شمال' جنوب

ہے نا چاروں طرف! بولو ہے نا! تو اب تو مان جاؤ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں۔ بھائی چاروں میں اللہ ہے' مشرق میں' مغرب میں' شمال میں' جنوب میں۔ اب ہم نے کیا کیا ایک دن' بجائے ادھر منہ کرنے کے ادھر منہ کر کے ہم نے نماز شروع کر دی۔ اللہ اکبر! اللہ نے تو وہ نماز میرے منہ پہ دے ماری۔

میں نے کہا:

''یا اللہ! یہ کیا ہوا؟''

''بندے دا پتر بن کے بات کریئے۔ کدھر منہ کر لیا تو نے؟''

میں نے کہا:

''یا اللہ! تو نے خود ہی تو کہا تھا جدھر منہ کرو میں اللہ ہی اللہ ہوں۔''

میں نے کہا:

''جب مشرق' مغرب' شمال' جنوب تو چاروں میں ہے۔ جدھر میں نے جی چاہا منہ کر لیا۔''

اللہ نے کہا:

''بات سن! دیکھنے میں چاروں ایک جیسے ہیں مگر جب تک چاروں میں سے ایک کو قبلہ نہیں بنائے گا میں بات نہیں سنوں گا۔ ایک کو قبلہ بنا۔''

اب ایک کو قبلہ بنا لیا ہم نے' ہم نے کہا:

''یا اللہ! اب ہم سے باتیں کریئے۔''

اللہ نے کہا:

''میری بات سن! بڑے سے باتیں کرنے کا ایک طریقہ ہے' ایک

اسلوب ہے۔ یہ نہیں ہے کہ آنکھ ملتے ہوئے اٹھے اور بڑے کے سامنے آ کے کھڑے ہو گئے۔ اس طرح تو دنیا کا کوئی معمولی بڑا بھی تم سے بات نہیں کرے گا اور جو میں سب سے بڑا ہوں۔ دیکھو بڑے کے سامنے آؤ نا! تو ہاتھ منہ دھو کے آؤ' چہرہ دھو کے آؤ:

فاغسلوا وجوھکم

چہرہ دھوؤ

وایدیکم الی المرافق

ہاتھوں کو دھوؤ کہنیوں تک

وامسحوا برؤ وسکم وارجلکم الی الکعبین

پھر مسح کرو اپنے سر کا' مسح کرو اپنے پاؤں کا۔"

یہ کس نے حکم دیا؟ رب العالمین نے! بھائی میری بات صاف سمجھ میں آ رہی ہے یا نہیں؟ یہ سب کے لئے میں بیان کر رہا ہوں جو بھی اللہ کا قائل ہے وہ سن لے۔ ابھی اللہ نے کہا' مجھ سے بات کرنے سے پہلے اپنا چہرہ دھو لو' ہاتھ کہنیوں تک دھوؤ' پاؤں اور سر کا مسح کر کے آؤ۔ یہ رب العالمین نے فرمایا ہے' درمیان میں وسیلہ بن کے آ گیا رحمت للعالمینؐ۔ رحمتؐ نے کہا:

"میری بات سنو! بے شک چہرہ دھوؤ' دھوؤ کہنیوں تک لیکن میری بھی بات سن لو! میں رحمت مجسم بن کے آیا ہوں۔ میں حکمت ساتھ لایا ہوں' حکمت کے کچھ اصول بھی ہیں۔ وہ اصول بھی سن لو! بے شک چہرہ دھوؤ' لیکن دھونے سے پہلے اچھی طرح پانی غور سے دیکھ لو کہ اس میں کوئی خرابی تو نہیں آئی' کوئی جراثیم تو پیدا

نہیں ہو گئے۔ پانی میں تین ہی خرابیاں ہوتی ہیں یا اس میں بدبو پیدا ہو جائے یا رنگ بگڑ جائے اس کا' یا ذائقہ تبدیل ہو جائے۔''

تو اس رحمتؐ نے کہا:

''دیکھو ایسا نہ ہو جراثیم آلود پانی تمہارے چہرے کو بھی خراب کر دے۔ چہرے پر ڈالنے سے پہلے ہاتھ میں اٹھا کے غور سے دیکھو' اس کا رنگ تو خراب نہیں ہوا۔ جب آنکھ پاس کر دے کہ رنگ ٹھیک ہے' کلی کر کے چکھو' اس کا ذائقہ تو نہیں بدل گیا۔ جب زبان پاس کر دے کہ ذائقہ ٹھیک ہے' اب ناک میں ڈال کے سونگھو کہ اس کے اندر بدبو تو نہیں پیدا ہو گئی۔ جب رنگ' ذائقہ' بدبو ان تین عیبوں سے پاک ہو' چوتھی دفعہ چہرے پہ ڈالو۔ بسم اللہ آؤ' آؤ میری بارگاہ میں! اب مسح کرو اپنے سر کا' مسح کرو پاؤں کا' ہاتھوں کو دھوؤ کہنیوں تک۔''

تو ہم نے کہا:

''ہاتھوں کو دھو لیں گے' کہنیوں تک دھونا ہے نا!''

اب ہم نے کہا:

''یا اللہ! یہ کہنیوں تک کیسے دھوئیں؟''

تو اسلام نے ہمیں سمجھایا کہ

''ہر تک الگ ہوتی ہے' عقل سے دھونا' فکر سے دھونا ایسے دھونا کہ خرابی نکل جائے تو جہاں تک دھونا ہے شروع بھی وہی سے کرنا ہے تا کہ اس حصے میں جو خرابی ہے وہ پانی سے نکل جائے۔''

کیوں میرے محترم سامعین!

اب میں آپ سے کہوں کہ بھائی اس رومال کو دھو لاؤ یہاں تک۔ تو اگر

صاحب عقل ہیں تو آپ اس طرح دھوئیں گے یہاں تک! (رومال کے نصف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تاکہ اس میں جو خرابی ہے وہ نکل جائے تو شروع بھی یہی سے کریں گے نا! اور اگر کہیں آپ نے یوں شروع کر دیا دھونا' تو جو اتنے حصے میں ہے وہ سارے رومال میں نہیں پھیل جائے گا۔ بھائی یہی اللہ نے بھی کہا ہے:

"دھوؤ کہنیوں تک! تو جہاں تک دھونا ہے وہیں سے شروع کرنا ہے اور اگر کہیں الٹا شروع کر دیا تم نے' تو وہاں سے پوری پھیل کے بغل میں آئے گی' بغل سے دل میں چلی جائے گی۔ مجھ سے بات کرنے کے قابل نہیں رہو گے تم!"

اب ہم نے دھو دھا کے اطمینان سے اپنے آپ کو فٹ کر دیا۔ اللہ سے کہا:

"یا اللہ! اب ہم سے بات کر لے۔"

اللہ نے کہا:

"دیکھو! بڑے کے سامنے کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھنا بہت بڑی گستاخی ہے۔ اٹینشن (Attention) ہو کے کھڑے ہو جاؤ۔"

ہم اٹینشن (Attention) ہو کے کھڑے ہو گئے۔ ہم نے کہا:

"یا اللہ! اب بات کر لے۔"

توجہ ہے حضور!

اب ہم نے پوچھا:

"یا اللہ! کیسے بات کریں۔"

اللہ نے کہا:

"بات سن! میری معرفت رکھتا ہے؟"

میں نے کہا:

''بالکل۔''

''کس کے سامنے کھڑا ہے؟''

''یااللہ! تیرے سامنے کھڑا ہوں۔''

''کیا ثبوت ہے؟''

میں نے دونوں ہاتھ یہاں تک اٹھا لئے۔ (کانوں کے برابر اشارہ کرتے ہوئے) میں نے کہا:

''اللہ اکبر!''

''یہ دونوں ہاتھ میں نے کیوں اٹھا لئے یہاں تک۔ یااللہ! میں تیرے سامنے کھڑا ہوں۔ میں نے دنیا کی ہر شے سے ہاتھ اٹھا لیا' ہر شے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ نہ مجھے دکان یاد ہے' نہ کاروبار یاد ہے' نہ بال بچے یاد ہیں' نہ مجھے کھانا پینا یاد ہے' ہر شے سے ہاتھ اٹھا لیا۔''

اللہ نے کہا:

''بالکل ٹھیک۔''

اس سے آگے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

''یااللہ! میں اس اللہ کی حمد کرنے آیا ہوں کہ جو صرف میرا نہیں عالمین کا پالنے والا ہے۔''

اللہ نے کہا:

''بالکل ٹھیک۔''

اس سے آگے کہ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''یااللہ یہ تو تیرے گھر میں آ کے پتہ چلا کہ تو تو بڑا مہربان ہے تو تو بڑا رحیم ہے۔ ڈرا' ڈرا کے مولویوں نے مار دیا تھا' قدم قدم پہ کہا تھا اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو' وہاں نہ جاؤ' اللہ سے ڈرو۔ اس رنگ کے کپڑے نہ پہنو' اللہ سے ڈرو' نعرے نہ لگاؤ' اللہ سے ڈرو۔ اتنا ڈرا دیا تھا ہمیں کہ ہم تو ڈر کے مارے تیرے گھر میں بھی نہیں جاتے تھے۔ یہ تو تیرے گھر میں آ کر ہمیں پتہ چلا کہ تو بڑا رحمان ہے' تو بڑا رحیم ہے' تو بڑا کریم ہے۔''

اللہ نے کہا:

''بالکل ٹھیک ہے۔''

اس سے آگے کہ

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

''یااللہ! میں اقرار کر رہا ہوں کہ تو مالک ہے۔''

کس دن کا؟ بولو! قیامت کے دن کا! یہی ترجمہ ہوتا ہے قیامت کے دن کا!

میرے محترم سامعین!

اللہ ہے' قیامت کے دن کا مالک ہے اور لفظ کیا استعمال کیا اس نے:

مالک یوم الدین

''میں دین کے دن کا مالک ہوں۔''

میں نے ہر مکتبہ فکر کے عالم سے پوچھا' کیا دین کے معنی قیامت ہوتے ہیں؟ بھائی ایک ہندو آپ کا دین لے آیا۔ کیا مطلب قیامت لے آیا؟ ایک نصرانی مسلمان ہو کر آپ کے دین پر چلنا شروع کر دے' کیا قیامت پہ چلنا شروع کر دیا اس

نے؟ دین کے معنی کیا ہیں؟ دین کہتے کسے ہیں؟ کسی نے کہا دین کے معنی ہیں جزا' کسی نے کہا بدلہ' کسی نے کوئی معنی' کسی نے کوئی معنی کیے۔ جب میں ان تمام معنوں سے پریشان ہوا تو میں درویشوں کی بارگاہ میں پہنچا۔ میں نے ولیوں سے پوچھنا شروع کیا کہ آپ بتا دیں کہ دین کسے کہتے ہیں' تو اجمیر والے نے آواز دے کر کہا' میں بتاؤں:

"دین است حسینؑ" حسینؑ دین ہے..... دین است حسینؑ"
حسینؑ دین ہے اور اللہ مَالِکِ یَومِ الدِّین۔"

توجہ ہے دوستو!

اب سنی شیعہ سب مل کر ترجمہ کریں:
مَالِکِ یَومِ الدِّین
"یعنی مالک یَوم الحسینؑ"

سیدھا سادہ سا ترجمہ ہے جس دن ساری دنیا اللہ کی نگرانی میں "حسینؑ ڈے" (Hussain Day) منائے گی اسی کا نام قیامت ہے۔ (بھائی مل کے صلواۃ پڑھ لیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

"یا اللہ! میں تیرے سامنے کھڑا ہوں' میں اقرار کر رہا ہوں تو مَالِکِ یَومِ الدِّین ہے۔"

اللہ نے کہا:

"بالکل ٹھیک! میں مالک یوم الدین ہوں۔ اس سے آگے!"
"یا اللہ! میں تیری عبادت کرتا ہوں تجھی سے مدد چاہتا ہوں۔"

اللہ نے کہا:

"بسم اللہ اس سے آگے' کچھ چاہتا ہے تو مانگتا ہے مانگ لے۔"

اب میں نے اللہ کے سامنے کھڑے ہو کے بڑے عجز و انکساری سے سر جھکا

کر کہا:

''یااللہ! اگر اپنے سامنے کھڑا ہی کر لیا ہے تو

اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیم

یااللہ مجھے صراط مستقیم پر قائم رکھ۔''

اب اس کے دو ترجمے ہو جاتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ہمیں سیدھا رستہ دکھا' ایک یہ ہے کہ سیدھا رستہ دیکھا ہوا ہے اس پر قائم رکھ۔ اس لئے اگر سیدھا رستہ دیکھا ہوا نہیں ہے تو مسجد تک کیسے آ گیا؟ کہ اگر سیدھا رستہ نہیں دیکھا ہوا تو مصلے پہ کیسے کھڑا ہو گیا؟ قبلہ کی طرف رخ کیسے کر لیا؟ رستہ دیکھا ہوا ہے سیدھا۔ اب دعا یہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس رستہ پہ قائم رکھ! ہم صراط مستقیم سے ادھر ادھر نہ ہلیں۔

اللہ نے کہا:

''اچھا جلدی سے بتا صراط مستقیم کیا ہے؟ جانتا ہے؟''

میں نے کہا:

''یااللہ! اب جو میں نے حدیثیں اور قرآن کی آیتیں سنانی شروع کیں۔''

اللہ نے کہا:

''جلدی جلدی سنا وقت ختم ہو رہا ہے۔''

تو الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ نے کہا:

''اس جلدی میں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے' میں تجھے بتاتا ہوں۔ میرے حرف گن کے بتا دے۔''

اب جو میں نے حرف گنے تو دو لفظ تھے الصراط' المستقیم۔ الصراط میں کتنے حرف ہیں الف' لام' صاد' رے' الف' طوئے' چھ۔ المُستَقِیم الف' لام' میم'

سین' تے' قاف' یے' میم' آٹھ...... آٹھ اور چھ یااللہ یہ چودہ کا رستہ صراط مستقیم ہے' ہمیں ان پہ قائم رکھ۔ یااللہ! ہم اس چودہ کے رستے سے نہ ادھر جائیں نہ ادھر جائیں۔ اس لئے کہ اگر ہم ادھر ادھر ہو گئے تو یہ ضالین میں چلے جائیں گے یا مغضوبین میں چلے جائیں گے۔ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ ان سے بچا جن پر تیرا غضب نازل ہو گیا۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

یہ کیا چیز ہے؟ یہ اطاعت الٰہی بھی ہے اور اطاعت الٰہی کے ساتھ اللہ سے باتیں بھی ہیں۔

توجہ ہے دوستو!

ہو سکتا ہے ہمارے نوجوان کہیں نماز' نماز۔ جو مولوی آتا ہے نماز نماز کرتا ہے۔ میں نماز نہیں پڑھاؤں گا آپ کو' میری توبہ ہے۔ میں نے مجمع بھگانا ہے۔ اللہ سے باتیں ہیں۔ اگر آپ اللہ سے باتیں کرنا سیکھ جائیں' خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں' لاکھوں فلموں میں آپ کو وہ مزہ نہیں آئے گا' جو اللہ سے باتیں کرنے میں آتا ہے۔ لاکھوں ڈراموں میں وہ لطف نہیں آئے گا جو اللہ سے باتیں کرنے والوں کو اللہ سے باتیں کرنے میں ملتا ہے۔ اب یہ باتیں میں کر رہا تھا' اللہ نے میری روح سے کہا:

"میرے بندے! پیارے بندے! بڑی خوبصورت باتیں کرتا ہے تو اے سہنیاں سہنیاں گلاں تو کتھوں سکھنا ایں۔"

میں نے کہا:

"یااللہ! یہ کتاب میں نے پڑھی تھی۔"

"کیا نام ہے کتاب کا؟"

میں نے کہا:

''اسے قرآن مجید کہتے ہیں۔''

اللہ نے کہا:

''اچھا یہ بات ہے' اس کی کوئی اور بات بھی یاد ہے۔''

میں نے کہا:

''یاد ہے۔''

''سنا؟''

میں نے چپ کر کے ایک سورۃ اور سنا دی۔

توجہ ہے دوستو!

اب جو اللہ کا پیار اور آگے بڑھا تو ہمیں تو دنیا کا یہ تجربہ تھا کہ جس بڑے سے بات کرنا چاہی' اس کے پاس ٹائم ہی نہیں نکلا۔ ڈی سی سے ملنا چاہا ٹائم نہیں تھا' کمشنر سے ملنا چاہا ٹائم نہیں تھا' ڈی آئی جی سے' آئی جی صاحب سے ملنا چاہا' ٹائم نہیں تھا' گورنر سے ملنا چاہا' وہ اللہ کو پیارے ہو گئے' وزیر اعلیٰ سے ملنا چاہا' سیکرٹری صاحب نے کہا ٹائم ہی نہیں ہے۔ صدر صاحب کی تو بات ہی چھوڑیں آپ' وزیر اعظم صاحب کے پاس تو بالکل ہی نہیں ہے۔ اب ہم نے کہا' جو سب سے بڑا ہے' اس سے بات کر کے دیکھیں۔ تو جو سب سے بڑا تھا جب اس نے بڑے پیار سے کہا کہ آ مجھ سے بات کر اور میں نے اس سے باتیں کرنا شروع کیں اور اس نے مجھ سے کہا:

''مانگ کیا مانگتا ہے؟''

تو میں نے مانگنے سے پہلے شکریے کے طور پر اس کے سامنے سر جھکایا اور سر جھکا کر کہا:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَ بِحَمْدِہٖ

''یا اللہ! تو کتنا عظیم ہے کہ جس نے مجھ جیسے حقیر کی بات کو سن لیا۔''

یہاں "Applications" کے جواب ہمیں سالہا سال نہ ملے مگر وہاں سے فوراً جواب ملا:

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ

''میرے بندے جو کچھ تو نے کہا سب میں نے سن لیا۔''

جیسے ہی جواب ملا' میں نے شکریے کے طور پر سجدہ میں سر رکھ کر کہا:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَ بِحَمْدِہٖ

''تو کتنا اعلیٰ ہے کہ جس نے مجھ جیسے ادنیٰ کی بات کا جواب بھی دے دیا۔''

اللہ نے کہا:

''تو کھڑا بھی رہا' جھکا بھی سہی' تھک گیا ہو گا بیٹھ جا۔''

اب جیسے ہی میں بیٹھا' اللہ نے کہا:

''اچھا بیٹھ کے بات کر۔''

میں نے کہا:

''یا اللہ! میں بندہ بڑا گنہگار ہوں۔ اب اگر تو نے اپنے سامنے بٹھا ہی لیا ہے تو میرے گناہوں کو بھی معاف کر دے۔''

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

اور جیسے ہی اس نے گناہ معاف کئے' میں نے شکریے کے طور پر پھر سجدہ میں سر رکھ کر کہا:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَ بِحَمْدِہٖ

''یا اللہ! تو کتنا اعلیٰ ہے کہ جس نے میرے گناہوں کو بھی معاف کر دیا۔''

بس دوستان محترم!

بندے کا پیار بڑھتا گیا' اللہ کا پیار بھی بڑھتا آیا۔ میں پھر کھڑا ہو گیا' پھر میں نے ویسے ہی باتیں کیں' پھر میں رکوع میں گیا' پھر سجدہ میں گیا۔ اللہ نے کہا:

''اچھا اب اطمینان سے میری بات سن! بیٹھ کر بات سن۔''

اب میں بیٹھ گیا۔

''یہ بتا میری اچھی طرح معرفت ہو گئی؟''

میں نے کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

''میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں۔''

اللہ نے کہا:

''اچھا ایک بات سن میرے بندے! تو نے مجھے دیکھا ہے؟''

میں نے کہا:

''نہیں۔''

''میری زیارت کی تو نے کبھی؟''

میں نے کہا:

''نہیں۔''

''مجھ سے ہاتھ ملایا؟''

میں نے کہا:

''نہیں۔''

''پھر تجھے کیسے پتہ چلا کہ میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہوں؟''

''یااللہ! تیرا تعارف ایک اور ہستی نے ہمیں کرایا تھا۔''

''کون ہے وہ؟''

''تیرا عبد بھی ہے وہ اور رسول بھی ہے۔''

اللہ نے کہا:

''فوراً نام لے اس کا۔''

میں نے کہا:

اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

''وہ تیرا عبد بھی ہے تیرا رسول بھی ہے' نام اس کا ہے محمدؐ۔''

بس لفظ محمدؐ زبان پہ آنا تھا کہ میرے لب نے لب کو چومنا شروع کر دیا۔

میرے دوستو!

محمدؐ میں میم ح میم دال ہے۔ دیکھنے میں چار لفظ ہیں لیکن اگر محمد چار کا مجموعہ ہوتا تو محمد ہوتا محمد نہ ہوتا' پھر ہوتا محمد۔ میم ح میم دال' مگر اسم گرامی ہے سرکار کا محمد۔ میم پہ ایک شد ہے۔ شد کے پردے میں ایک میم اور چھپا ہوا ہے۔ اللہ اس نام میں یہ راز رکھے ہوئے ہے کہ دیکھنے میں چار الفاظ نظر آتے ہیں۔ مگر محمد ایسے پانچ کا مجموعہ ہے کہ چار نظر آئیں پانچواں پردے میں غائب رہے۔ میں نے کہا:

اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

''یااللہ! وہ تیرا عبد بھی ہے اور تیرا رسولؐ بھی ہے۔ اس نے بتلایا تھا کہ تو لا الہ الا اللہ ہے۔''

اللہ نے کہا:

''بالکل ٹھیک! کیا تو میرے عبد اور رسولؐ سے ملا تھا؟''

میں نے کہا:

''نہیں۔''

''تو نے چہرہ دیکھا تھا اس کا؟''

میں نے کہا:

''نہیں۔''

''پھر تجھے کیسے پتہ چلا کہ میرا عبد بھی ہے اور رسولؐ بھی.....
یا اللہ اس کا تعارف کچھ اور ہستیوں نے کرایا؟''

اللہ نے کہا:

''پھر اس کا مطلب ہے تیرے اصلی محسن وہ ہستیاں ہیں، جنہوں نے تجھے میرے رسولؐ سے ملوایا، میرے حبیبؐ سے ملوایا، حبیبؐ نے مجھ سے ملوایا۔ جب تک ان کا ذکر میری باتوں میں نہیں کرے گا، میں ساری باتیں تیرے منہ پہ دے ماروں گا۔''

میں نے فوراً کہا:

اللھم صل علی محمد و آل محمد

(مل کے صلواۃ پڑھ دیں باآواز بلند محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

توجہ ہے صاحبان!

بھائی اسے اللہ سے باتیں سمجھ لیں، اسے اللہ کی اطاعت سمجھ لیں، اسی کا نام آپ نماز رکھ لیں، اسی کو آپ دعا کہہ لیں، جو بھی آپ نام رکھ لیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو انسان اللہ سے کرتا ہے، یہی اطاعت الٰہی شمار ہوتی ہے۔

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

بس آج میں زیادہ زحمت نہیں دیتا آپ کو، صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ تمام

مسلمان اسی چیز کو نماز کہتے ہیں' اور ہمیشہ یاد رکھیئے گا منطقی طور پر ہر شے کے چار وجود ہوتے ہیں۔ ایک کہلاتا ہے وجود مکتوبی' ایک وجود ملفوظی' ایک وجود ذہنی' چوتھا وجود حقیقی۔ ''وجود مکتوبی'' اسے کہتے ہیں جو لکھنے میں آئے مثلاً رومال' تو ایک اس کا وجود ہے جو میں لکھتا ہوں رے واؤ میم الف لام۔ رومال' یہ لکھا ہوا کہلاتا ہے ''وجود مکتوبی''! ایک ہے وجود ملفوظی' جو زبان سے لفظوں میں' میں ادا کر رہا ہوں۔ رومال' رومال...... ایک ہے وجود ذہنی' جو رومال کا میرے ذہن میں تصور ہے۔ چوتھا ہے وجود حقیقی جو میرے ہاتھ میں ہے یہ رومال۔ (توجہ ہے! بھائی گھبرا تو نہیں گئے آپ!)

میرے محترم سامعین!

اگر یہ چوتھا وجود حقیقی نہ ہو تو باقی تینوں وجود برباد ہو جاتے ہیں مثلاً مجھے پسینہ آیا۔ تو اب پسینے میں' میں چاہوں کہ پسینہ خشک ہو جائے تو کیا وجود مکتوبی کام کرے گا۔ میں لکھتا جاؤں رومال رومال رومال تو کیا پسینہ خشک ہو جائے گا۔ اچھا میں لفظوں سے ادا کروں وجود ملفوظی' رومال رومال رومال کرتا رہوں۔ پسینہ خشک ہو جائے گا۔ (بولو!) تصور کر کے بیٹھ جاؤں' وجود ذہنی' کالا' پیلا' چٹا' نیلا رومال۔ پسینہ خشک ہو جائے گا۔ جب تک چوتھا وجود حقیقی میرے ہاتھ میں آ کر پسینے کو صاف نہیں کرے گا' تو ہمیشہ یاد رکھیئے ہر شے کے چار وجود ہوتے ہیں' وجود مکتوبی' وجود ملفوظی' وجود ذہنی اور وجود حقیقی۔ اسی طرح نماز کے بھی چار وجود ہیں' وجود مکتوبی' جو دینیات کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ وجود ملفوظی جو لفظوں میں آپ ادا کرتے ہیں' الحمد پڑھی' سبحان ربی العظیم پڑھی' سبحان ربی الاعلیٰ پڑھی یہ ہے وجود ملفوظی۔ ایک نماز کا تصور ہے جو آپ کے ذہن میں ہے وہ ہے وجود ذہنی اور چوتھا وجود وہ ہے کہ اگر وہ نہ ہو سب وجود بے کار ہو جائیں' وہ کہلاتا ہے وجود حقیقی۔ آیئے آج کی اس مجلس میں اختتام پہ پہنچتے ہوئے ہم ذرا تلاش کریں کہ نماز کا وجود حقیقی کونسا ہے کہ اگر وہ نکل جائے تو نماز نماز نہ

رہے۔ آپ نے کہا اللہ اکبر ' اللہ کا ذکر کیا۔ الحمد پڑھی اللہ کا ذکر کیا۔ سبحان ربی العظیم اللہ کا ذکر' سبحان ربی الاعلیٰ اللہ کا ذکر' حتیٰ کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ آپ نے کہا اللہ کا ذکر کیا۔ اگر آپ یہ ذکر نہ کریں' نماز ہو جائے گی؟ بولو! نہیں ہو گی! معلوم ہوا اللہ ہے نماز کا وجود حقیقی' ٹھیک ہے؟ اچھا اللہ کا ذکر کر لیں' سرکارؐ کا تذکرہ نہ کریں و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ نہ کہیں تو کیا نماز ہو جائے گی؟ معلوم ہوا سرکار دو عالمؐ کا وجود ہے نماز کا وجود حقیقی۔ اچھا اسلام کے تہتر فرقوں کی بات کی میں نے۔ اللہ کا ذکر کریں' سرکارؐ کا بھی ذکر کر لیں' لیکن آلؑ پہ درود نہ پڑھیں' نماز ہو جائے گی؟ میں ہر مکتبہ فکر سے پوچھتا ہوں' ہو جائے گی نماز؟ نہیں۔ معلوم ہوا آلِ محمدؐ ہیں نماز کا وجود حقیقی' پڑھنا پڑے گا اللھم صل علی محمدؐ و آلِ محمدؐ کہیں یا و علی آلِ محمدؐ کہیں۔ بھائی سیدھا کہہ دیں یا علی ولا کے کہیں کہنا پڑے گا۔

توجہ ہے یا نہیں!

تو اب نماز کے تین وجود ہوئے۔ وجود حقیقی' اللہ' سرکار دو عالمؐ محمدؐ اور آلِ محمدؐ۔ اللہ نماز اور اللہ کا ذکر کرنے والا نمازی' محمدؐ نماز محمدؐ کا ذکر کرنے والا نمازی' آلِ محمدؐ نماز' آلِ محمدؐ کا ذکر کرنے والا نمازی۔ بھائی اللہ نماز! آپ ایمان سے بتائیں نماز افضل ہے یا نمازی؟ بولو؟ نماز۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور اللہ آواز دے تو حکم یہ ہے کہ نماز توڑ دو اور اس کی آواز پہ لبیک کہو' کیونکہ تم نمازی ہو اور اصل نماز نے تمہیں پکارا ہے۔ ٹھیک ہے! سرکار دو عالمؐ نماز' ذکر کرنے والا نمازی۔ آپ نماز میں مصروف ہیں آپ کو دنیا کا ہر بڑا بلا لے آپ نماز نہیں توڑیں گے' لیکن رسولؐ کے لئے ارشاد ہوتا ہے:

یایھا الذین امنوا استجیبوا اللہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم

''جیسے ہی نماز میں رسولؐ آواز دے نماز توڑ دو اور اس کی آواز پہ

لبیک کہو' کیونکہ تم نمازی ہو اور اصل نماز نے آواز دی۔''

بھائی یہاں تک تو سب کی سمجھ میں آ جاتا ہے مسئلہ کہ اللہ نماز' سرکار دو عالمؐ نماز کا وجود حقیقی۔ اب جب یہ ذکر آتا ہے نا آلِ محمدؐ نماز تو وہاں تھوڑا سا سر چکرانے لگتا ہے کہ بھائی یہ کس طرح ہو گیا۔ آلِ محمدؐ کس طرح نماز ہو گئے۔

ہم نے اللہ سے پوچھا:

''یا اللہ! اس کے لئے بھی کوئی ثبوت دے۔''

اللہ نے کہا اچھا یہ بات ہے کہ آلِ محمدؐ کیسے نماز ہیں۔ اب اس کا ثبوت میں کب دوں گا؟ دوپہر کے وقت دوں گا۔ کہاں دوں گا؟ مدینہ میں دوں گا۔ کس جگہ پہ دوں گا؟ مسجد نبویؐ میں دوں گا۔ کیسے عالم میں دوں گا کہ نماز جماعت ہو رہی ہو گی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم صفوں میں کھڑے ہوں گے۔ سرکار دو عالمؐ امام جماعت ہوں گے اور جیسے ہی سرکارؐ نے تکبیر کہا' قیام کیا' رکوع میں گئے' سجدے میں گئے تین دفعہ سبحان ربی الا علی کہہ کر جیسے ہی سر اٹھانے کا ارادہ کیا تو آلِ محمدؐ میں سے سب سے چھوٹا شہزادہ گھر سے نکلا۔ آہستہ آہستہ مسجد نبویؐ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ وہ شہزادہ جو کبھی آغوش رسولؐ میں تھا' کبھی دوش رسولؐ پہ تھا اور صحابہ کرامؓ صفوں میں سجدے میں ہیں' لیکن خدا کی قسم جیسے ہی وجود حسینؑ کا احساس ہوا جتنے رضوان اللہ علیہم تھے ان کی صفوں میں رستہ بننا شروع ہوا۔ فاطمہؑ کے لالؑ کا گزرنا شروع ہوا۔ ایک صف سے گزرے' دوسری صف سے گزرے' تیسری صف سے گزرے' چوتھی صف سے گزرے' پانچویں صف سے گزرے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ حسینؑ کے لئے رستہ نہیں بن رہا' بلکہ دریائے نیل کی موجیں موسیٰؑ کے لئے رستہ بناتی چلی جا رہی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی صفوں سے زہراؑ کا لال گزرتا چلا جا رہا ہے اور رستہ بنتا چلا جا رہا ہے اور

پھر ایک جملہ کہتا ہوں ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ حسینؑ ابن علیؑ کے لئے رستہ نہیں بن رہا' صحابہ کرامؓ اس طرح رستہ دے رہے ہیں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ولادت علیؑ کے لئے دیوار کعبہ میں شگاف آتا چلا جا رہا ہے۔ گزرتے گزرتے وہاں تک پہنچ گئے جہاں سرکار دوعالمؐ بیٹھتے تھے۔ اب سنی شیعہ سب علماء بیان کرتے ہیں اور سب کے مورخین نے یہ لکھا کہ فاطمہؑ کا لالؑ کہاں بیٹھ گیا مصلے پہ؟ نہ!... پشت اطہر پہ بیٹھ گیا۔ جیسے ہی پشت اطہر پہ حسینؑ بیٹھے' ادھر سے جبرائیلؑ چلے' جبرائیلؑ ادھر سے چلے اس وقت جب حسینؑ چلے تھے۔ حسینؑ پشت اطہر پہ بیٹھے ادھر سے جبرائیلؑ پہنچے۔

کیوں میرے محترم سامعین!

سنی شیعہ بھائیو! ایمان سے بتائیے کہ اگر کوئی بزرگ نماز پڑھ رہا ہو اور آپ یہ دیکھیں کہ ایک بچہ کبھی پیٹھ پہ بیٹھ جاتا ہے کبھی اتر جاتا ہے تو آپ بچے کو سنبھالیں گے یا نمازی سے کچھ کہیں گے۔ بولو! بچے کو سنبھالیں گے نا! آپ بچے سے کہیں گے بیٹا آ میں تجھے کھلاتا ہوں یہ نماز میں مصروف ہیں انہیں کچھ نہ کہو۔ اب میں دیکھنا یہ چاہتا ہوں یہ جو جبرائیلؑ آیا ہے سید الملائکہ' یہ بچے کو سنبھالتا ہے یا نمازی کو کچھ کہتا ہے۔ میں نے یہ دیکھا کہ اس نے بچے کو کچھ نہ کہا سیدھا نمازی کے پاس گیا۔ کائنات کا سب سے افضل ترین نمازی اور اس سے جھک کر کہتا ہے کہ اللہ بعد تحفہ درود وسلام کے فرما رہا ہے کہ

''میرے حبیبؐ! اس وقت تک سجدے سے سر نہ اٹھانا جب تک میرا حسینؑ اپنی مرضی سے نہ اتر جائے۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ تو اپنی جگہ نماز ہے مگر اس وقت تو نمازی ہے اور اصل نماز تیرے اوپر سوار ہے۔''

(بھائی ایک دفعہ مل کے صلواۃ پڑھ دیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

توجہ ہے دوستو!

دیکھئے عالمانہ گفتگو یہ علماء کا کام ہے' آپ ان سے سنتے ہی رہتے ہیں۔ میری تو طالب علمانہ باتیں ہیں دوستو! بالکل عام فہم سی چیزیں ہیں۔ روزمرہ کا مشاہدہ کرتا ہوں اور وہی میں آپ کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں۔

میرے محترم سامعین!

خدا کی قسم! دنیا کو تعجب ہے جبرائیلؑ کے آنے پہ غور سے سنیئے گا اور مجھے تعجب ہے جبرائیلؑ کے جانے پہ۔ پہلی بات تو یہ کہ جبرائیلؑ آیا کیوں؟ کیوں آیا؟ کیا نمازی کو علم نہیں ہے؟ کہ یہ کون آ کر بیٹھ گیا؟ خدا کی قسم اگر نمازی ہم جیسا بشر ہوتا تو پتہ چل جاتا اسے' اس لئے کہ ہماری نماز کوئی نماز ہے۔ دنیا کی ہر بھولی ہوئی چیز نماز میں یاد آتی ہے۔

توجہ ہے دوستو!

لیکن یہ وہ نمازی ہے کہ جب یہ نماز میں جاتا ہے محبوب الٰہیؑ تو سوائے خالق کے تصور کے اس کے ذہن میں کوئی تصور آتا ہی نہیں۔ اللہ نے کہا جبرائیلؑ یہ میری طرف متوجہ ہے۔ اسے کچھ پتہ نہیں ہے کیوں؟ اس لئے کہ جب اس کے وصیؑ کے پیر سے سجدہ میں تیر نکال لیں جب اسے پتہ نہیں چلتا تیر کا' تو اسے کیا پتہ چلے کہ کون آ کر بیٹھ گیا' لہٰذا جاؤ بتاؤ کون ہے۔ جبرائیلؑ نے آ کے بتایا۔ اس لئے کہ اس کے ذہن میں تصور سوائے ذات واجب کے کبھی کسی کا آیا ہی نہیں اور میں کہتا ہوں جبرائیلؑ تو بیٹھ جا جب حسینؑ اتر جائیں بتا دینا کون بیٹھ گیا' کون اتر گیا۔ مگر جبرائیلؑ بیٹھا نہیں' جبرائیلؑ

چلا گیا واپس چھوڑ گیا نمازی پہ۔ اب سرکار دو عالمؐ نماز بھی پڑھ رہے ہیں اور ذہن میں خیال بھی آ رہا ہے:

سبحان ربی الا علی و بحمدہ' سبحان ربی الا علی و بحمدہ' سبحان ربی الا علی و بحمدہ

پھر خیال فرما رہے ہیں کہ حسینؑ بیٹھا ہے کہ اتر گیا' بیٹھا ہے' پھر پڑھا ہے **سبحان ربی الاعلی و بحمدہ** پھر خیال آیا بیٹھا ہے کہ اتر گیا' بیٹھا ہے۔ پھر پڑھا **سبحان ربی الا علی و بحمدہ**۔ ہر دفعہ تسبیح بھی پڑھی اور ذہن میں خیال بھی حسینؑ کا لائے کہ بیٹھا ہے کہ اتر گیا۔ بھائی پچاس دفعہ پڑھا' ستر دفعہ پڑھا حتیٰ کہ جب ستر مرتبہ پڑھا پھر خیال آیا کہ حسینؑ بیٹھے کہ اتر گئے۔ جب دیکھا کہ حسینؑ اتر گئے' پھر سجدے سے سر اٹھا لیا۔ میں کہتا ہوں یہ ہے عجیب و غریب نماز۔ اللہ نے کہا:

"میرے حبیبؐ! عبادتوں کی معراج ہے نماز' نماز کی معراج ہے سجدہ' سجدے میں ہے صاحب معراج اور اے صاحب معراج! تیری معراج کی معراج یہی ہے کہ زبان پر ذکر میرا رہے' دل میں تخیل حسینؑ کا رہے۔"

توجہ ہے یا نہیں!

زبان پر ذکر میرا رہے' ذہن میں تخیل حسینؑ کا رہے۔ اب میں علمائے کرام سے پوچھتا ہوں' سارے مکتبہ فکر کے علمائے کرام بتلائیں کہ پیغمبرؐ کا تو ایک ہی سجدہ چل رہا تھا' ایک ہی سجدہ اور جو پیچھے سب مقدس ترین جماعت کے نمازی تھے ان کے سجدے کی کیا پوزیشن تھی؟ تو مورخین نے لکھا کہ

"انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد سجدے سے سر اٹھا کے دیکھا۔ دیکھا پیغمبرؐ ابھی سجدے میں ہیں اور پھر چلے گئے۔ پھر دیکھا

سجدے میں ہیں اور پھر چلے گئے۔"

میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام کی اس ادا پر میری نمازیں تک قربان ہو جائیں کہ سر اٹھایا اور دیکھا اور پھر چلے گئے' پھر سر اٹھایا دیکھا اور پھر سجدے میں چلے گئے۔ اللہ بتلانا یہ چاہتا تھا کہ دیکھو! اے صحابہ کرام کہ آج تمہاری نماز یہ ہے کہ سجدے سے سر اٹھاؤ میرے حسینؑ کی زیارت کرو پھر سجدے میں چلے جاؤ۔

توجہ ہے یا نہیں!

بس میں اختتام پر سنی شیعہ سب مکاتب فکر سے سوال کرتا ہوں مجھے ایمان سے بتائیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی یہ نماز ہو رہی ہے یا نہیں ہو رہی؟ پیغمبر اکرمؐ کی یہ نماز ہو رہی ہے یا نہیں ہو رہی؟ میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ تین دفعہ سبحان ربی الاعلی کہنا تھا' پھر ستر دفعہ سبحان ربی الاعلی پیغمبرؐ نے بھی پڑھا ہے' صحابہ کرام نے بھی پڑھا ہے تو مجھے بتائیں کیا ان کی نمازوں میں خلل نہیں آیا؟ (توجہ!) کیا ان تمام کی نمازوں میں خلل نہیں آیا؟ تین دفعہ پڑھنا تھا' یہ ستر مرتبہ سبحان ربی الاعلی پڑھا۔ میں نے سنی شیعہ دونوں علماء سے پوچھا۔ میں دونوں کا شاگرد ہوں' اس لئے کہ میں نے ادب' منطق' فلسفہ شیعہ علماء سے پڑھا ہے۔ حدیث' تفسیر اور تمام اصول حدیث وغیرہ میں نے اہل سنت علماء سے پڑھے ہیں۔ میں نے دونوں اساتذہ سے پوچھا تو شیعہ علماء نے جواب دیا کہ

"بیٹا! بات صرف اتنی ہے کہ امامت حسینؑ' اصول دین ہے' نماز فروع دین ہے۔ جب فروع اور اصول کی ٹکر ہو گی تو اصل کو بچایا جائے گا۔ فروع کو طول دے دیا جائے گا۔"

اور جب میں نے علمائے اہلسنت سے پوچھا تو انہوں نے مجھ سے کہا:

"بیٹا! کیسا اصول اور کیا فروع؟ ہم سیدھی سادی باتیں جانتے

ہیں دین کا جزو ہے نماز اور دین است حسینؑ۔ ارے حسینؑ تو مکمل دین ہے اور یہ اس کا جزو ہے نماز۔ جب مکمل دین کی بات آئے گی تو جزو کو طول دے دیا جائے گا' اصل دین کو بچا لیا جائے گا۔"

میرے محترم سامعین!

میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب وجود حسینؑ سے' جب وجود حسینؑ سے نماز صحابہ اور نماز نبوت میں خلل نہیں آتا تو ذکر حسینؑ سے نماز امت میں خلل کیسے آ سکتا ہے؟ بھائی ایک دفعہ سب مل کے صلواۃ پڑھ دیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

خدا کی قسم یاد رکھئے گا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ تعارف ہو رہا ہے اس شہنشاہؑ کا' مسجد نبویؐ میں کہ جس کا ذکر سننے کے لئے آج سب جمع ہو رہے ہیں۔ گویا اللہ پیغمبرؐ سے کہنا یہی چاہتا تھا کہ میرے حبیبؐ' حسینؑ کا تعارف کرواؤ۔ سجدے کو طول دے دو مگر حسینؑ کو پشت اطہر پہ بیٹھے رہنے دینا اور دنیا کو یہ بتلا دو کہ دیکھو جس کی اتنی ناز برداری میں کر رہا ہوں کہ میں سجدے سے سر نہیں اٹھا رہا' تم اس کو زین سے نیچے گرا نہ دینا۔ یہ ہے میرا وہ حسینؑ اور خدا کی قسم! جب نماز سے فارغ ہوئے پیغمبرؐ' تو گود میں شہزادے کو اٹھایا۔ سنی شیعہ سب مورخین نے لکھا کہ پیغمبرؐ اس شہزادے کو گود میں لے کر چلتے بھی جا رہے ہیں۔ صحابہ کرام کے جھرمٹ میں آفتاب رسالتؐ اپنے اس چاند کو اٹھائے ہوئے یہ بھی بیان کر رہا ہے:

"میرے صحابیو! میرے قریب آؤ۔ میں دعا کروں' تم آمین کہنا۔"

خدا کی قسم صحابہ کرام نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہیں اور پیغمبرؐ نے دعا کیا مانگی:

اللھم من ابکی الحسین فلا تغفر لہ

"پروردگار! جو میرے حسینؑ کو رلائے اسے کبھی معاف نہ کرنا' جو میرے حسینؑ کو رلائے اس کی کبھی بخشش نہ کرنا۔"

رونا اسی بات کا ہے دوستو! رونا اسی بات کا ہے۔ یہ صدیاں گزر گئیں' یہ جو ہماری آنکھ سے اشک رواں دواں ہیں' یہ اسی لئے ہیں کہ صحابہ کرام نے دعاؤں میں آمین کہا۔ جس حسینؑ کے لئے پیغمبرؐ نے کہا کہ یااللہ! جو اسے رلائے اسے کبھی معاف نہ کرنا۔ ارے! دسویں محرم کو وہی فرما رہا تھا' وہی حسینؑ فرما رہا تھا:

یا شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فا ذکرونی

"میرے ماننے والو! مجھ سے پیار کرنے والو! جب کبھی ٹھنڈا پانی پینا میری پیاس کو یاد کرنا...... جب کبھی پانی پینا' میری پاس کو یاد کرنا۔"

او سمعتم بقتیل او شھید فاند بونی

"جب کسی بے گناہ مقتول کا ذکر سننا تو مجھے باآواز بلند ہائے ہائے کر کے رونا۔"

میرے سنی شیعہ بھائیو!

یاد رکھئے گا اس جملے کو' یہ کسی ذاکر کے جملے نہیں ہیں' یہ کسی خطیب کے فقرے نہیں ہیں۔ یہ فاطمہؑ کا لالؑ فرما رہا ہے' نواسہ رسولؐ فرما رہا ہے کہ

"جب بھی کسی بے گناہ مقتول کا ذکر سننا میرا نام لے کے اونچی آواز سے ہائے ہائے کر کے رونا۔"

کیوں رونا؟ دوسرا مصرع سن لیجئے۔ وہ فرماتے ہیں:

"اس لئے رونا کہ مجھے ان ظالموں نے رلا رلا کے ذبح کیا۔"

واہ رے میرا مظلوم مولاؑ ! پیغمبرؐ کے جملے اتنی جلدی دنیا بھول گئی۔ پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ جو اسے رلائے اسے کبھی معاف نہ کرنا اور فاطمہؑ کا لالؑ کہے ان ظالموں نے مجھے رلا رلا کے ذبح کیا اور اگر آپ کہیں تو میں مولاؑ ہی کا آخری مصرع بھی سنا دوں۔ فرماتے ہیں کہ

"صرف انہوں نے ذبح ہی نہیں کیا' مجھے رلا رلا کر ذبح کر لیتے پھر بھی چپ رہ جاتے کوئی بات نہیں تھی' لیکن انہوں نے اس سے آگے بڑھ کے کیا کیا۔ انہوں نے اس سے آگے بڑھ کے یہ کیا کہ بعد القتل مجھے قتل کر دیا اور میرے قتل کے بعد کیا کام کیا۔ بجرد الخیل۔"

اب میں صرف ترجمہ کرتا ہوں سمجھنا آپ کا کام ہے۔ اس سے زیادہ میں وضاحت نہیں کر سکوں گا۔ جــرد کہتے ہیں اس لوہے کو جو گھوڑوں کے سموں میں لگایا جاتا ہے۔ فاطمہؑ کا لالؑ فرماتا ہے:

"پھر ان ظالموں نے اس لوہے کے ذریعے ســحــقــونــی مجھے سحق کر دیا۔ مجھے سحق کر دیا۔"

اب یہ ســحــق عربی کا لفظ ہے۔ میں اس کا ترجمہ کچھ نہیں کرتا جایئے کسی بھی مکتبہ فکر کے ڈاکٹر اور حکیم سے پوچھئے کہ سحق کرنا کسے کہتے ہیں؟ بغیر کسی مذہب کے پوچھئے۔ ســحــق کہتے ہیں عربی میں دوستو! جب کوئی حکیم اور کسی چیز کو کھرل میں ڈال کر اسے پاؤڈر بناتا ہے۔ اس پاؤڈر بنانے کو ســحــق کرنا کہتے ہیں۔ فاطمہؑ کا لالؑ کہتا ہے:

"انہوں نے مجھے گھوڑوں کے سموں میں لگے ہوئے لوہے سے

مسخ کر دیا۔ کیسے مسخ کیا؟ ایسے مسخ کر دیا کہ میری سگی
بہن نہ پہچان سکی۔"

سگی بہن نہ پہچان سکی اور سگی بہن نے جو منظر دیکھا دسویں کے دن! میرا بارھواں امامؑ فرماتا ہے:

"میرا سلام ہو اس جد مظلومؑ پر' جس کی دائیں پسلیاں بائیں طرف آ گئیں' جس کی بائیں پسلیاں داہنی طرف آ گئیں۔"

اور بہن دونوں ہاتھ بندھے ہوئے یوں رکھ کے کہہ رہی تھی نانا! نماز میں جس کی ناز برداریاں کی تھیں' آج وہ حسینؑ پہچانا نہیں جا رہا۔

دوستانِ محترم!

یہی وہ غم ہے' یہی وہ دل اور جگر کی ٹیسیں ہیں جو ہمیں آرام سے بیٹھنے نہیں دیتیں ورنہ یہ وہ مظلومؑ ہے کہ قیامت تک صدیوں کے دوش پہ جس کا غم رواں دواں ہے' چل رہا ہے اور یہ وہ امانت ہے آنسوؤں کی کہ جو جناب سید سجادؑ سے ہم تک منتقل ہوتی آئی ہے۔ ارے منہال حج پہ جاتے ہوئے واپس ہوا تھا نا! تو اس نے سرکار سیدالساجدینؑ کے در دولت پہ حاضری دینا ضروری سمجھی۔ جب وہ نیچے سے گزرنے لگا تو پرنالے سے پانی گرا۔ پرنالے سے پانی گرا' اس نے جلدی سے اپنا دامن بچا کے نکلنے کی کوشش کی۔ تو دروازہ کھٹکھٹایا' کنیز برآمد ہوئی۔ کہا کہ

"یہ پرنالے سے پانی گر رہا ہے۔ یہ چھینٹے پڑے میرے چہرے پر۔"

تو اس کنیز نے کہا کہ

"یہ عام پانی نہ سمجھنا' یہ عام پانی نہیں ہے۔"

"تو پھر کیسا پانی ہے؟"

کہا:

''حسینؑ کا بیمار فرزند رو رہا ہے' یہ رو رہا ہے۔ جب بھی وضو کے لئے پانی آتا ہے بیمار کے آنسو بادل کی طرح رواں دواں ہو جاتے ہیں۔''

تو کہا:

''میں اپنے مولاؑ سے ملنا چاہتا ہوں۔''

جب مولاؑ کی خدمت میں گیا تو ایک دم..... دیکھئے! جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اتنا کیوں روتے ہو؟ اتنے آنسو کیوں بہاتے ہو؟ بس ایک دفعہ رولیا رولیا۔ یہاں ہم سے نہ پوچھیں۔ اس وارث غم حسینؑ سے پوچھیں جس کے پاس منہال گیا اور منہال کہتا ہے:

''مولاؑ کب تک روئیے گا' کب تک روئیے گا؟ اتنا بھی کوئی روتا ہے؟''

بیمارؑ فرماتے ہیں:

''منہال! تو نے انصاف نہیں کیا' تو نے انصاف نہیں کیا۔''

کہا مولاؑ :

''کیوں؟''

کہا:

''ایک بات بتا' یعقوبؑ کا ایک بیٹا گم ہوا تھا' یوسفؑ ایک گم ہوا تھا نا!''

اس نے کہا:

''ہاں!''

انہوں نے کہا:

''کتنا روئے؟ بتا قرآن کیا کہتا ہے؟''

کہا:

''مولاً قرآن نے کہا اتنا روئے' اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں۔''

کہا:

''ایک بات بتا یوسفؑ مر گیا تھا کہ زندہ تھا؟''

کہا:

''زندہ تھا۔''

''کیا پھر تو نے کبھی غور نہیں کیا؟ ارے اس کا ایک یوسفؑ بچھڑ جائے زندہ رہے تو اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں' میرے تو اٹھارہ یوسفؑ میری آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیے گئے۔''

تو کہا:

''مولاً! ارے شہادت تو آپؑ کی میراث ہے۔ مولاً آپ کا خاندانی ورثہ ہے شہادت!''

خدا کی قسم! تڑپ کے کھڑا ہو گیا بیمارؑ اور کہا:

''منہال! تو نے میرے دل کی رگوں کو پھر ہلا دیا' تو نے پھر ہلا دیا۔ اچھا یہ بات بتا کہ شہید ہو جانا تو ہماری میراث ہے لیکن ہجوم عام میں بدمعاشوں کے مجمع میں' بازاروں میں' ماؤں بہنوں کو ننگے سر لے کے جانا کیا یہ بھی ہماری میراث ہے؟ یہ بھی ہماری میراث ہے؟''

خدا کی قسم! منہال پاؤں پہ گر گیا۔ پاؤں پہ گر کے سر رکھ کے قدموں پہ کہتا ہے:

''مولاؑ مجھے معاف کر دیں۔ بس آئندہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ مولا صرف ایک سوال ہے میرا' ذرا اس کا جواب چاہتا ہوں۔ مولاؑ یہ سارے رستے میں سب سے زیادہ آپ کو تکلیف کہاں ہوئی؟ سب سے زیادہ تکلیف کہاں ہوئی؟''

بیمارؑ کی ہچکیاں بندھ گئیں اور رو کر تین دفعہ کہا:

''شام......شام......شام!''

کہا:

''مولاؑ کیوں؟''

کہا:

اکاد ذلیلا فی دمشق کاننی

''ارے مجھے رسیوں سے پکڑے ہوئے دمشق کے بازاروں میں یوں کھینچ رہے تھے کہ جیسے میں وہ غلام ہوں کہ جس کا کوئی مالک نہیں ہے۔ کبھی اس بازار میں' کبھی اس بازار میں۔''

الهی عبیدک ابتنائک وسائلک بفنائک و فقیرک بفنائک الهی لک یرهب المترهبون و الیک اخلص المبتهلون رهبة لک و رجاءاً لعفوک یا الهه الحق ارحم دعاء المشرفین و عفواً لجرائم الغافلین و زد فی احسان المنیبین یوم العقود الیک یا کریم

''پروردگارا! بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ تمام شرکاء مجلس کو دنیا و آخرت میں

سرخرو فرما۔ مودت آلِ محمدؐ کو ہر مسلمان، ہر کلمہ گو، ہر انسان کے دل میں تو ودیعت فرما دے تاکہ یہ مجالس امن کا گہوارہ بنیں اور قیامت تک دنیا اس سے فیض یاب ہو، جو بیمار ہیں انہیں شفائے کاملہ دے، جو بے روزگار ہیں انہیں روزگار عطا ہو، بے اولادوں کو اولادِ نرینہ سے سرفراز فرما اور سرکار قائم آلِ محمدؐ کا جلد ظہور فرما۔"

مجلس دوئم

اعوذ باللہ من الشیطن اللعین الرجیم○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یآیھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (صلواۃ)

ارشادِ الٰہی ہو رہا ہے:

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو' اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو۔"

تین اطاعتیں لازم قرار دی گئیں۔ اللہ کی اطاعت' کون اللہ؟ جو ذہن میں آتا نہیں' فکر میں سماتا نہیں' الفاظ کا احاطہ کر سکتے نہیں' تخیل وہاں تک پہنچ سکتا نہیں۔ زمانی وہ نہیں ہے' مکانی وہ نہیں ہے۔ قابل تحلیل نہیں ہے' لائق اشارہ نہیں ہے' قابل تجزیہ نہیں ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا' پیدا کر کے اس دنیا میں بھیجا' بغیر کسی درخواست کے بھیجا' بغیر کسی سفارش کے بھیجا۔ جب تک یہاں رکھے گا' ہمیں رہنا پڑے گا اور جس دن بلائے گا چاہے مر جائیں ہمیں جانا پڑے گا۔ آپ اپنی خوشی سے نہیں جائیں گے'

چار بندے چھوڑ کے آئیں گے۔ وہ معبودِ مطلق کہ جس کی اطاعت میں کائنات کا ذرہ ذرہ سربسجود وہ خالق کائنات کہ جس سے ہر ایک طلب کرتا ہے ہر ایک مانگتا ہے اور وہ ہر ایک کی طلب کو پورا کرتا ہے وہ ہر ایک کی مانگ کو پورا کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں کم پڑھے لکھے مجھ جیسے مولویوں نے اللہ سے ڈرا ڈرا کر مار دیا۔ قدم قدم پر نوجوانوں سے یہ کہا گیا میاں اللہ سے ڈرو مجلس میں کیوں گئے؟ اللہ سے ڈرو کالے کپڑے کیوں پہنے؟ اللہ سے ڈرو۔ جلوس کیوں دیکھ لیا اللہ سے ڈرو۔ فلاں کام کیوں کیا؟ اللہ سے ڈرو۔ اتنا ڈرا دیا ہے اللہ سے کہ اب ہمارا نوجوان اتنا ڈر گیا کہ ڈر کے مارے اللہ کے گھر میں نہیں جاتا۔ ساری رات فلمیں دیکھتے رہیں گے لیکن جب واپسی پر گھر جائیں گے اور رستے میں مسجد آ جائے تو کہیں گے میاں اللہ کا گھر ہے بس اس سے ڈرو ادھر نہ جانا۔ اب کوئی ان اللہ سے ڈرانے والوں سے یہ نہیں کہتا کہ اللہ سے ڈرانے والو! تم اللہ سے ڈرو ہمیں کیوں ڈرا ڈرا کے اللہ سے مار دیا۔ نعوذ باللہ! اللہ کونسی ڈراؤنی شے ہے؟ وہ کلاشنکوف نہیں ہے وہ تھری ناٹ تھری کی گولی نہیں ہے۔ وہ تو کہتا ہے:

"میں بڑا رحمان ہوں میں بڑا رحیم ہوں میں بڑا پالن ہار ہوں تم مجھ سے ڈرتے کیوں ہو؟ تم میرے پاس آؤ تم میرے قریب آؤ تم مجھ سے آ کر مانگو میں تمہاری مانگ کو پورا کروں گا اور تمہیں اپنا اتنا خیال نہیں جتنا مجھ بے خیال کو تمہارا خیال ہے۔ تمہیں اپنی اتنی پروا نہیں جتنی مجھ بے نیاز کو تمہاری پروا ہے۔ تم ساری راتے سوتے ہو میں جاگ کے پہرہ دیتا ہوں۔ تم مجھ سے رزق مانگتے ہو میں خود نہیں کھاتا تمہیں کھلاتا ہوں۔ تم مجھ سے اولاد مانگتے ہو میں خود بیٹے بیٹیاں نہیں رکھتا تمہیں عطا کرتا ہوں

اور میں تو تمہاری فکر میں اتنا مصروف ہوں' اتنا مصروف ہوں کہ مجھے تو مرنے کی بھی فرصت نہیں۔"

ایسا مہربان اللہ' ایسا رحیم اللہ' ایسا کریم اللہ ۔ کیوں ہم اس سے بھاگیں؟ وہ کہتا ہے:

"میرے پاس آؤ' میرے قریب آؤ' میرے گھر کے دروازے تمہارے لئے چوبیس گھنٹے کھلے ہوئے ہیں۔ نہ وہاں کوئی پہرے دار ہے' نہ وہاں کوئی چوکیدار ہے' نہ وہاں کوئی ملٹری سیکرٹری ہے' نہ تمہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہے۔ تم میرے گھر آ کر مجھ سے باتیں کرو' میں تمہاری باتوں کا جواب دوں گا اور دیکھو! اگر تمہیں آنے کی فرصت نہیں تم مجھے اپنے گھر بلا لو میں آ جاؤں گا اور دیکھو! کائنات کی کوئی ایسی شے نہیں ہے جو مجھ سے نہ طلب کرتی ہو' جو مجھ سے نہ مانگتی ہو۔ میں ہر ایک کی مانگ کو پورا کرتا ہوں' ہر لباس وجود' ہر نقش تخلیق' ہر پیکر محسوس' ہر جدید و عتیق' ہر اصل متشکل' ہر قالب گل' اپنے وجود شہود میں۔"

ایک مکمل پکار ہے اس کی بارگاہ میں کہ

"اے مبدء فیض علی الاطلاق' اے خالق انفس و آفاق' اے مالک موت و حیات' اے حاکم شش جہات' اے مدبر زمان و مکان' اے واجب لامکان' اے نہاں خانہ عدم سے نکال کر بازار وجود میں نمائش رنگ و سنگ کرنے والے' اے ہستی کے دامن صحرا پر افق صبح کی نمائش کرنے والے' اے اپنی مشیت کے تقسیم فیض عام کرنے والے' اے واجب کی بلندیوں سے امکان کی پستیوں کا

جائزہ لینے والے! رحم کر رحم، کرم کر کرم! ہم محتاج ہیں تو غنی، تو اعلیٰ ہے ہم ادنیٰ، ہم سائل ہیں تو مسئول، ہم طالب ہیں تو مطلوب، ہم کشکول گدا تو دست عطا، ہم کاسہ بکف تو ابر سخا۔ ہمیں بھول نہ جانا، ہم سے رخ موڑ نہ لینا۔ توحید کے فیض سے ہمارے جام چھلکتے رہیں، تیری نسیم کرم کے قافلے چلتے رہیں، رحمت کے دروازے کھلتے رہیں، دل کے غنچے کھلتے رہیں اور مجالس سرکار سیدالشہداءؑ میں تمام مسلمانوں کے فرقے ایک دوسرے کے گلے ملتے رہیں۔"

یا باری النعم یا ذا الجود و الکرم

یہ میری پکار نہیں ہے دوستو! یہ میری صدا نہیں ہے دوستو! جس ذرے کو سنو! یہی صدا ہے۔ جس ستارے کو سنو، یہی التجا ہے۔ زمین سے لے کر آسمان تک، مکان سے لے کر لامکاں تک، زمان سے لے کر لازمان تک، ذرے سے لے کر کہکشاں تک، ہر ایک اسی سے مانگ رہا ہے، ہر ایک اسی سے طلب کر رہا ہے۔ اس میں مومن کی بھی قید نہیں ہے، مشرک بھی اسی سے مانگتا ہے، کافر بھی اسی سے مانگتا ہے، مومن بھی اسی سے مانگتا ہے۔ فرق ہے تو صرف اتنا کچھ خود ساختہ حیلوں سے مانگتے ہیں، کچھ خدا ساختہ وسیلوں سے مانگتے ہیں۔

دوستو!

مدعا میں وحدت ہے، وسیلوں میں کثرت ہے جس نے اس کا جلوہ جہاں دیکھا اسی سے مانگ لیا۔ (میری باتوں سے گھبرا تو نہیں رہے آپ حضرات!) دیکھئے! بڑی بڑی فرمائشیں آتی ہیں میرے پاس، بڑے بڑے سوالات آتے ہیں، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ چونکہ دربار ہے سرکار سیدالشہداءؑ کا! اس میں کوئی ایسی بات کہ جو کسی کی دل

آزاری کا باعث بن جائے' وہ اس لئے میں نہیں کرنا چاہتا' کیوں کہ جو مجلس میں آ کر بیٹھ جائے' وہ ہمارا مہمان نہیں ہوتا' وہ کربلا کے شہنشاہؑ کا مہمان ہوتا ہے' لہٰذا جس چیز کو میں مناسب سمجھتا ہوں' اس کو میں اپنی تقریر میں' اپنے انداز بیان میں' حل کرتا ہوا چلا جاتا ہوں۔

میرے محترم سامعین!

یاد رکھئے کہ جس نے اس کا جلوہ جہاں دیکھا' اسی سے مانگ لیا۔ کسی نے اس کا جلوہ شمس میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے اس کا جلوہ قمر میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے اس کا جلوہ شجر میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے اس کا جلوہ حجر میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے قیوس میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے عیوس میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے گنگا کے جل میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے پکھی کے تھل میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے اس کا جلوہ زرد رنگ کی گائے میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے شمالی خطوں کے ریش میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے مہاتما بدھ کے آبلوسی مجسمے میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے نصرانی کی مریم میں دیکھا' اس سے مانگا' کسی نے عیسیٰؑ کے دم میں دیکھا' اس سے مانگا' سائنس دانوں نے اس کا جلوہ ایٹم میں دیکھا' اس سے مانگا۔ آواز وہی ہے' لہجے بدل گئے ہیں' منزل وہی ہے' رستے بدل گئے ہیں' کسی نے مندر میں پکارا' کسی نے شوالے میں پکارا' کسی نے حرم میں پکارا' کسی نے دیر میں پکارا' کسی نے جلدی پکارا' کسی نے دیر میں پکارا' کسی نے پیدا ہوتے ہی پکارا' کسی نے چالیس سال بعد پکارا۔

میں نے عرض کیا کافر بھی اسی کو پکارتا ہے' مومن بھی اسی کو پکارتا ہے' مومن نے پیدا ہوتے ہی پکارا' کافر نے نیل میں غرق ہوتے ہوئے پکارا' یہ نیل میں غرق ہونے والا کون تھا؟ یہ وہی تھا نا! جو انا ربکم الاعلیٰ کا مدعی تھا۔ یہ وہی تھا نا! جو کہتا تھا

میں پروردگار اعلیٰ ہوں۔ کیا اللہ کے اختیار میں نہیں تھا کہ جب اس نے آواز دی تھی' اسی وقت عذاب گراتا' اسی وقت بجلی گراتا' اسی وقت فنا کر کے پھینک دیتا مگر نہ۔

اللہ نے کہا:

''یہی سیاست الٰہیہ ہے' ہم نے اسے مارنا نہیں ہے اسے ابھی غرق نہیں کروں گا' اسے ابھی ختم نہیں کروں گا۔ بے شک یہ ربکم الا علی کا دعویٰ کرتا رہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جس منہ سے ہم نے اپنے حق کا انکار سنا ہے' اسی منہ سے ہم پکار بھی سننا چاہتے ہیں' اسی منہ سے پکار سننا چاہتے ہیں۔''

اور جب وہ فرعون' موسیٰؑ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ موسیٰؑ نے نیل میں عصا مارا' نیل میں رستہ بن گیا' موسیٰؑ پار ہوئے' زندگی پر بہار ہوئی۔ فرعون اسی رستے سے روانہ ہوا' پانی کی موجیں دیواریں بنی ہوئی تھیں لیکن جب یہ سنٹر میں پہنچا تو وہ دیواریں گلے مل گئیں اور جیسے ہی وہ گلے ملیں اب یہ غرق ہونے لگا۔ اب اسے غوطے آنا شروع ہوئے' اب آواز دیتا ہے اے مالک مجھے بچالے' اے مالک میں ہلاک ہو رہا ہوں۔

اے فیصل آباد کے رہنے والے میرے سنی شیعہ بھائیو!

یاد رکھیئے گا! کم از کم ہمیں نیل کی موجوں ہی سے سبق لے لینا چاہیے۔ نیل کی موجوں نے یہ بتایا کہ اگر مشترکہ دشمن کو ہلاک کرنا ہو تو بچھڑے ہوئے گلے مل جاؤ۔ (نعرۂ تکبیر نعرۂ رسالتؐ نعرۂ حیدریؑ)

اور جب غرق ہونے لگا تو کہتا ہے:

''اے مالک مجھے بچالے' اے مالک میں ہلاک ہو رہا ہوں۔''

اور مالک نے آواز دی' مصریو! تمہارا خدا کسے پکارتا ہے؟ تمہارا معبود کسے آواز دیتا ہے؟ اب بھی تمہاری سمجھ میں اصلی اور نقلی مالک کا فرق نہیں آیا۔ یہ کہا تھا کہ

میں ربکم الاعلی ہوں' یہ نقلی مالک تھا۔ اب بھی تمہیں پتہ چلا نہیں کہ جب نقلی مالک پر مشکل بنتی ہے تو اصلی ہی کو تو آواز دیتا ہے؟ آ میری مدد کر اگر تو نہ ہوتا میں ہلاک ہو جاؤں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کیا ہو گا۔ فرعون اسی رستے سے روانہ ہوا جہاں سے موسیٰؑ گزرے تھے۔ نبی کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا' نبی کے نقش قدم پہ نقش قدم جماتا ہوا جا رہا تھا' نبی کو دیکھتا ہوا جا رہا تھا مگر نبی پار ہو گئے' یہ کیوں ہلاک ہو گیا؟ اللہ بتلانا یہ چاہتا تھا کہ نبی کی عظمت کو سمجھیں۔ اگر دل میں نبی کا بغض ہے' چاہے پیچھے پیچھے کیوں نہ جائے ہلاک ضرور ہو گا۔ (بھائی مل کے صلواۃ پڑھ لیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

عزیزانِ محترم!

توجہ چاہتا ہوں! میں کہتا ہوں حضرت موسیٰؑ نے نیل میں عصا کیوں مار دیا؟ کیوں عصا مار دیا؟ میرے دوستو! حضرت موسیٰؑ نبی تھے۔ اگر خود فرما دیتے' خود فرما دیتے تو کیا نیل میں رستہ نہیں بن سکتا تھا؟ یہ عصا کس چیز کا تھا؟ لکڑی کا ہی تو تھا۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

اس لکڑی کے عصا سے رستہ کیوں بنایا؟ کیا ضرورت پڑی تھی اس لکڑی کو استعمال کرنے کی؟ آواز آئے گی صدیوں بعد تمہیں پتہ چلے گا کہ چاہے لکڑی سہی' مگر منسوب ہے میری طرف' جو چاہوں اس سے کام لے لوں اور صدیوں کے بعد جب تم لکڑی میں لہراتا ہوا علم دیکھو گے تو محسوس کرو گے لکڑی ہے۔ کیا ہو گا اس سے؟ تو جواب کے لئے میرے پاس بھیج دینا۔ عصا لکڑی تھا' کیا کام لیا میں نے اس سے؟

عزیزانِ محترم!

یاد رکھئے گا! آج مجھ سے ایک عزیز پوچھتے رہے' رستے میں کہ جناب یہ

بتایئے کہ ہم پر اکثر یہی اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ ہی کی اطاعت کرنی ہے تو اللہ کی اطاعت میں کسی اور کو شامل کرنا' انسانوں کو درمیان میں لانا' بندوں کا تذکرہ کرنا' کیا یہ شرک نہیں ہے؟ جب اللہ ہی کو پکاریں تو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنا' یہ کیسا ہے؟

ظاہر ہے کہ یہ علماء کا کام ہے وہ ان مسائل کو حل کریں گے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میں آپ کو' ایمان کے گلزار سے ایسے لے کر چلوں کہ خاروں سے دامن تار تار بھی نہ ہو اور پھولوں تک پہنچا بھی دوں۔ یہی نسیم کا کام ہے۔ (ایک صلواۃ پڑھ دیں باآواز بلند محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب بچگانہ سوالات ہیں۔ مجھ سے یہ کہا جاتا ہے کہ صاحب وہ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے حضرات آپ تک سوالات نہیں پہنچنے دیتے اور پھر وہ ہماری تشنگی رہ جاتی ہے۔

تو میرے عزیزو!

یہ بات نہیں ہے جیسا کہ اس دن صدر محترم نے بتلایا تھا کہ بات صرف اتنی ہے کہ ایسی چیز کہ جو اختلاف اور انتشار کا باعث بنے' ہم اس سے ذرا اجتناب کرتے ہیں۔ امن عالم ہمارے پیش نظر رہتا ہے لیکن میں جہاں تک سمجھتا ہوں یہ نوجوان بچوں کے جذبات ہیں جو ہم تک پہنچائے جاتے ہیں۔ تو میں ان سے ایک بات عرض کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میری سمجھ میں یہ سوال آیا ہی نہیں' اس لئے کہ یہ سوال بہت پرانا ہو گیا' بہت پرانا ہو گیا اس لئے کہ سوال کرنے والا کسی ایک منزل پر مجھے ٹکتا ہی نظر نہیں آتا' اس لئے کہ جب ہم نعرہ لگاتے ہیں اور یا علیؑ کہتے ہیں' تو کہا جاتا ہے کہ وہ تو مر گئے اور جو مر گئے اسے کیوں پکارتے ہو؟ اور جب ہم رونے لگتے ہیں تو کہا جاتا ہے وہ تو زندہ ہیں' زندہ کو کیوں روتے ہو؟ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جب روتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ زندہ ہیں اور جب پکارتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ مردہ ہیں۔ پہلے تو آپ یہ

فیصلہ کر کے آیئے کہ وہ زندہ ہیں کہ مردہ!

توجہ ہے دوستو!

باقی رہ گیا یہ کہ اگر اللہ کے سوا کسی اور کو شامل کیا جائے تو شرک ہو جاتا ہے۔ نہیں میرے دوستو! پہلے شرک کا مفہوم سمجھئے' شرک کہتے کسے ہیں۔ شرک کا لفظ نکلا ہے شرکت سے۔ میں نے عرض کیا نا! بالکل طالب علمانہ انداز سے گفتگو کرتا ہوں۔ شرک کا لفظ نکلا ہے شرکت سے۔ اس لئے عربی زبان میں جس میں بہت سے افراد شریک ہوں اس کمپنی کو بھی شرکہ کہتے ہیں۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

یعنی مثلاً میں آپ کو دعوت دیتا ہوں بھیا! مجلس عزاء ہے اس میں شرکت فرمایئے گا۔ اب آپ اس میں شریک ہیں یا مثلاً کوئی تجارت ہے۔ کہتے ہیں صاحب میں اکیلا ہوں اگر آپ کی شرکت ہو جائے تو مل کے ذرا یہ تجارت ٹھیک ٹھاک چلے گی۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

کسی سے فتویٰ لے لیں کیا یہ شرکت' یہ شریک ہونا کیا شرک ہے؟ کیا کفر ہے؟ اس لئے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ صاحب' مجلس اگر ہو گی تو ایک پڑھنے والا ہو تو کچھ سننے والے بھی تو ہوں' لہٰذا آپ شرکت فرمائیں' کمپنی ہے تجارت کی' بھائی میں اکیلا ہوں' آپ اس میں شریک ہو جایئے تو ہر جگہ شرکت شرک نہیں ہے' کفر نہیں ہے۔ دو مل کے چلاتے ہیں اگر' لیکن یاد رکھئے گا۔ ہمارے کسی مجتہد سے لے کر کسی ذاکر کے سوزی تک کا' کبھی یہ عقیدہ نہیں رہا کہ جیسے آپ کی شرکت کے بغیر کمپنی نہیں چل سکتی'

آپ کی شرکت کے بغیر مجلس نہیں ہوسکتی۔ نعوذ باللہ! اللہ کا کاروبار نہیں چل سکا جب تک اس کے ساتھ کسی کی شرکت نہ ہو' نہ یہ کبھی ہمارا عقیدہ رہا ہے' نہ یہ کبھی ہمارا تصور رہا ہے۔ وہ خود اپنی تنہائی کا مالک ہے' وہ خود چلاتا ہے' خود اس کا نظام ہے۔ اگر ہم ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصے کے لئے بھی یہ تصور ذہن میں کرلیں کہ خدائی چلانے کے لئے وہ کسی کا محتاج ہے' یہ شرک ہے' یہ کفر ہے۔ اس کے ہم نہ قائل ہیں' نہ قائل ہو سکتے ہیں۔

توجہ ہے یا نہیں ہے؟

پھر مسئلہ کیا ہے؟ مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آلِ محمدؑ نے اللہ کی راہ میں اتنی قربانیاں دی ہیں' اتنے کام کیے ہیں کہ ساری کائنات میں' قربان ہوکر' اللہ اللہ کرا دیا۔ اللہ اُن آلِ محمدؑ سے اتنا راضی ہے' اتنا راضی ہے' اتنا راضی ہے کہ اس نے خود پکار کر کہا:

ما تشاؤون الا ان یشاء اللہ

''تم چاہتے وہی ہو جو میں چاہتا ہوں۔ میں چاہتا وہی ہوں جو تم چاہتے ہو۔''

چونکہ اللہ ان سے راضی ہے' ان کے وسیلے سے ہمارے بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں۔

میری بات پہ غور فرما رہے ہیں صاحبان کہ نہیں!

دوستو! میں نے عرض کیا نا! میں تو روزمرہ کی چیزیں دیکھتا ہوں' مثالیں دیکھتا ہوں اور میں واضح کرتا چلا جاتا ہوں۔ بھائی یہاں میں آیا فیصل آباد میں' میری ایک صاحب سے دوستی ہوگئی۔ وہ بچارے مجھ سے کہنے لگے:

''نسیم صاحب! میرے پاس رہنے کو جگہ نہیں ہے۔''

میں نے کہا:

''بسم اللہ! غریب خانہ حاضر ہے۔''

''کھانے کو روٹی نہیں ہے۔''

میں نے کہا:

''بسم اللہ! جو نان نمک ہے' دال ساگ آپ کھایئے۔ اکٹھے کھائیں گے۔''

''کہ صاحب فلاں جگہ جانا ہے سواری نہیں ہے۔''

میں نے کہا:

''بسم اللہ! جیسی بھی گاڑی ہے' حاضر ہے۔''

میں ان کا ہر کام کرتا رہا' ہر کام آتا رہا۔ انہوں نے کی محنت' محنت کرنے کے بعد وہ بہت بڑے تاجر ہو گئے' کروڑ پتی ہو گئے۔ اب میں نے ان سے یہ کہا کہ

''جناب! ایک کام کیجئے کہ فلاں بیچارہ غریب ہے ذرا اس کی ہیلپ کر دیجئے۔''

انہوں نے کہا:

''حاضر!''

''فلاں کام ہے آپ مدد کر دیجئے۔''

انہوں نے کہا:

''حاضر!''

''بھائی آپ کا ماشاء اللہ کاروبار اتنا وسیع ہو گیا' اتنا وسیع ہو گیا کہ آپ پیسے اپنے گن نہیں سکتے' فلاں ادارے کے لئے اتنا چندہ چاہئے' فلاں مسجد کے لئے چاہئے۔ فلاں بیچارہ غریب ہے' بچی کا جہیز چاہتا ہے اس کے لئے چاہئے۔''

اب وہ مجھ سے اتنے خوش تھے میری قربانیوں سے' میرے کاروبار سے' میرے کام سے جو ان کی راہ میں' میں دیتا رہا کہ اب جو میں کہتا ہوں وہ مانتے چلے جاتے ہیں۔ اب ایمان سے بتایئے! میرے کہنے پر جو اتنے کام وہ کر رہے ہیں' کیا ان کے اکاؤنٹ میں' میں شریک ہو گیا' بولیں! کیا ان کی پراپرٹی اور جائیداد میں' میں شریک ہو گیا۔

نہیں میرے دوستو!

میری قربانیاں تھیں جو میں نے ان کی راہ میں دی تھیں' وہ بھولے نہیں۔ عالی ظرف تھے نا! کم ظرف ہوتے تو بھول جاتے۔ عالی ظرف تھے نہیں بھولے۔

بس یاد رکھئے میرے محترم سامعین!

بالکل یہی پوزیشن...... اللہ نے جو چاہا' آلِ محمدؑ کرتے رہے۔ اپنی چاہت کو درمیان میں آنے ہی نہیں دیا۔ اس نے کہا دیکھو! ایک ہزار رکعات نماز کھڑے ہو کر پڑھو' یہ پڑھتے رہے۔ اس نے کہا تین تین دن تک روزے رکھ کر' افطاری مسکین و یتیم و اسیر کو دیتے رہو' یہ دیتے رہے۔ اس نے کہا تلوار چلا دو' یہ چلاتے رہے۔ اس نے کہا آج اپنے گلے پہ تلواریں چلا لو' وہ چلواتے رہے۔ اس نے کہا خیبر کی چولہیں ہلا دو' انہوں نے ہلا دیں۔ اس نے کہا آج اپنے گلے میں رسی بندھوا لو' انہوں نے رسی بندھوا لی۔ اس نے چاہا ساری رات جاگو' یہ جاگتے رہے۔ ایک رات اس نے کہا جاگو نہیں آرام سے چادر تان کے سو جاؤ' یہ سوتے رہے۔

کیوں میرے محترم سامعین!

کتنا پابند کیا ہے آلِ محمدؑ نے اپنے آپ کو اللہ کی مرضی کے! دنیا میں کہا وہی

جو اس نے چاہا' دنیا میں کیا وہی جو اس نے چاہا۔ کہنا اور کرنا تو درکنار سوچا وہی جو اس نے چاہا' ارادہ وہی کیا جو اس نے چاہا۔ اب میں سب سنی شیعوں سے پوچھتا ہوں' جب آلِ محمدؐ نے دنیا میں وہی کیا جو اس نے چاہا تو آپ کے اصول دین میں عدل ہے یا نہیں ہے؟ بولو! ہے عدل؟ اور آپ کے اصول دین میں قیامت ہے یا نہیں ہے؟ قیامت ہے نا! اور اس دن اللہ خصوصی طور پر عدل کرے گا۔ اسی لئے قیامت کو یوم حساب بھی تو کہتے ہیں نا! اور فرض کیجیئے وہ عدل فرما رہا ہو اور سامنے آ جائیں آلِ محمدؐ جنہوں نے دنیا میں وہی کیا جو اس نے چاہا' وہی کہا جو اس نے چاہا' وہی سوچا جو اس نے چاہا۔ تو قیامت کے دن اللہ عدل کرے گا اور کہے گا آلِ محمدؐ! بولو! آج تم کیا چاہتے ہو؟ بولو کیا چاہتے ہو؟ وہ کہہ دیں گے یا اللہ! وہاں پر بھی وہی چاہا جو تو نے چاہا' وہی کیا جو تو نے چاہا' وہی کہا جو تو نے چاہا' آج بھی وہی کریں گے جو تو چاہے گا۔ لیکن اللہ کہے گا نہیں۔ یاد رکھنا! آج میں نے بدلہ دینا ہے' میں عادل حقیقی ہوں اور تقاضائے عدل یہ ہے کہ تم نے وہاں وہی کیا جو میں نے چاہا' آج میں وہی کروں گا جو تم چاہو گے۔ چاہو کیا چاہتے ہو؟ چاہو کسے چاہتے ہو؟

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

یہ بات ہے' چونکہ ان کی چاہت پر ساری زندگی عمل کیا ہے آلِ محمدؐ نے! لہٰذا ہم گنہگار چونکہ وہاں تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ ہم آلِ محمدؐ سے درخواست کر دیتے ہیں کہ آپ کی چاہت سے ہمارے بگڑے ہوئے کام بن جائیں گے۔

توجہ ہے یا نہیں!

اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ یاد رکھنا:

انا و علی ابوا هذه الامة

''میںؑ اور علیؑ اس پوری امت کے باپ ہیں۔''

توجہ کیجئے گا!

میںؑ اور علیؑ اور میں یہاں کہتا ہوں ایک جملہ اور۔ پیغمبر اکرمؐ کی زبان سے بھی سن لیجئے گا۔ نہ میرے کہنے سے کوئی کافر بنتا ہے' نہ میرے کہنے سے کوئی مومن بنتا ہے' نہ میرے کہنے سے کوئی مسلمان بنتا ہے۔ میں تو ملا آدمی ہوں' چار پیسے ملیں گے میں فتویٰ دے دوں گا۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

لیکن سوال تو یہ ہے کہ پیغمبرؐ جسے مومن کہے وہ قیامت تک مومن رہے گا اور پیغمبرؐ جسے کافر کہے وہ قیامت تک کافر رہے گا اور سنی شیعہ سب نے یہ لکھا کہ سرکار دو عالمؐ فرماتے ہیں:

انا و علی ابوا هذه الامة

''میںؑ اور علیؑ اس پوری امت کے باپ ہیں۔''

ومن انکر فقد کفر

''اور جو علیؑ کو اپنا باپ نہیں مانتا وہ کافر ہے' مسلمان نہیں ہے۔''

علیؑ کو باپ کیوں بنا دیا؟ کیوں کہا پوری امت کا باپ ہے علیؑ؟ اس لئے کہ آپ ذرا مجھے یہ بتا دیجئے کہ اگر آپ کے ساتھ آپ کا بچہ ہو اور آپ گزر رہے ہوں اور درخت پہ آم لگا ہوا ہو تو وہ دامن کس کا کھینچتا ہے؟ سمپل (Simple) سی بات ہے نا! سادہ سی بات ہے وہ کس کا دامن پکڑے گا؟ مجھے کہے گا ابا جی! ذرا وہ آم مجھے توڑ دیں۔ میں کہوں بیٹے تم خود توڑ لو۔ تو بچہ ہو کر بھی مجھے سمجھائے گا کہ ابا جی میں تو چھوٹا ہوں اگر میرا ہاتھ وہاں تک پہنچتا' میں آپ کا دامن کیوں کھینچتا؟ آپ میرے باپ ہیں'

بڑے ہیں، آپ کا ہاتھ پہنچتا ہے وہاں سے لے کر مجھے دے دیں۔ یہی پیغمبرؐ کہنا چاہتے ہیں کہ علیؑ تمہارا باپ ہے، یاد رکھنا! تم خطاؤں کی وجہ سے، گناہوں کی وجہ سے، تمہارے ہاتھ میں وہ طاقت نہیں ہے کہ تم ذات واجب تک پہنچ کے اس سے لے سکو۔ علیؑ تمہارا باپ ہے، اس کا ہاتھ یدالله ہے، اس کا دامن تھام لو، اللہ سے لے گا، تمہارے حوالے کر دے گا۔ (بھائی ایک دفعہ مل کر با آواز بلند نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالتؐ، نعرۂ حیدریؑ!)

توجہ ہے میرے محترم سامعین!...... اور دوستانِ محترم!

یاد رکھئے آپ اس بات کو! جہاں جہاں ملت مسلمہ ہے میں پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں۔ ہر مسئلے میں اگر غیر اللہ کے علاوہ کسی بندے کا تذکرہ شرک ہے تو نماز تو اللہ کے لئے ہو۔ بولو! کل میں نے اجمالی تذکرہ کیا تھا نا نماز کا! تو چلئے نماز پڑھئے، نماز پڑھئے، خالصتاً اللہ کے لئے پڑھئے، خالصتاً! کسی غیر کا، کسی انسان کا، ذکر نہ لایئے بیچ میں۔ میں نے کل عرض کیا تھا شروع کیجئے نماز، چلئے:

الحمدلله رب العالمین

''میں اللہ کی حمد کر رہا ہوں جو عالمین کا پروردگار ہے۔''

الرحمن الرحیم

''جو رحمٰن ہے، رحیم ہے۔''

مالک یوم الدین

''جو یوم دین کا مالک ہے۔''

ایاک نعبد و ایاک نستعین

''اے اللہ! تیری عبادت کرتے ہیں، تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔''

اھدنا الصراط المستقیم

''ہمیں سیدھے رستے پر قائم رکھنا یا سیدھا رستہ دکھا۔''

جو بھی ترجمہ آپ کریں، میں کہتا ہوں یہیں نماز ختم کر دیجئے۔ کیوں؟ اس سے آگے شرک آ جائے گا:

اهدنا الصراط المستقيم

بھائی اللہ کے سوا کسی کا ذکر کرنا شرک ہے نا! اب اس سے آگے نماز یہی ختم کر دیجئے۔ مگر آیت تو آگے جا رہی ہے:

صراط الذين

یہ صراط مستقیم کس کا راستہ ہے ان لوگوں کا رستہ، ان لوگوں کا! اللہ کی عبادت میں یہ لوگ کہاں سے آ گئے؟

توجہ ہے دوستوں کہ نہیں ہے!

بھائی عبادت تو صرف اللہ کی کر رہے ہیں نا! یہ لوگ کہاں سے بیچ میں آ گئے؟ ان لوگوں کا رستہ، کن لوگوں کا؟

انعمت عليهم

جن پر تیرا انعام نازل ہوا، جن پر تیرا انعام نازل ہوا۔

ارے بھائی! ہمیں اس سے کیا ہم تو اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں؟ چاہے انعام والے ہیں چاہے کوئی ہیں۔ ہیں تو لوگ! اللہ کی عبادت میں لوگوں کو لانا شرک ہے، نہ لائیے، نماز یہیں ختم کیجئے۔ اچھا اور پھر اس سے آگے، پھر اس سے آگے چلتا ہے پڑھنے والا! کون وہ لوگ کہ جن پہ انعام نازل ہوا ان کے رستے پہ چلا:

غير المغضوب عليهم ولا الضالين

اور بچا کن کے رستے سے جو گمراہ ہو گئے، جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ میں پوچھتا ہوں، چاہے کوئی گمراہ ہو چاہے کسی پر غضب نازل ہو، ہمیں اس سے کیا، ہم تو اللہ

کی عبادت کر رہے ہیں' لیکن اللہ نے کہا' نہیں' میری عبادت میں ذکر کرنا پڑے گا۔ ان لوگوں پر چلنے کی دعا کر جن پر انعام ہے' ان سے بچنے کی دعا کر جن پر میرا غضب نازل ہوا' جو گمراہ ہو گئے' ان سے بچ جا' نعمت والوں کے رستے پر چل۔ اسی چلنے کو شریعت میں تولی کہتے ہیں۔ بچنے کو تبراء کہتے ہیں۔

توجہ ہے دوستو!

صرف لفظوں سے ڈرایا جاتا ہے۔

میرے محترم سامعین!

ارے! کل یکم محرم سے ایک دن پہلے میں نے اخبار میں پڑھا' آپ نے بھی پڑھا ہو گا کہ قاضی شریح پر لعنت کرنے کے لئے ہائیکورٹ کے چیف جسٹس کو ایک مسلم ادارے نے دعوت دی۔ پڑھا آپ نے اخبار میں یا نہیں پڑھا؟ آج سے دو چار دن پہلے یہ خبر چھپ چکی ہے۔ موجودہ جو قائم مقام گورنر ہیں اور جو چیف جسٹس ہیں ہائیکورٹ کے اور اخبار میں باقاعدہ یہ جملے تھے اور جو شیعہ تنظیم نہیں ہے جس نے دعوت دی ہے۔ مسلم مکاتیب فکر کے افراد نے ہمارے فاضل چیف جسٹس کو یہ دعوت دی کہ قاضی شریح پہ مل کے تبراء کیا جائے کہ جس نے چند پیسے یزید سے لے کر نواسہ رسولؐ کے قتل کا فتویٰ دیا اور عدالت کا جج ہو کر وہ چند ٹکوں میں بک گیا۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

یہ نماز میں کس کا ذکر ہو رہا ہے کہ ہمیں گمراہوں سے بچا۔ جن پر تیرا غضب نازل ہوا ان سے بچا۔ یہ یہی قاضی شریح جیسی شخصیت ...... (سمجھ میں بات آ رہی ہے آپ کی یا نہیں!)

میرے محترم سامعین!

میں کہتا ہوں کہ آپ چلئے، اس سے آگے چلئے، قل ھو اللہ پڑھی، انا انزلنا پڑھی، رکوع میں گئے، سجدے میں گئے، اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا، بس نماز ختم کر دی، اس لئے کہ غیر اللہ کا تذکرہ نہ آنے پائے۔ مگر جب تک اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ نہیں کہیں گے آپ کی نماز کامل نہیں ہو گی۔

کیوں میرے محترم سامعین!

جب سرکار دو عالمؐ کا ذکر کیئے بغیر ایک نماز مکمل نہیں ہوتی تو سرکارؐ کے وسیلے کے بغیر پورا اسلام کیسے مکمل ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر چلئے یہ بھی کہہ دیا آپ نے یہیں پر نماز ختم کر لیں۔ مگر نہیں! پھر ہر کلمہ گو کے لئے لازم ہے پڑھے:

اللھم صل علی محمدؐ و آلِ محمدؐ

توجہ فرما رہے ہیں میرے دوستو!

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سادہ سادہ لفظوں میں زہر گھولا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کم پڑھے لکھے مولویوں کی طرف سے کہ صاحب! اللہ کے ساتھ کسی اور کا تذکرہ کریں گے تو یہ شرک ہو جائے گا، تو پھر پوری نماز میں یہ کن کن کا تذکرہ ہے؟ یاد رکھئے! اللہ کے ساتھ اللہ والوں کا تذکرہ جب تک نہیں آئے گا، اللہ کی عبادت مکمل نہیں ہو سکتی اور پھر آلِ محمدؐ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو یہ کہنا پڑا کہ

''اے آلِ محمدؐ! تمہاری فضیلت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ

من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

''جو نماز میں آپؐ پر درود نہیں پڑتا، اس کی نماز ہی نہیں ہوتی،

اس کی نماز ہی نہیں ہوتی ہے۔"

یہ کون امام شافعی ہے؟ یہ وہ امام شافعی ہے کہ جس کی پوری زندگی اسلام پر ریسرچ کرتے کرتے گزری اور وہ ملت اسلامیہ کے ایک فرقے کے مسلمہ امام ہیں۔ لیکن جب دنیا سے جانے لگے تو یہ کہتے ہوئے گئے کہ۔

مات الشافعی و لیس یدری

علی ربہ ام ربہ اللہ

"میں شافعی! مرتے مرتے مر گیا مجھے آج تک یہ پتہ نہ چل سکا
کہ اللہ میرا رب ہے یا علیؑ میرا رب ہے۔"

یہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا شعر ہے کہ میں مر گیا' مگر مرتے دم تک مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ اللہ میرا رب ہے یا علیؑ میرا رب ہے۔ تو میری سمجھ میں یہ مسئلہ نہیں آتا کہ جس کے امام کو آج تک پتہ نہ چل سکا کہ علیؑ کی منزل کیا ہے' اس کے عوام کو کیا پتہ چلے گا کہ علیؑ کس بلندی کا مالک ہے۔ (ایک دفعہ مل کے صلواۃ پڑھ دیں باآواز بلند محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

اور دوستانِ محترم!

بس یاد رکھئے کہ جتنی یادگاریں اللہ کی یاد میں اور جتنی یادگاریں خاص طور پر آلِ محمدؐ کی' نماز کے بارے میں ہیں' خدا کی قسم! اتنی یادگاریں کہیں نہیں ملیں گی' اس لئے کہ جب بھی آپ نماز کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو سب سے پہلے یہ علم ہو گا کہ سب سے پہلی نماز کب پڑھی گئی اور کس نے پڑھی۔

کل سے میں نماز کا ذکر کر رہا ہوں' آپ پریشان تو نہیں ہو رہے۔ میں صرف یہ بتلانا چاہتا ہوں میرے محترم سامعین کہ اللہ کی کس کس عبادت میں ان کا تذکرہ ضروری ہے اور کہاں کہاں ان کی یادیں۔ پڑھئے تاریخ! پہلی نماز' تاریخ نے

بتلایا کہ کعبہ میں سرکار دو عالمؐ آئے' ان کے ساتھ ایک خاتون آئیں' خاتون کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ آیا' سرکارؐ نے نماز کی تکبیر کہی' ان دونوں نے تکبیر کہی' وہ رکوع میں گئے' یہ رکوع میں گئے' وہ سجدے میں گئے' یہ سجدے میں گئے اور کعبہ کے دروازے پر ایک بوڑھا شخص' بوڑھا انسان جس کے نورانی چہرے پر سرداری کی جھلک نمایاں تھی' نام عمرانؑ تھا' کنیت ابوطالب تھی' تلوار لے کر بیٹھا ہوا ہے۔ تلوار لے کر بیٹھا ہوا ہے اور باہر سے آنے والا ایک تاجر اس سے پوچھتا ہے:

''یہ کون لوگ ہیں؟ یہ کیا کر رہے ہیں؟''

تو کہا:

''تمہیں پتہ نہیں ہے یہ بڑا میرا بھتیجا ہے' جو اس کے ساتھ خاتون ہے یہ اس کی شریک حیات ہے اور وہ جو چھوٹا بچہ ہے وہ میرا نور نظر ہے۔''

تو کہا:

''یہ کیا کر رہے ہیں؟''

کہا:

''یہ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔''

اللہ کی عبادت کر رہے ہیں' کہا کہ

''آپ!''

کہا:

''یہ جتنے ہاتھوں میں تیر اور تلواریں اور نیزے لئے کھڑے ہیں ان سب کے مقابلے کے لئے میں تنہا بیٹھا ہوں۔ میں حفاظت کر رہا ہوں' یہ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔''

ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریة دینا

''میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ محمد مصطفیٰؐ کا لایا ہوا دین اللہ کے دینوں میں بہترین دین ہے۔''

بہترین دین ہے اور یہ کہہ کر پھر جناب ابوطالبؑ نے ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ کی عبادت کیجئے' اللہ کے کام میں مصروف رہئے فواللہ لن یصلوا علیک بجمعھم یہ جتنے کھڑے ہوئے ہاتھوں میں خنجر' تلواریں اور نیزے لئے ہوئے تیرے خلاف ارادہ کئے کھڑے ہیں' میں اللہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں دوستو! فو اللہ یہ ابوطالبؑ کا شعر ہے۔ اللہ کی قسم! یہ نہیں کہتا مجھے لات کی قسم' مجھے منات کی قسم' مجھے عزا کی قسم' مجھے شمس کی قسم نہیں! ابوطالبؑ کا جملہ ہے:

''مجھے اللہ کی قسم!

لن یصلوا علیک بجمعھم

یہ سارے اکٹھے ہو کر بھی تیرا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ جب تک میں زندہ ہوں' میں یقین دلاتا ہوں اگر کسی نے غلط آنکھ کا اشارہ کیا' میں اس کی آنکھ نکال کے پھینک دوں گا۔''

توجہ ہے دوستو!

اب میں یہاں ایک طالب علمانہ بات عرض کئے چلوں۔

کیوں میرے محترم سامعین!

آپ' اگر کسی شخص کو' آپ کا بیٹا ہے' بھتیجا ہے' پالتے ہیں' پوستے ہیں' پروان چڑھاتے ہیں اور پروان چڑھانے کے بعد اس کی شادی بیاہ کر دیتے ہیں اور فرض کیجئے وہ آپ کی بات کو نہیں مانتا' آپ کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ آپ اس کا کیا بگاڑ لیں گے؟

سمجھائیں گے، نہیں مانے گا۔ آپ کہیں گے بھائی جا میرا کام تھا پالنا پوسنا، میں کیا کر سکتا ہوں بھائی یہ جوان ہے، شادی شدہ ہے، میں کیا اسے سمجھاؤں، تو آپ اسے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن آپ کا اگر کوئی پانچ چھ سال کا بچہ ہے اور وہ آپ کی بات کو نہیں مانتا تو کیا آپ برداشت کر لیں گے؟ آپ کہیں گے اچھا برخوردار ابھی سے یہ تیور تیرے، میرے حکم کی خلاف ورزی میں یہ کہتا ہوں سرکار دو عالمؐ بھتیجے تھے۔ جناب ابوطالبؑ نے پال پوس کر پروان چڑھا کر شادی بیاہ کر دیا۔ فرض کیجئے اگر ابوطالبؑ کا ایمان کچھ اور ہے اور بھتیجے کا ایمان کچھ اور ہے۔ نہیں مانتا چچا کی بات تو چچا چپ ہو سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ جو اس کا کمسن بچہ کھڑا ہوا ہے، اس کے نقش قدم پر چل رہا ہے کہ جو بھتیجا ہے اور نماز میں مصروف ہے۔ فرض کیجئے اس کا عقیدہ اور ہے جو باپ کے عقیدے کے خلاف ہے تو میں کہتا ہوں کامن سینس (Common Sense) کا کیا فیصلہ ہے؟ چچا بھتیجے کے لئے تو چپ ہو جائے گا، جوان ہے، اپنی مرضی کا مالک مگر بچے کو کبھی نہیں چھوڑے گا، وہ اسے کہے گا کہ تو میرے عقیدے کے خلاف چل رہا ہے، لیکن ابوطالبؑ کا خاموش رہنا، علیؑ کا عبادت میں شامل رہنا، ابوطالبؑ کی اس کی حفاظت کرنا، یہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ جو عقیدہ ان سب کا تھا، وہی عقیدہ ابوطالبؑ کا تھا، جو ابوطالبؑ کا ایمان تھا، اسی پر وہ سب چل رہے تھے۔

اور میرے محترم سامعین!

ایک مجھے یہ نماز ملتی ہے۔ یہ نماز، یادگار ہے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی، دوسری نماز یادگار پھر کونسی ہے؟ وہ میرے مولا علیؑ کی ہے۔ وہ یادگار کب ہے؟ جب میرا مولاؑ پیغمبر اکرمؐ کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز میں مصروف تھا اور میرے مولا علیؑ کے القاب میں ایک لقب ہے:

المصلي مع النبي الي القبلتين

"کہ علیؑ کون ہے پیغمبرؐ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف نماز

پڑھنے والا؟"

دونوں قبلوں کی طرف! کیا مطلب؟ بھائی پہلے قبلہ تھا بیت المقدس وہ قبلہ اول تھا۔ پیغمبر اکرمؐ نماز میں رخ ادھر کرتے تھے۔ جماعت ہو رہی ہے، پیچھے صحابہ کرام ہیں، سرکار دو عالمؐ آگے ہیں اور اب یہ سنی شیعہ سب تاریخوں نے لکھا کہ جب پیغمبر اکرمؐ رکوع میں گئے، جبرائیلؑ آیت لے کر اتر آئے کہ

"میرے حبیبؐ! اللہ فرما رہا ہے، میں تیرے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف دیکھتا ہوں۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنا رخ اس قبلے کی طرف موڑ دے کہ جس سے تو راضی ہے۔"

توجہ چاہتا ہوں!

چنانچہ پیغمبرؐ رکوع ہی کے عالم میں اس حکم کے بعد مڑتے چلے گئے۔

دوستانِ محترم!

شمال اور جنوب کا فرق ہے۔ اللہ آپ کو لے جائے مکہ مکرمہ میں تو ذرا دیکھئے گا کہ اس طرف قبلہ اول تو اس طرف قبلہ ثانی، پیغمبرؐ نے رکوع کے عالم میں مڑنا شروع کیا۔ اب ادھر پیغمبرؐ کی پشت ہوگئی اس طرف پیغمبر کا منہ ہوگیا۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

سن دو ہجری میں وہ قبلہ ثانی قرار پایا، وہ قبلہ اول رہا۔ اب اس میں مورخین سے پوچھئے کہ جماعت میں پیغمبرؐ کے ساتھ کون مڑا؟

توجہ چاہتا ہوں!

یہ مجھ سے نہ پوچھیں، یہ مورخین سے پوچھیں کہ پیغمبرؐ جب جماعت فرما رہے

ہیں مدینہ میں، تو مڑ کون رہا ہے؟ خدا کی قسم! ساری جماعت ایک طرف رہی اور مورخین نے بتایا کہ پیغمبرؐ کے ساتھ پوری جماعت میں ایک علیؑ مڑے۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

اور پوچھنے والوں نے جماعت والوں سے جب پوچھا۔ کہا ہوگا؟ تو کہا ہم سمجھے کہ شاید سہو ہو گیا، لیکن علیؑ کیوں مڑے؟ سوال تو یہ ہے علیؑ کیوں مڑے؟ دو صورتوں میں سے ایک ہی صورت ہے یا تو جب جبرائیلؑ مڑنے کا حکم لایا تو علیؑ سن رہے تھے۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

علیؑ سن رہے تھے اور جب سن رہے تھے تو جیسے نبیؐ مڑے ویسے وہ مڑ گئے۔ لیکن جب مولا علیؑ سے کسی نے پوچھا کہ

''آپؑ کیوں مڑے؟''

تو کہا کہ

''میری نماز اور میری عبادت وہ تو پیغمبرؐ کی اطاعت کا نام ہے، میں تو پیغمبرؐ کی اطاعت کر رہا تھا، جیسے پیغمبر کر رہے تھے، ویسے میں مڑ رہا تھا۔''

اور لیجئے بیان میں یہیں آج سمیٹ دیتا ہوں۔

میرے سنی شیعہ بھائیو!

میری سمجھ میں یہ جبرائیلؑ کے نخرے ہی نہیں آئے۔ ارے جبرائیلؑ تو حکم لایا ہے تو تکبیر سے پہلے ہی سنا دے۔

توجہ رہے!

بھائی رخ ہی موڑنا ہے نا! تو پیغمبرؐ جیسے ہی کھڑے ہوئے ہیں ویسے ہی سنا دے۔ اچھا چلئے تکبیر کہی ہے' جب حمد پڑھ رہے ہیں سنا دے۔ مگر یہ کیا کہ جیسے ہی رکوع میں گئے حکم دے دیا کہ رخ موڑ لے اور پیغمبرؐ نے رخ موڑ دیا۔ یہ کیوں کیا تو نے؟ اس نے کہا' یہ میں نے جان بوجھ کے کیا۔ جان بوجھ کے اس لئے کیا کہ ذات واجب بھی یہی چاہتی تھی کہ رکوع کے عالم میں میرا حبیب مڑے اور نماز میں خلل نہ آئے تاکہ اگر رکوع کے عالم میں اس کا وصی زکوٰۃ دے تو کوئی اعتراض نہ کر سکے کہ علیؑ کی نماز میں خلل آ گیا۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

ارے! پیغمبرؐ مڑے تو آیت نازل ہوئی اور میرے مولاؑ نے رکوع میں انگوٹھی زکوٰۃ میں دی تو آیت نازل ہوئی:

انما ولیکم الله و رسوله و الذین امنوا الذین یقیمون الصلوة و یوتون الزکوة وهم راکعون

''اللہ ولی' رسول ولی اور وہ ولی جو حالت رکوع میں انگوٹھیاں زکوٰۃ میں دے دیتے ہیں۔''

اس وقت تو کسی کی سوچ میں یہ بات نہ آئی۔ صدیوں کے بعد اب ریسرچ شروع ہوئی کہ جناب علیؑ نے ہاتھ ہلایا۔ علیؑ نے زکوٰۃ دی' علیؑ کی نماز رہی کہ گئی؟ یہ آج ریسرچ شروع ہوئی کہ علیؑ کی نماز رہی کہ گئی؟ مگر اتنا سب سنی شیعہ تو مانتے ہیں کہ آیہ ولایت نازل ہو گئی۔ ارے میں کہتا ہوں فرض کیجئے اگر کوئی فیصلہ کر بھی دے کہ علیؑ کی نماز ٹوٹ گئی۔ چلئے میں وقتی طور پر اس کا ساتھ دیتا ہوں۔ میں کہتا ہوں چلئے!

اگر انگوٹھی دی تو علیؑ کی نماز ٹوٹ گئی۔ اگر اسی پر آپ خوش ہیں تو خوش ہو جائیں۔ لیکن مجھے ذرا سوچ کے بتا دیں کہ جس کی ٹوٹی ہوئی نماز پر ولایت مل جائے اس کی ثابت نماز پہ کیا ملے گا؟ اور مزے کی بات یہ ہے کہ مانگنے والا مانگ رہا تھا۔ ارے بھائی! اگر آپ پوری روایت کو غور سے پڑھیں تو مسئلہ سمجھ میں آ جائے گا۔

مانگنے والے نے مسجد کے دروازے پر مانگا:

"ہے کوئی اللہ کے نام پہ دینے والا' ہے کوئی اللہ کے نام پہ دینے والا' ہے کوئی اللہ کے نام پہ دینے والا!"

تین دفعہ مانگا' کوئی جواب نہیں ملا۔ مایوس ہو کر آسمان کو دیکھا اس نے! اس نے کہا:

"یا اللہ! میں تیرے گھر کے در سے خالی جا رہا ہوں۔"

اور جیسے ہی کہا میں تیرے گھر کے در سے خالی جا رہا ہوں' نمازی نے ہاتھ بڑھا دیا۔ یہ پہلے کیوں نہ ہاتھ بڑھایا؟ بس ختم کیا میں نے بیان! یہ پہلے کیوں نہ ہاتھ بڑھایا؟ مسئلہ یہ تھا کہ روایت کو مکمل پڑھیں تو حجاب اٹھ جائے گا۔ مانگنے والا مانگ رہا تھا' پہلے مسجد کے دروازے پر' چوتھی دفعہ اس نے وہاں آواز دی جہاں پہ نمازی پہنچا ہوا تھا۔ پہلے یہاں مانگ رہا تھا' وہ یہاں ہوتا تو دیتا۔ چوتھی دفعہ وہاں آواز دی جہاں پہ پہنچا ہوا تھا۔ اللہ نے کہا یہ تو نماز میں مصروف ہے' تو یداللہ سے زکوٰۃ لے لے۔

کیوں میرے محترم سامعین!

چلتے چلتے ایک بات اور ذہن میں آئی ہے' وہ بھی عرض کرتا چلوں۔ کیوں دوستو! ایمان سے بتائیں میں اگر آپ کے ہاں مہمان ٹھہر جاؤں اور آپ کے دروازے پہ کوئی مانگنے کے لئے آ جائے' اب اگر آپ نہیں دیتے تو انسلٹ (Insult) آپ کی ہے' میری تو نہیں۔ بولیں! بھائی فقیر اگر خالی جاتا ہے تو آپ کے خلاف

بولے گا' مجھے اس سے کیا۔ اس لئے کہ جس کے گھر پہ مانگ رہا ہے' اگر کچھ نہیں ملتا تو اس کو فکر کرنی چاہئے۔ شاید میں نہیں سمجھا سکا! بھائی اللہ کے دروازے پہ مانگ رہا ہے نا! تو فکر اللہ کو ہونی چاہئے' علیؑ کو اتنی فکر کیوں ہوئی؟ آپ کے دروازے پر کوئی مانگنے آئے' آپ دیں نہ دیں مجھے اس سے کیا۔ میں کہتا ہوں:

''اللہ کے دروازے پہ مانگ رہا تھا' علیؑ کو فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اللہ کا گھر تھا' چاہے اللہ دے' چاہے اللہ نہ دے۔ میرے مولاؑ تجھے کیوں فکر ہوگئی کہ یہاں سے یہ خالی نہ جائے۔''

تو میرے مولاؑ کا ایک ہی جواب ملا:

''بات یہ ہے' پڑھنے والے تو اللہ کے گھر میں سارے ہی نمازی ہیں' مگر فکر صرف مجھے ہے۔ صرف مجھے اس لئے ہے کہ کوئی اللہ کے گھر میں پیدا ہوتا تو فکر کرتا۔''

(بھائی ذرامل کے باآواز بلند نعرۂ حیدریؑ!)

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

بس یاد رکھئے گا! اللہ کا نام' اللہ کی عظمت' اللہ کی عزت.... خدا کی قسم! ان سب کی حفاظت جتنی اس گھرانے نے کی' دنیا کا کوئی فرد کرنہیں سکتا۔

میرے محترم سامعین!

نماز کی یادگاریں میں بتا رہا ہوں۔ ایسی ایسی یادگاریں ہیں' خدا کی قسم! آج میں اپنے اوپر لازم اور واجب سمجھتا ہوں۔ ایک ایسے نمازی کا تذکرہ کروں کہ جسے فاطمہؑ کے لالؑ نے اپنا سفیر بنا کے بھیجا۔ جس کا نام ہے جناب مسلمؑ! جیسے ہی کوفے میں تشریف لائے تھے ہزاروں افراد نے بیعت کی۔ ہزاروں افراد نے بیعت کی اور

جب پتہ چلا کہ پورا کوفہ ہاتھ سے نکلنے والا ہے تو ابن زیاد کو گورنر بنا کر بھیج دیا گیا۔ اس نے آتے ہی کوفے میں مارشل لاء لگا دیا۔ ہزاروں افراد نے ہاتھ پر بیعت کی۔ جناب مسلمؑ نماز میں مصروف رہے تو سب نے کہا کہ قبلہ! جماعت بھی آپ ہی کرائیں۔ تو جب جناب مسلم نے صبح کی جماعت کرائی تو ہزاروں افراد تھے' جب مارشل لاء لگا تو چند سو افراد تھے' جب ظہر کی نماز پڑھائی' جب عصر کی نماز پڑھائی تو بعض روایتوں میں ہے تین سو تھے' جب مغرب کی نماز پڑھائی تو تین چار تھے اور جب عشاء کی نماز پڑھائی تو اکیلے تھے۔ فاطمہؑ کے لالؑ کا سفیرؑ اکیلا کوفے میں' کوئی پرسان حال نہیں' گرفتاری کے لئے ہر طرف جاسوس اور سپاہی دوڑے ہوئے۔

مورخ نے لکھا' کہیں کوئی پناہ نہیں ملتی' کہیں کوئی جگہ نہیں ملتی۔ کبھی اس گلی میں کبھی اس گلی میں' کبھی کسی موڑ پر' کبھی کسی موڑ پر۔ جب آدھی رات ہوگئی تو گلی کے موڑ پر ایک دروازے کا تھڑا بنا ہوا تھا وہاں فاطمہؑ کے لالؑ کا سفیرؑ ماتھے پہ یوں ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔ بیٹھے بیٹھے جب کافی دیر ہوگئی تو اچانک اس گھر کی مالکہ نے گھر کا دروازہ بند کرنا چاہا۔ دروازہ بند کرنے آئی تو دیکھا' بکھرے ہوئے بال' خاک سر پہ پڑی ہوئی' لباس میلا' ایک پریشان حال انسان بیٹھا ہے۔ اس بوڑھی عورت نے کہا:

''اے شخص! آپ کون ہیں؟''

کہا:

''میں مسافر ہوں۔''

کہا:

''اگر تو مسافر ہے' تجھے پتہ نہیں کہ کوفے میں مارشل لاء لگا ہوا ہے' ہر ایک کو گرفتار کرنے کے لئے پولیس پھر رہی ہے۔ تو یہاں سے جا' اپنے گھر جا۔''

ٹھنڈا سانس لے کر کہا:

''مائی! میرا کوئی گھر نہیں، کوئی گھر نہیں ہے۔''

کہا:

''دیکھ! تیری وجہ سے میں مصیبت میں نہ پھنس جاؤں۔ تیرا کوئی گھر نہیں ہے تو مسجد میں چلا جا۔''

کہا:

''بی بی! مجھے مسجد میں بھی کوئی نہیں رہنے دیتا۔''

کہا:

''کہا کہیں جا، یہاں سے چلا جا۔''

یہ کہہ کر اس نے دروازہ بند کیا۔ جناب مسلمؑ اٹھے، اٹھتے اٹھتے زبان سے ایک دفعہ ٹھنڈی آہ نکلی اور زبان سے نکلا:

یاعلیؑ ادرکنی

''میرے وارث میری مدد کر!''

بس جیسے ہی زبان پر یاعلیؑ کا لفظ آیا، اس خاتون نے پھر دروازہ کھول دیا۔ جاتے ہوئے مسلمؑ کو آواز دے کر کہتی ہے:

ایھا الغریب

''او پردیسی! ادھر آنا۔''

جناب مسلمؑ سر جھکائے ہوئے پھر آ گئے۔ مائی کہتی ہے:

''ایک بات بتا! یہ تو نے اٹھتے وقت کسے آواز دی تھی؟''

کہا:

''بی بی! میں نے اپنے وارث کو پکارا تھا۔''

''تیرا وارث کون ہے؟''

''علیؑ کے سوا بھی کوئی وارث ہے۔''

ایک دم وہ کہتی ہے:

''تو علیؑ کو جانتا ہے؟''

وہ غریب' پردیسی' سفیر کہتا ہے:

''علیؑ کو جتنا میں جانتا ہوں اتنا کوئی نہیں جانتا۔''

اس نے چپ کر کے کہا:

''چپ کر کے میرے گھر میں آ جا۔''

گھر میں بلایا' دروازہ بند کر دیا:

''تیرا نام کیا ہے؟''

جناب مسلمؑ نے کہا:

''مجھے مسلمؑ کہتے ہیں۔''

ایک دم پاؤں پہ دوپٹہ رکھ کے کہتی ہے:

''کون مسلمؑ' فاطمہؑ کے لالؑ کا سفیر! جس کی گرفتاری کے لئے سارا سامان ہو رہا ہے۔ کون کہتا ہے تیرا گھر نہیں ہے؟ یہ میرا گھر تیرا گھر ہے۔ کیا کھاؤ گے' پیو گے۔ میں تیری کنیز ہوں' میں تیری خدمت کروں گی۔''

کہا:

''مائی! نہ کھانے کو دل کرتا ہے نہ پینے کو دل کرتا ہے۔''

میرے محترم سامعین!

ایک دو دن وہاں قیام کے بعد جب گھر گھر چھاپے پڑنے لگے تو جناب مسلمؑ

نے کہا:

''بی بی! میری وجہ سے تو کسی مشکل میں گرفتار نہ ہو جانا' میں یہاں سے چلتا ہوں۔''

اور جب چلنے لگے تو اس بی بی نے' اس مائی نے' مومنہ نے مسلمؑ کے پاؤں پہ دوپٹہ رکھ کر ہاتھ جوڑ کر صرف اتنا کہا:

''نہ میں تیری کوئی سیوا کر سکی' نہ تیری کوئی خدمت کر سکی۔ میں نے پہلے دن تجھے دروازے سے اٹھنے کے لئے کہہ دیا تھا مجھے تیرا تعارف نہیں تھا۔ قیامت کے دن میری شہزادیؑ سے شکایت نہ کر دینا' شکایت نہ کر دینا۔''

میرے سنی شیعہ بھائیو!

جناب مسلمؑ وہاں سے چل دیئے (اور بس بات سمیٹتا ہوں) آخر میں گرفتار ہو گئے۔ آٹھ اور نو کی درمیانی رات جب ساری دنیا عید کی تیاریوں میں مصروف تھی' ساری دنیا عید کے لئے کپڑے تیار کر کے رکھے ہوئے تھی' عین اسی دن مسلمؑ کے بازوؤں میں رسیاں تھیں' پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ ابن زیاد کا دربار تھا' حسینؑ کا سفیرؑ تھا اور خدا کی قسم! چہرہ زخمی' ہونٹ زخمی' ماتھا زخمی' چپ کھڑے ہیں۔ ادھر سے حکم ملا جلاد سے کہا لے جاؤ اور مکان کی آخری منزل پر کھڑا کر کے اس کا سر قلم کر دو۔ اب مسلم ہیں' جلاد ہے۔ جلاد لے کر سیڑھیاں چڑھ رہا ہے' مسلمؑ انا للّٰہ پڑھ رہے ہیں۔ آخری منزل پر پہنچے جلاد نے تلوار نکالی' مسلمؑ بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ چپ کھڑے ہیں' ادھر مسلمؑ کھڑے ہیں ادھر حسینؑ ابن علیؑ منزل زبالہ پہ بیٹھے تھے۔ اچانک کوفے کی طرف جو نظر اٹھی' نگاہِ امامت سے جو منظر نظر آیا' مولاؑ کے چہرے کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہو گیا۔ سرکار عباس غازیؑ دوڑ کر قریب آئے' کہتے ہیں:

مولاؑ خیر تو ہے، مولاؑ یہ آپ کے چہرے کا رنگ کیوں بدل گیا؟''

کہا:

''عباسؑ بھائی! ذرا میرے قریب آنا۔''

اور جب قریب آئے اور کہا:

''ذرا میری ان دو انگلیوں میں منظر تو دیکھنا۔''

اور جیسے ہی دو انگلیوں میں منظر دکھایا تو کیا دیکھا مسلمؑ کا سر جھکا ہوا ہے، تلوار جلاد کی اٹھی ہوئی ہے۔ عباس غازیؑ نے آنکھیں بند کر دیں، آنکھیں بند کر کے جلدی سے مولاؑ کے قدموں پہ ہاتھ رکھ کر کہا:

''مولاؑ، میرے سردار!! جس معجزے سے یہ منظر دکھایا ہے اسی معجزے سے مجھے ذرا کوفے بھیج دیجئے، مجھے کوفے پہنچا دیجئے، پھر میں جا کر دیکھتا ہوں۔ مولاؑ بے بسی کا عالم ہے، مولاؑ جلاد کی تلوار اٹھی ہوئی ہے اور مسلمؑ بے بس ہو کر سر جھکائے ہوئے ہیں، مولاؑ کوئی وارث نہیں ہے ان کا؟''

مولاؑ نے کہا:

''نہیں عباسؑ بھائی! ذرا اب منظر دیکھنا۔''

اب جو عباس نے منظر دیکھا تو کیا نظر آیا، دائیں طرف پیغمبرؐ ہیں، بائیں طرف عقیلؑ ہیں۔ تلوار چلنے والی ہے، مسلم کا سر جھکا ہوا ہے اور جناب عقیلؑ پیغمبرؐ سے پوچھ رہے ہیں:

''یا رسول اللہؐ! میری اولاد سے خوش تو ہیں آپؐ!''

کہا:

''مولاؑ! اب تو وارث بھی پہنچ گئے۔''

کہا:

''عباسؑ بھائی اب دیکھنا!''

عباسؑ نے جواب منظر دیکھا تو آنکھیں بند کر لیں۔ کیا منظر دیکھا؟ تلوار چل چکی ہے، سر کٹ کے گر رہا ہے، سڑک کے اوپر ایک سیاہ پوش بی بیؑ اپنا دامن پھیلا کے کہہ رہی تھیں:

''مسلمؑ! بقیہ چھوڑ کے تجھے لینے آئی ہوں۔ میرے لالؑ! تیرا سر زمین پر نہ گرے، میں اپنی گود میں لینے کے لئے آ گئی ہوں۔''

میرے عزیزو!

ساری دنیا عید منا رہی تھی اور پردیسی مسلمؑ کے پاؤں میں رسیاں بندھی ہوئیں، لاش کوفے کے بازاروں میں پھرائی جا رہی تھی۔ یہ وہ درد ہے جو ہمیں رلاتا رہے گا اور مسلمؑ کا سر کوفے کے صدر دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ یہ سر لٹکا رہا، کب تک لٹکا رہا؟ جب کاروانِ آلِ محمدؐ کوفے کے بازار سے گزرنے لگا تو میرے استاد مرحوم نے لکھا کہ چلتے ہوئے بیمار کے قدم رک گئے۔ شہزادیؑ نے کہا:

''بیٹا! کونسی جگہ ہے؟''

کہا:

''اماں یہ کوفہ ہے۔''

میری شہزادیؑ نے کہا:

''ہاں بیٹا میں سمجھ گئی، یہ وہی دروازہ ہے نا! جہاں میرا باپ میرے استقبال کو آتا تھا۔ ان سے کہہ دو ہم اس دروازے سے نہیں جائیں گے، ہم نہیں جائیں گے۔''

علیؑ کی بیٹی کے ''نہیں'' میں وہ جلال تھا کہ مورخین نے لکھا کہ اونٹوں کے

گلے میں بجتی ہوئی گھنٹیاں بھی خاموش ہو گئیں، لوگوں کے سانس رک گئے اور یہ چیز قیامت تک ہر مسلمان کا دل زخمی کرتی رہے گی کہ ایک گستاخ نے آگے بڑھ کر کہا:

''علیؑ کی بیٹی تمہیں جانا پڑے گا۔''

علیؑ کی بیٹی نے کہا:

''ہم نہیں جائیں گے۔''

کہا:

''نہیں تجھے جانا پڑے گا۔''

اور جس فقرے نے ہمیں زخمی کر دیا وہ یہ تھا کہ وہ گستاخ کہتا ہے کہ

''علیؑ کی بیٹی تمہیں غلط فہمی ہے آج تم کوفے کی شہزادی نہیں ہو،
آج ہماری قیدن ہو۔ قیدن ہو تمہیں جانا پڑے گا۔''

بھائی ادھر قیدن کا نام آیا، گود میں بیٹھی تھی پونے چار سال کی بچی، وہ تڑپ کے کھڑی ہو گئی۔ کہتی ہے:

''پھوپھی اماں!''

''جی بیٹا سکینہؑ!''

''اس دنیا میں کوئی نبی گزرے ہیں جناب صالحؑ؟''

کہا:

''ہاں بیٹا! تو کیوں پوچھتی ہے؟''

کہا:

''اماں! اس کی ایک اونٹنی تھی؟''

''ہاں تھی۔''

''قوم نے اسے قتل کر دیا؟''

کہا:

''ہاں بیٹا!''

''اس کا ایک بچہ تھا۔ اس نے ٹیلے پہ چڑھ کے فریاد کی تھی' اللہ نے پوری قوم پہ عذاب نازل کر دیا تھا۔''

شہزادیؑ کہتی ہے:

''ہاں بیٹا! بالکل صحیح ہے' قرآن کا واقعہ ہے۔ تو کیوں پوچھتی ہے؟''

بچی تڑپ کے کھڑی ہو گئی۔ کہتی ہے:

''پھوپھی اماں! پھوپھی اماں! کیا میں مرتبہ میں اس بچے سے کم ہوں۔ پھوپھی اماں تو مجھے اجازت دے میں بال کھول کر بددعا کرتی ہوں اس قوم کے لئے جس نے تیرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں' جس نے تیرے ہاتھ گردن سے باندھ دیئے۔''

میرے مولا حسینؑ کا سر جو نوک نیزہ پہ آیا' چکر لگاتا ہوا سامنے آیا۔ بیٹی کا ماتھا چوما' بہن سے کہا:

''میری بہن! میری خاطر آ جا' آ میری بہن! میں چل رہا ہوں تو میرے پیچھے پیچھے آ جا۔''

بہن نے سر جھکایا:

''حسینؑ جو تیری رضا وہ میری رضا!''

یہ کہہ کر جیسے بازار میں قدم رکھا' ایک آواز آئی:

السلام علیک یا بن رسول اللہ

میری شہزادیؑ نے دیکھا' کون ہے دشمنوں میں بھائی کو سلام کرنے والا؟

اچانک آواز آئی:

السلام علیک یا بنت رسول اللہ

''رسولؐ کی بیٹی! تجھ پر بھی میرا اسلام!''

اب جو شہزادیؑ نے بال ہٹا کے دیکھا' کیا دیکھتی ہیں' ایک دروازے پر جناب مسلمؑ کا سر لٹکا ہوا تھا۔ سر مسلم سے آواز آ رہی تھی:

''میری شہزادیؑ ! تیرا سفیر استقبال کے لئے حاضر ہے۔ میری شہزادیؑ ! میں تیرے استقبال کے لئے تیرا سفیر موجود ہوں۔''

تو میری شہزادیؑ نے جو پہلا جملہ کہا' یہ کہا:

''ارے بھیا مسلمؑ ! تم تو یہاں آرام کر رہے ہو' وہ تیری جوڑی پھولوں جیسی کہاں چلی گئی؟ وہ تیرے لال کہاں گم ہو گئے مسلمؑ ؟''

الٰھی عبدک۔۔۔۔

پروردگار! جتنے حضرات اس مجلس عزا میں شریک ہیں' انہیں دنیا و آخرت میں سرخروئی عطا فرما۔ جتنے یہاں تشریف رکھتے ہیں اور جو بامر مجبوری نہیں آ سکے' جو حج و زیارات کے متمنی ہیں' انہیں وہ شرف عطا فرما' جو بے اولاد ہیں' انہیں اولاد نصیب فرما' جو مقروض ہیں' انہیں بار قرض سے نجات عطا فرما' جو پریشان ہیں' ان کی پریشانی کا خاتمہ فرما' ہمارے ملک کو نظر بد سے محفوظ رکھ' مسلمانوں میں اتحاد' اتفاق' محبت اور اخوت کی دولت تقسیم فرما اور دشمن کے ارادوں کو ناکام کر اور بارہویں سرکارؑ کا ظہور فرما:

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

❁ ❁ ❁

مجلس سوئم

اعوذ بالله من الشیطن اللعین الرجیمO

بسم الله الرحمن الرحیم

یآیھا الذین امنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (صلواۃ)

حضرات محترم!

میں اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا اعتراف کرتے ہوئے اس آیہ مبارکہ کے بارے میں مسلسل گفتگو کر رہا ہوں۔ جس میں ارشاد ہو رہا ہے کہ

"ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو' اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔"

خطاب ہے ایمان والوں سے! مومنوں سے خطاب ہے۔ اب ہمیں کیسے پتہ چلے کہ وہ مومن کون ہیں؟ کیسے پتہ چلے؟ اس لئے کہ پورے قرآن مجید میں' میں نے یہ دیکھا کہ اللہ' خداوند عالم جب بھی براہ راست بات کرتا ہے تو وہ مومن سے کرتا ہے۔

براہ راست نہ وہ کافر سے بات کرتا ہے نہ وہ مشرک سے بات کرتا ہے نہ وہ منافق سے بات کرتا ہے بلکہ اگر کسی کافر سے بات کرنی ہو تو وہ خود بات نہیں کرتا' وہ اپنے حبیبؐ سے کہتا ہے:

قل للذین کفروا

''میرے حبیبؐ! تم کافروں سے کہہ دو۔ آپؐ کہہ دیں کافروں سے' میں ان کو منہ نہیں لگاؤں گا۔''

بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے ایک شخص آپ کو اچھا نہیں لگتا۔ آپ اپنے دل کی بات اس تک پہنچانا بھی چاہتے ہیں' براہ راست بات بھی نہیں کرنا چاہتے تو آپ خود بات نہیں کرتے' ساتھ والے سے کہتے ہیں' بھائی اس سے کہہ دو' یہ یہاں سے چلا جائے۔ آپ کہہ دیں یہ چلا جائے۔ بھائی اسی طرح اللہ بھی اپنے رسولؐ سے کہتا ہے' تم کہہ دو! میں بات نہیں کرتا۔ بات جب بھی کرتا ہے مومن سے کرتا ہے۔ اب اگر ہم سرکار دو عالمؐ کے عہد میں ہوتے تو ہم سرکارؐ سے خود ہی پتہ کر لیتے کہ وہ مومن کون ہے کہ جس سے اللہ براہ راست بات کرتا ہے۔ مگر ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم پیدا ہونے میں لیٹ ہو گئے' چودہ سو سال بعد پیدا ہوئے۔ چودہ سو سال پہلے پیدا ہوتے' سرکار دو عالمؐ کا عہد ہوتا' سبحان اللہ! ان آنکھوں سے سرکارؐ کا نور منور دیکھتے' خلوص مودت سے' سرکارؐ سے مصافحہ کرتے' سرکارؐ کی محفل میں بیٹھتے' سرکارؐ سے باتیں سنتے' سرکارؐ سے باتیں پوچھتے' اچھے کام کرتے' سبحان اللہ ہوتی' مر جاتے رضی اللہ ہو جاتے۔

بھائی سرکارؐ کا دور تھا نا! لیکن کریں تو کیا کریں؟ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ میری گفتگو کسی عالم' فاضل' بہت بڑے علامہ' مجتہد' محقق کی گفتگو سمجھ کے نہ سنا کریں' ایک طالب علم کی باتیں ہیں' دل و دماغ قبول کرے تو قبول کیجئے۔ آپ یقین فرمائیے کہ میں نے انتظامیہ سے پہلے ہی سال کہا تھا کہ بھیا! میں بیمار آدمی ہوں' دل کی

تکلیف ہے' اتنا طویل سفر طے کر کے آنا میرے لئے مشکل ہوتا ہے لیکن ان کا خلوص' اہالیان فیصل آباد کے دل کی لگن' ان کی پکار' اس انداز سے انہوں نے مجھ تک پیش کی کہ میں آنے پہ مجبور ہو گیا۔ اب میں منبر پہ زبردستی کھڑا کیا جاتا ہوں اور جو منبر پہ زبردستی کھڑا کیا جائے وہ بڑا صاف گو ہوتا ہے' وہ کہہ دیتا ہے' دیکھو صاف بات کروں تو ماننا' ٹیڑھا ہو جاؤں تو سیدھا کر دینا۔

توجہ ہے صاحبان کرام!

اسی لئے میں عرض کرتا ہوں کہ میری یہ سیدھی سادی سمپل باتیں ہیں اور ہر مکتبہ فکر کے لئے ہیں۔ آپ یقین کیجئے کہ میرا خطاب صرف مسلمانوں سے نہیں ہے' ہندو ہو' سکھ ہو' عیسائی ہو' یہودی ہو' بندے دا پتر ہو' حسینؑ ابن علیؑ کا پیغام تو پوری انسانیت کے لئے ہے۔ پوری انسانیت کے لئے اور آپ یقین فرمائیں یہ کیا فرقہ وارانہ چپقلش اور کیا ایک دوسرے کے ساتھ کھچاؤ اور کیا تناؤ؟ میں اتنے فرقوں کا قائل ہی نہیں ہوں۔ اس مختصر سی عمر میں دنیا جہان کا تو میں نے دورہ کیا فاطمہؑ کے لالؑ کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا' وہاں تک مولاؑ مجھے لئے گیا جہاں بورڈ لگا ہوا تھا انڈ آف دی ورلڈ (End of the World) کہ ورلڈ یہاں پہ ختم! وہ ناروے کا نارتھ کا وہ علاقہ جہاں چھ مہینے کا دن' چھ مہینے کی راتیں۔ میں اپنے شہنشاہؑ کا ذکر کرنے وہاں تک گیا ہوں۔ مجھے اس منبر کی عظمت کی قسم ہے کہ جس شہنشاہؑ کا ذکر میں وہاں تک کرنے گیا جہاں دن غروب نہیں ہوتا' جہاں ورلڈ ختم ہو رہا ہے' بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ میں نے جب غور سے اس بورڈ کو پڑھا تو مجھے مولائے کائناتؑ کی قسم ہے وہاں پر بھی کسی نے پنسل سے لکھا ہوا تھا:

حسینٌ منی و انا من الحسینٌ

میں بخدا اسی نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی صاحبان کی یہ کم علمی ہے کہ ایک دوسرے

میں فرکشن (Friction) پیدا کر دی' بھائی کو بھائی سے جدا کرنے کی کوشش کی۔ میں سمجھتا ہوں اسلام میں نہ اتنے فرقے ہیں بلکہ دنیا میں نہ اتنے مذاہب ہیں۔ آپ یقین کیجئے کہ فرقے ہیں تو صرف دو ہیں' مذہب ہیں تو صرف دو ہیں۔ یہ میرا محدود مطالعہ اور دنیا جہان کی سیر کر کر کے میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں' فرقے ہیں تو صرف دو ہیں' مذہب ہیں تو صرف دو ہیں' نہ بہت فرقے ہیں' نہ بہت مذہب ہیں' پوری دنیا کا جائزہ میں نے لیا۔ میں مندروں میں گیا ہوں' میں گردواروں میں گیا ہوں' میں نے برلن میں' سب سے بڑے چرچ میں تقریریں کی ہیں' مجھے ''ویٹی گن سٹی'' سے ''گوجان والی'' کا دعوت نامہ موصول ہوا کہ آپ ہمارے پاس آئیں' آپ حضرت عیسیٰؑ' حضرت مریمؑ اور اپنے جتنے معصومینؑ ہیں ان کا تذکرہ ہمیں سنائیں۔ میں دنیا کے ہر کونے پر گیا ہوں' میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں' نہ بہت مذہب ہیں' نہ بہت فرقے ہیں' مذہب ہیں تو صرف دو' فرقے ہیں تو صرف دو یا عاشق حسین ہیں یا دشمن حسین..... (ایک صلواۃ پڑھ لیں مل کر با آواز بلند محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

توجہ ہے دوستو یا نہیں!

اس لئے میرا جی یہ چاہتا ہے کہ ہر مذہب کا آدمی آئے' ہر مکتبہ فکر کا انسان بیٹھے اور سنے کہ ہم اپنے مولاؑ کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں اور میں نے خدا کی قسم اس تقریر میں جو برلن سے ٹیلی کاسٹ کی گئی' اس میں بھی میں نے یہ کہا تھا کہ میں چیلنج کرتا ہوں کہ میرا رہبرؑ' میرا مولاؑ' میرا آقاؑ جو خصوصیات رکھتا ہے۔ اس میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے' چاہے وہ ہندو ہوں' چاہے وہ سکھ ہوں' چاہے وہ عیسائی ہوں' چاہے وہ یہودی ہوں' چاہے وہ نصران ہوں' چاہے وہ دہریہ ہوں۔ میرا چیلنج ہے کہ آج تک کسی مذہب کا رہبر' کسی مذہب کا لیڈر' کسی مذہب کا پیشوا' کسی مذہب کا قائد' اپنے اپنے مذہب کے عبادت خانے میں پیدا نہیں ہوا' سوائے میرے مولا علیؑ کے! (مل کے

باآواز بلند نعرۂ تکبیر... نعرۂ رسالتؐ.... نعرۂ حیدریؑ!)

توجہ ہے دوستو یا نہیں!

یہ وہ خصوصیات ہیں' ملت مسلمہ کو فخر کرنا چاہئے' اپنے ان رہبروں پر اور مذاہب عالم کے مقابلے میں فخر کرنا چاہئے۔ تو میں گزارش یہ کر رہا تھا آپ کی خدمت میں کہ ہمارا اللہ بہ یقین ہے' اطاعت کا حکم ہے' مومنوں سے خطاب ہے۔ میری بات یاد ہے نا! وہ درمیان میں بات مڑ گئی ذرا.... اب ہم کیسے پتہ کریں کہ مومن ہے کون؟ کہ جس سے اللہ براہ راست بات کرتا ہے۔ ہم نے اپنی عقیدت کا بستر بوریا سمیٹا' چودہ سو سال کا سفر کیا' عالم تصور میں! سرکار دو عالمؐ کی بارگاہ میں پہنچے۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں!

یہ میرا اپنا ایک انداز ہے گفتگو کرنے کا! ہم سارے فیصل آباد والے' ہر مکتبہ فکر کے رہنے والے' بسنے والے' ہم پہنچ گئے وہاں سرکارؐ کی بارگاہ میں۔ سرکارؐ کی بارگاہ سبحان اللہ! فرشتوں کی دربانی تھی' عصمت کا حصار تھا' عفت کے حجاب تھے' تقوے کا دور تھا' اطاعت کی قنات تھی' تطہیر کا فرش تھا' خاک شفا کا مصلیٰ تھا' فاطمہؑ کی تسبیح تھی' پنجتن کا پنج سورہ تھا' تکبیر کا ماحول تھا' تقدیس کی فضا تھی' ملکوت کے تھے' نبوت کا فانوس تھا' توحید کی شمع روشن تھی' صحابہ کرام' الصحابی کالنجوم کی مانند سرکار دو عالمؐ کو گھیرے ہوئے تھے' آفتاب رسالتؐ افق منبر پر چمک رہا تھا' آب وحی کی دھلی ہوئی زبان سے خطبہ فیض چل رہا تھا' دین و دنیا کے مسائل بیان ہو رہے تھے۔ ہم بھی فیصل آباد والے پہنچ گئے' سلمانؓ و ابوذرؓ نے ہمارا بھی استقبال کیا۔ سرکار دو عالمؐ نے کہا:

"ٹھیک ہے بیٹھ جائیں آپ۔"

بیٹھ گئے۔ ہم نے کہا:

''سرکارؐ! اتنا سفر طے کر کے صرف اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ ذرا آپؐ اپنی زبان سے بتا دیں کہ مومن کون ہے؟ کون ہے مومن؟''

سرکارؐ نے کہا:

''سنو! اطمینان سے بیٹھو' چودہ سو سال کا سفر طے کر کے آئے ہو' ابھی جتنےؑ اسلام کے احکامات میں بیان کر رہا ہوں سنتے رہو۔''

قبلہ! ہم بیٹھ گئے۔ سبحان اللہ! سرکارؐ خطبہ دے رہے تھے۔ ہوائیں رک رک کے سن رہی تھیں' ستارے جھک جھک کے دیکھ رہے تھے' ارواح انبیاءؑ سمت کے قریب آ گئی تھیں' موسیٰؑ دیکھ رہے تھے' عیسیٰؑ ملاحظہ کر رہے ہیں' یعقوبؑ مشاہدہ کر رہے ہیں' یوسفؑ سکتہ میں کھڑے ہوئے ہیں' ہم بھی انتظار میں بیٹھے رہے کہ دیکھیں کب سرکارؐ فرماتے ہیں کہ مومن کسے کہتے ہیں؟ ایک سال گزر گیا' دوسرا سال گزرا' تیسرا سال گزرا' چوتھا سال گزرا' حتیٰ کہ دوستو! دس بارہ سال گزر گئے۔ ہم نے کہا:

''سرکارؐ! ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ ہم تو یہ پوچھنے آئے تھے کہ مومن کسے کہتے ہیں؟''

کہا:

''دیکھو! اب تو ہماری ہجرت کا وقت آ گیا' سمجھے!''

ہم نے کہا:

''سرکارؐ! ہم نے تو واپس بھی جانا ہے۔''

کہا:

''بسم اللہ! اگر جی چاہتا ہے واپس جانے کو تو چلے جاؤ اور اگر ہمارے ساتھ چلنا ہو تو ہمارے ساتھ چلو تمہیں خود بخود ہی علم ہو

جائے گا کہ مومن کسے کہتے ہیں۔

توجہ ہے صاحبان!

قبلہ وہاں سے چلے اور مدینہ پہنچ گئے' وہاں پر بھی ایک سال گزرا' دو سال...... آخر ہم نے کہا:

''سرکارؐ! ہم تو اب واپس جا رہے ہیں۔''

سرکارؐ نے کہا:

''ٹھیک ہے اگر اتنی ہی جانے کی جلدی ہے تو جا کے دکھاؤ کیسے جاؤ گے؟''

اب جو باہر ہم نکلے تو واقعاً جانے کا کوئی رستہ ہی نہیں' جنگ کے بادل منڈلائے ہوئے' چہرے اترے ہوئے' لوگ سہمے ہوئے' خندقیں کھدی ہوئیں۔

توجہ ہے صاحبان!

اب ہم جائیں تو کیسے جائیں؟ اچھا ہم اس سوچ میں تھے کہ یہ خندق شاید اس لئے کھدی ہے کہ باہر کا دشمن اندر نہ آ جائے۔ قرآن مجید نے کہا:

''حالت یہ تھی اس وقت کہ

اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون بالله الظنونا

دل سینے سے نکل کے گلے میں پھنس گئے تھے' آنکھیں پھٹ گئی تھیں' اللہ کے متعلق بدگمانیاں بڑھ گئی تھیں۔''

تاریخ نے کہا:

کانما علی رؤسهم الطیر

''اس طرح سہمے کھڑے تھے مجاہدین کہ جیسے سروں پر پرندے
بیٹھے ہوئے ہیں' سر ہلا نہیں کہ پرندہ اڑا نہیں' سب خاموش!''

اب ہم نے کہا:

''ٹھیک ہے۔''

اطمینان سے کھڑے ہیں یہ' اس لئے کہ خندقیں کھدی ہوئی ہیں' اندر آئے گا کون؟ اچانک دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ جب ہم نے دیکھا کہ ایک دشمن خدا و رسولؐ، گھوڑے کو بھگاتا ہوا' خندق پھلانگتا ہوا' سیدھا اندر آ گیا۔ ارے ہم نے کہا یہ تو خندق پھلانگ کے اندر آ گیا۔ ہم نے کہا چلو' اب آیا جو ہے تو ابھی مرمت ہو جائے گی اس کی! کوئی تو اسے روکے گا کہ بڑے میاں کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کدھر جا رہے ہو؟ لیکن تاریخ نے کہا کہ نہیں' وہ آیا اور بڑے اطمینان سے گزرتا گیا اور سب خاموش کھڑے رہے۔ میں پھر یہ سوچنے پہ مجبور ہوا کہ شاید خندق ہم نے سمجھا تھا اس لئے کھدی ہے کہ باہر والا اندر نہ آ جائے۔ یہ تو آ گیا! معاملہ کچھ الٹا نظر آیا' شاید اس لئے کھدی ہے کہ یہ اندر والے باہر نہ چلے جائیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ اطمینان سے چلتا چلتا خیمہ رسالتؐ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے وہیں سے آواز دی کہ

''او کلمہ پڑھنے والو! او مسلمانو! میرا نام عمر ابن عبدود ہے۔ تمہارا فلسفہ اسلام میں سن چکا ہوں' تمہارا فلسفہ اسلام یہ ہے کہ جو مجھ سے لڑ کر مرے وہ شہید ہے' جنت میں جائے گا۔ جو زندہ رہے گا وہ مجاہد ہے تو جنت میں جائے گا۔ عجیب تمہارا دستور ہے کہ یوں بھی جنت تمہاری' یوں بھی جنت تمہاری! اگر جنت کا اتنا ہی شوق ہے تمہاری جنت میں تلوار کی دھار پہ لئے کھڑا ہوں جس کا جی چاہے آئے لے جائے۔ آؤ یہ جنت تمہاری میری تلوار کی دھار پہ ہے' لے جاؤ۔''

سب خاموش، سب چپ! اتنے میں اس نے گستاخی یہ کی کہ خیمہ رسالتؐ کے پاس جا کے نیزہ گاڑ دیا اور نیزہ گاڑ کے اس نے ایک دفعہ ایک نعرہ لگا کر کہا:

ابرز یا محمدؐ

''اے سرکار دو عالمؐ! ان میں سے تو کوئی آتا نہیں، اب آپ ہی مقابلے میں آ جائیں۔''

سرکار دو عالمؐ نے ایک دفعہ میدان کو دیکھا اور زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا:

من لهذا الکلب

''ہے کوئی جو اس کتے کی بھونک کو بند کرے، ہے کوئی جو اس کتے کی بھونک کو بند کرے۔''

ہم جتنے عقیدت مند تھے، یہاں کے گئے ہوئے، چودہ سو سال کے مسافر، ہم سرکارؐ کے قدموں پہ گر گئے۔ ہم نے کہا:

''سرکارؐ! آپؐ تو مجسم خلق عظیم ہیں، یہ آپ ہم پہ چھوڑ دیں ہم اسے کتے سے بھی بدتر کہہ دیں گے۔ یہ آپؐ کی زبان سے کتا کیوں نکلا اس کے لئے؟ خلق عظیم اور کہنا ہے کوئی جو اس کتے کی بھونک کو بند کرے۔''

ارشاد ہوا:

''بات یہ ہے میں بغیر وحی کے بولتا نہیں، وحی خلاف حقیقت ہوتی نہیں۔ میں اسے کبھی کتا نہ کہتا مگر وحی الٰہی نے کہا کہو اسے کیوں؟

لانه خوفنی علی بابی

تم نے دیکھا نہیں ہے کہ اس نے نیزہ لے کر میرے خیمے کے در پہ آ کے مجھے ڈرایا ہے:

ومن يخوف معصوما علی بابه فهو کلب

یاد رکھنا کہ جو کسی معصومؑ کو دروازے پر ڈرانے آتا ہے' اس کی حقیقت ہے کہ کتا ہو جائے۔ میں نے وحی الٰہی سے کہا ہے جو کچھ کہا ہے۔ ہے کوئی اس کے مقابلے میں جانے والا اور جو جائے گا:

یکون اخیی و وزیری و مشیری و خلیفتی

میں اعلان کر رہا ہوں میرا بھائی ہو گا' میرا مشیر ہو گا' میرا خلیفہ ہو گا' میرا جانشین ہو گا' میرا وصی ہو گا' اللہ کا ولی ہو گا' جو بھی جائے۔"

خدا کی قسم میرا چیلنج ہے' جتنے مسلم غیر مسلم لکھنے والے مورخین ہیں۔ ان سب کی لکھی ہوئی آپ تاریخیں کھول کے دیکھیں تو ایک ہی جملہ ملے گا کہ سب خاموش رہے' سب چپ رہے۔ جو سب سے چھوٹا تھا جس کا نام علیؑ تھا' وہ کھڑا ہو گیا اور آواز دے کر کہا:

انا له یا رسول الله

"اللہ کے رسولؐ میں حاضر ہوں۔"

سرکار دو عالمؐ نے کہا:

"نہیں بیٹھ جاؤ۔"

بٹھا دیا' پھر پوچھا:

"کوئی جانے والا؟"

پھر وہی اٹھا' پھر بٹھا دیا۔ پھر پوچھا:

"ہے کوئی جانے والا؟"

پھر وہی اٹھا' تو سرکار دو عالمؐ نے سینے سے لگایا۔ اپنا عمامہ جس کا نام سماک تھا' علیؑ کے سر پہ رکھا۔ اپنی زرہ جس کا نام فصول تھا' علیؑ کے زیبِ تن کرائی۔ امامتؑ رسالتؐ کے جلوؤں سے آراستہ ہو کر خراما خراما جو روانہ ہوئی' نہ جانے کس ادا سے علیؑ نے قدم اٹھائے تھے کہ نگاہ رسالتؐ جو قدم امامت پہ پڑی۔ بے ساختہ زبان رسالتؐ پکار اٹھی:

لقد برز الایمان کله

''یہ کل ایمان جا رہا ہے۔''

الی الکفر کله

''کل کفر کی طرف!''

بس جیسے ہی زبان رسالتؐ پکار اٹھی کہ کل ایمان جا رہا ہے۔ ہم جو وہاں بیٹھے تھے نا! یہ چودہ سو سال کے مسافر' ہم علیؑ علیؑ کر کے کھڑے ہو گئے۔ ہمیں دنیا نے کہا:

> ''ارے! نعرۂ تکبیر پہ جوش نہیں آتا' نعرۂ رسالتؐ پہ جوش نہیں آتا اور جہاں کل ایمان کا نام آیا ایک دم جوش میں علیؑ علیؑ کر کے کھڑے ہو گئے۔ وجہ؟''

ہم نے کہا:

> ''جناب! ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور کے لوگ ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی کے قانون نے علیؑ علیؑ کروا دیا۔''

انہوں نے کہا:

> ''یہاں سائنس کیسے آ گئی بیچ میں؟''

ہم نے کہا' بات یہ ہے ہم تو چودہ سو سال بعد والے ہیں نا! ہمیں سائنس دانوں نے اور سائنس کا قانون یہ بتا تا رہا ہے کہ ہر جز اپنے کل کی طرف بے ساختہ کھنچ

جاتا ہے۔ نہیں سمجھا سکا! یہ باتیں میں بچوں کے لئے کر دیتا ہوں' بزرگ تو سمجھے ہوئے ہیں مثلاً آپ اس شامیانے کے ساتھ ایک مٹی کا گلہ باندھ دیں' وہ ایک دن نہیں' دو دن نہیں' تین دن نہیں' وہ قیامت تک لٹکا رہے گا۔ جیسے ہی دھاگہ ٹوٹے گا وہ اوپر جائے گا کہ نیچے آئے گا؟ نیچے آئے گا' کیوں؟ اس لئے کہ وہ جز ہے' اس کا کل ہے زمین۔ وہ کل اپنے جز کو کھینچ لیتا ہے۔ سمجھے آپ!

ارے دوستو!

ماچس کی تیلی جلائیں ہم' دھواں اور شعلہ اوپر کو جاتا ہے' نیچے کیوں نہیں آتا۔ اس لئے کہ کرۂ نار اوپر ہے' آگ کا مرکز اور کل اوپر ہے۔ وہ کل اپنے جز کو کھینچ لیتا ہے۔ بچوں کے لئے ایک اور مثال دیئے دیتا ہوں' بھائی فٹ بال میں ہوا بھر دیں آپ! مجھے ڈبو کے دکھا دیں پانی میں! نہیں ڈوبے گا' کیوں؟ اس لئے کہ اس کے اندر ہوا ہے نا! اب یہ الگ بات ہے کہ آپ کا ہاتھ اسے دباؤ ڈالے تو ڈوبا رہے گا اور جیسے ہی ہاتھ کا دباؤ ہٹے گا۔ اچھل کے اوپر آ جائے گا' کیوں؟ اس کے اندر ہوا ہے۔ ہوا کا کل اوپر ہے' وہ کل اپنے جز کو کھینچ رہا ہے۔ تو جب سائنس کا یہ قانون تھا' یہی قانون ہمیں خندق میں نظر آیا' جیسے ہی پیغمبرؐ نے کہا' کل ایمان جا رہا ہے۔ تو جس جس کے دل میں ایمان کا ذرا سا بھی جز تھا' نام علیؑ آتے ہی کھنچ کے کل کے ساتھ مل گیا' زبان سے علیؑ علیؑ نکلنا شروع ہو گیا۔ (بھائی ایک دفعہ مل کے باآواز بلند نعرۂ حیدریؑ)

توجہ فرمائی ہے صاحبان!

علیؑ ہے کل ایمان' مقابلے میں کل کفر... فرمان پیغمبرؐ اور دو جملے اور سنائے دیتا ہوں۔

میرے دوستو!

منظر عجیب تھا' منظر عجیب تھا' لوگوں کا وہ ہجوم کہ قضا کو قبض روح کا رستہ نہ

ملے' گھوڑوں کے نیاہٹ کی آواز' ملائکہ آسمان کی عبادت میں خلل انداز ہو رہی ہے' گھوڑوں کے ٹاپوں سے جو غبار اٹھا' اس نے آفتاب عالم تاب کو گھیرے میں لے لیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سیاہ رات چھا گئی ہے' تلواروں کے تصادم اور نیزوں کے ٹکراؤ سے جو چنگاریاں نکلیں وہ رات کی گل کاریوں کو مات کر رہی تھیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں' تو رات بلند ہو ہو کے ابوترابؑ کے صدقے ہو رہی تھی اور کل کفر کے سر پہ آ کے کہہ رہی تھی' نامراد بچنا تراب ہے اور مقابلہ ابوترابؑ کا پھٹے منہ تیرا نام۔ جتنے مجاہد تھے سب غور سے دیکھ رہے تھے کہ اب دیکھیں غبار کا دامن چاک ہو تو منظر کیا ہے؟ جیسے ہی غبار کا دامن چاک ہوا تو منظر یہ نظر آیا کہ کل ایمان' کل کفر کے سینے پہ ایسا بیٹھا ہے' جیسے شیر اپنے شکار پر پنجے گاڑ کے بیٹھتا ہے۔

میں کہتا ہوں' تھا وہ کل کفر مگر تھا ماہر نفسیات! اس نے دیکھا کہ اب چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے تو فقرے کیا ہیں:

فوسق علی وجہ علی

''اس نے گستاخی یہ کی کہ علیؑ کے چہرے کی طرف لعاب دہن پھینک دیا''

بھائی ایمان سے بتایئے! اب نفسیاتی تقاضا کیا ہے کہ جیسے ہی لعاب دہن پھینکا تھا اس نے' غصہ تیز ہو جاتا' تلوار کی دھار تیز ہو جاتی' جو سر دو چار منٹ بعد قلم ہونا تھا' پہلے قلم ہو جاتا۔ مگر تاریخ نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ بجائے سر قلم کرنے کے' علیؑ چھوڑ کے الگ ہو جاتے ہیں' الٹی ہی چال چلتے ہیں' دیوان گان عشق' آنکھوں کو بند کرتے ہیں' دیدار کے لئے' یعنی بجائے اس کا سر کاٹنے کے اسے چھوڑ کے الگ ہو گئے اور جیسے ہی الگ ہوئے یہ بھی تاریخ نے بتایا۔ اچانک کہا:

''یا رسول اللہؐ دیکھا علیؑ نے بچپنا کیا نا! اچھا خاصا دشمن چھوڑ کے

الگ ہو گئے۔"

سرکارؐ نے کہا:

"تمہیں کیوں گھبراہٹ ہے؟"

کہا:

و ان یرجع الینا تم

"جے ادھر آ گیا تے فیر کی ہووے گا؟"

آپؐ نے کہا:

"گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اب دیکھو! اب جو پلٹ کر دیکھا پلک جھپکتے ہی تو کل ایمان کے ہاتھ میں کل کفر کا سر تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے جیسے ہی میرے مولاؑ قریب آئے تو علیؑ کی اس چال پر بھی مورخ نے تبصرہ کیا کہ میرا مولاؑ جب آہستہ آہستہ ٹہل کے آ رہا تھا' تو پھر کسی کی آواز آئی:

"حضورؐ کے قدموں میں اس کا سر پھینکا۔"

کہا:

"سرکارؐ! یہ اس گستاخ کا سر ہے جس نے آپؐ کے خیمے کے دروازے پر آ کر نیزہ گاڑا تھا۔"

کہا:

"یا علیؑ! وہ سب ٹھیک ہے' لیکن انہیں ذرا یہ بتلا دو کہ تم چھوڑ کے الگ کیوں ہو گئے؟ کیوں الگ ہو گئے تھے؟"

کہا:

"اے رسول اللہؐ! اللہ کا رسولؐ بہتر جانتا ہے' اللہ کا رسولؐ بہتر جانتا ہے کہ جب تک میں لڑ رہا تھا۔ میں اپنے ذاتی جذبات سے نہیں

لڑ رہا تھا' غضب الٰہی تھا جو اس کے سینے پر سوار تھا لیکن جب اس
نے لعاب دہن پھینکا تو مجھے غصہ آیا۔ اب اگر غصے کے عالم میں'
میں اسے قتل کر دیتا تو یہ کام لوجہ اللہ نہ رہتا' غضب الٰہی میں
میرے ذاتیات شریک ہو جاتے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ جو کام اللہ
کے لئے ہو رہا ہے' اس میں میرے ذاتیات شریک ہو جائیں۔"

میں نے کل ایک نوجوان کے سوال کے جواب کے لئے اتنی آپ کو زحمت دی ہے کہ علیؑ نے شیر خدا ہوتے ہوئے اپنی چیزوں کے لئے' جائیداد کے لئے' تلوار کیوں نہیں چلائی؟ کیوں نہیں جنگ کی؟ کیوں نہیں لڑ بھڑ کر کے لی۔ وہ عالی ظرف علیؑ جو اپنے ذاتیات کے لئے کل کفر کی گردن نہیں کاٹتا' وہ اپنی ذاتی جائیداد کے لئے ظاہری کلمہ پڑھنے والوں کی گردنیں کیسے کاٹ سکتا تھا؟

توجہ ہے دوستو یا نہیں!

یہاں سے مسئلہ سمجھ میں آیا کہ جو بے ساختہ کل ایمان کی طرف کھنچ جائے' وہ ہے مؤمن اور جہاں ایسا مومن ملے اللہ اس سے براہ راست بات کرتا ہے۔

توجہ ہے دوستو!

گھبرا تو نہیں گئے ہو! اب اس سے آگے چلوں یا ختم کروں۔ صلواۃ پڑھ دیں ایک دفعہ باآواز بلند محمدؐ و آلِ محمدؐ پر! اب ایسے مومنوں سے خطاب ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو' اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اب یہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے نوجوان یہ سوچتے ہیں کہ صاحب اگر ہم اللہ کی اطاعت پر چلنے لگیں تو ہماری زندگی بے مزہ ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اللہ نے قدم قدم پہ روکنا ہے' یہ کام کیوں کرتے ہو؟ وہ کام کیوں کرتے ہو؟ ادھر کیوں گئے؟ ادھر کیوں آئے؟ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ روزہ

کیوں نہیں رکھا؟ حج کیوں نہیں...... تو زندگی بے مزہ ہو جائے گی۔ اگر آپ اجازت دیں تو نوجوانوں سے دو باتیں کرلوں۔

میرے نوجوان دوستو!

یہ خیال ذہن میں لانا کہ اگر اس کی اطاعت پہ چلے تو زندگی بے مزہ ہو جائے گی۔ پہلے تو یہ بتا دو کہ مزہ کسے کہتے ہیں؟ میں نے بھرپور جائزہ لیا' مزہ کچھ بھی نہیں ہے۔ مزہ نام ہے عادت کا! (توجہ!) بھائی جس کو جس شے کی عادت پڑ جاتی ہے اس کو اسی میں مزہ آتا ہے۔ نہیں سمجھے آپ! مزے کی کوئی مستقل تعریف ہے ہی نہیں۔ میں نے عرض کیا نا! روزمرہ کی باتیں دیکھتا ہوں۔ وہیں سے نتیجے نکالتا رہتا ہوں' یہی میرے استاد کی تاکید تھی کہ بیٹا زیادہ لمبے چوڑے گہرے فلسفے میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام زندگی کی شاہراہوں میں بکھرا ہوا ہے' اس کے پھول سمیٹ لو' گلدستہ بنا کے رکھ دو' زیادہ گہرائی میں جاؤ گے' خود بھی پریشان ہو گے' سننے والے بھی پریشان ہوں گے۔ بھائی روزانہ کے تجربے کی بات بتاتا ہوں۔ میرے پاس ایک صاحب آئے ملنے! میں نے اس سے کہا:

"جناب بات یہ ہے' کیا خدمت کریں آپ کی' چائے پئیں گے آپ؟"

کہنے لگے:

"واہ نسیم صاحب! چائے کے بغیر بھی بھلا کوئی مزہ ہے زندگی کا۔"

چائے پلا دی۔ میں نے کہا:

"سگریٹ پیتے ہیں آپ؟"

کہنے لگے:

"وہ واہ کوئی سوادی سگریٹ پلا دو' کوئی مزیدار۔"

وہ بھی پلا دی۔ میں نے کہا:

''اچھا پان کھائیں گے آپ؟''

کہنے لگے:

''پان کے بغیر بھی کوئی مزہ ہے۔''

پان بھی کھلا دیا۔ اب یہ ساری چیزوں میں انہیں مزہ آ رہا ہے۔ اتنے میں ہمارے اس ادارے کے صدر صاحب بھی پہنچ گئے:

''نسیم صاحب! السلام علیکم۔''

میں نے کہا:

''وعلیکم السلام۔''

میں نے کہا:

''آیئے جناب! کیا خدمت کریں آپ کی' چائے پئیں گے؟''

''معاف کیجئے' نہیں میں اس سے محروم ہوں۔''

''ارے! تو سگریٹ پئیں گے آپ؟''

کہنے لگے:

''نہیں' میں نے کبھی نہیں پی۔''

ارے میں نے کہا:

''پان کھائیں گے؟''

انہوں نے کہا:

''مجھے اس کی عادت ہی نہیں ہے۔''

تو وہی صاحب جو پہلے بیٹھے تھے' کہنے لگے:

''آپ تو بڑے مزے میں ہیں۔''

میری سمجھ میں یہ مزہ ہی نہیں آیا' وہ جو حضرت تھے ان کو چائے میں مزہ آیا' سگریٹ میں مزہ آیا' پان میں مزہ آیا۔ پان' سگریٹ' چائے ان تینوں چیزوں میں مزہ آیا۔ انہوں نے کہا:

''مجھے چائے کی عادت' نہ پان کی' نہ سگریٹ کی تینوں سے محروم ہوں۔''

ان کو اسی میں مزہ آیا۔ تو اب مزے کی تعریف سمجھ میں آئی۔ جس کو جس شے کی عادت ہو جاتی ہے اس کو اسی میں مزہ آتا ہے۔

بھائی نوجوانو!

یاد رکھنا کہ جس کو اللہ کی اطاعت کی عادت ہو جاتی ہے بچپن سے' اس کو اطاعت الٰہی میں مزہ آتا ہے اور جو نافرمانی کا عادی ہو جاتا ہے دنیا میں' اس کو نافرمانی میں مزہ آنے لگتا ہے۔ باقی رہ گیا یہ مسئلہ کہ صاحب ہم تو آزاد پیدا ہوئے ہیں۔ آزاد رہنا چاہتے ہیں' آزاد جینا چاہتے ہیں۔ کیا فقہ کی پابندی' کیا شریعت کی پابندی؟؟ یہ تو زندگی کو بے مزہ کر دے گی۔ تو میں ان نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ اگر آپ اتنے ہی آزاد پیدا ہوئے ہیں اور اتنے ہی آزادی پسند ہیں تو مجھے آپ اسی فیصل آباد کی سڑکوں پر ذرا آزادی سے چل کے دکھا دیں۔

بھائی موٹر لیجئے اور فیصل آباد کی سڑکوں پر آزادی سے چلا کے دکھا دیجئے۔ آپ کہیں' صاحب یہ جو سگنل لگے ہوئے ہیں' ہم آزاد پیدا ہوئے ہیں' ہم ان کی پابندی نہیں کریں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ سرخ بتی کیا ہے اور ہری بتی کیا ہے؟ یہ کیا ضروری ہے کہ ہم خواہ مخواہ کے لئے اپنے آپ کو پریشان رکھیں؟ یہ سرخ بتی آئی ہے تو رک جائیں اور ہری بتی آئی ہے تو چلنے لگیں...... نہ...... ہم کوئی پابندی نہیں کریں گے' آزاد پیدا ہوئے ہیں آزادی سے چلیں گے' اشارہ ادھر کا ہوگا ہم ادھر مڑیں گے' اشارہ

ادھر کا ہو گا ہم ادھر مڑ جائیں گے۔ اگر بتی کہتی ہے سگنل ٹریفک کا رک جاؤ' ہم نہیں رکتے' ہم چلے گئے' آزاد جو پیدا ہوئے۔ آپ یہی آزادی اس فیصل آباد کی سڑکوں پر ذرا مجھے دکھا دیجئے۔ انشاء اللہ کچھ ہی منٹ میں یہ آزادی یا قبرستان میں ہو گی یا ہسپتال میں ہو گی۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

وہ بھیانک ایکسیڈنٹ ہو گا۔ ارے آپ گورنمنٹ سے پوچھیں یہ سگنل کیوں لگائے ہیں؟ انہوں نے کہا! تمہیں پابند کرنے کے لئے نہیں لگائے' تمہاری آزادی کی حفاظت کے لئے لگائے ہیں۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

تاکہ تمہاری آزادی کسی ایکسیڈنٹ کا شکار نہ ہو۔ یہی اللہ کہتا ہے کہ دیکھو تم کو ہم نے آزادی دی ہے' تم کو ہم نے بہترین مشینری دی ہے' تم کو ہم نے ذہن جیسا کمپیوٹر عطا کیا ہے' چلاؤ زندگی کی شاہراہوں پر' اپنی اس گاڑی کو چلاؤ اور خوب چلاؤ' لیکن ایکسیڈنٹ سے بچانے کے لئے ہم نے حلال اور حرام کے سگنل لگا دیئے ہیں۔ یہ جو حلال اور حرام کے سگنل ہیں نا! یہ تمہاری آزادی کو سلب کرنے کے لئے نہیں لگائے ہیں۔ یہ ہم نے لگائے ہیں تاکہ تمہاری آزادی برقرار رہے' ایکسیڈنٹ کا شکار نہ ہو۔

آج میری اس خشک بات سے گھبرا تو نہیں رہے ہیں آپ! میں نے آپ سے عرض کیا' سکولوں کے' کالجز کے طلبہ تشریف لاتے ہیں۔ تو میری گفتگو مختلف مکاتیب فکر کے لئے ہوتی ہے۔ آج چلئے انہی کے لئے یہ بات عرض کروں' آپ کیا ہیں؟ آپ کی زندگی کیا ہے؟ خدا کی قسم! آپ اللہ کی کاریگری کا شاہکار اعظم ہیں۔ انسان اپنے آپ کو دیکھے نا! اللہ کی کاریگری کا شاہکار اعظم ہے اور سائنس دان یہ کہتے

ہیں کہ جتنی مشینیں آج تک ایجاد ہو چکی ہیں' گھڑی سے لے کر کمپیوٹر تک' ریگل گاڑی سے لے کر ایٹمی پلانٹ تک یہ سب انسانی مشینری سے نکلی ہیں۔ اللہ نے ایسی کمپلیکیٹڈ (Complicated) مشینری بنائی ہے انسان کی کہ اسی میں کیمرہ بھی فٹ ہے' اسی میں گھڑی بھی فٹ ہے' اسی میں وی سی آر بھی ہے' اسی میں کمپیوٹر بھی ہے۔ یہ دماغ کیا ہے؟ کمپلیکیٹڈ (Complicated) قسم کا وہ کمپیوٹر ہے کہ باقی جتنے کمپیوٹر ہیں سب اس سے نکلے ہیں۔

اور میرے سنی شیعہ بھائیو!

یاد رکھئے گا! یہ لیٹ اسٹ (Latest) ترین تحقیق ہے' انسانی دماغ کے بارے میں کہ انسانی دماغ ٹرانزسٹر بھی ہے' ٹرانس میٹر بھی ہے' الیکٹرومیگنیٹزم کا پاور ہاؤس بھی ہے' یہ لہروں کو کیچ بھی کرتا ہے' لہروں کو نشر بھی کرتا ہے' کمزور لہروں کو طاقت ور بنا کر فضا میں بھیجتا بھی ہے اور ایسا کمپلیکیٹڈ (Complicated) قسم کا یہ خدائی شاہکار ہے دماغ کہ اس کے اندر بارہ ملین سیل ہیں اور موجودہ سائنس دانوں کا کہنا یہ ہے کہ ابھی تک سیون پرسنٹ' صرف سات فیصد' انسان نے استعمال کیے ہیں۔ یہ جتنی ترقی آپ کو نظر آ رہی ہے یہ سات فیصد سیل کو استعمال کرنے کا کارنامہ ہے۔ یہ مشینریاں' یہ ایجادات' یہ ہوائی جہاز' یہ چاند' سورج' ستاروں پر پہنچنے والے راکٹ' یہ میزائل' یہ ایٹم بم' یہ صرف سات فیصد سیل استعمال کر کے انسان نے ایجاد کیے ہیں۔

سات فیصد سیل استعمال کر کے انسان اتنا بلند جا رہا ہے کہ شہسوار برق و افلاک ہے' منزل قانون محال ہے' ناطق شرح فضا ہے' واقف اسرار ہستی ہے' امیر کائنات ہے' برق رفتار ہے' انجم شکار ہے' تہذیب کا دیوتا ہے' افکار کا پروردگار ہے' عناصر عالم اس کے سامنے خاک بسر ہیں' تابش ماہ وانجم پنجہ گر ہیں' صرف سات فیصد سیل استعمال کر کے یہ ماء وطین کا مجموعہ' یہ پانی اور مٹی کا پتلا اتنا بلند ہو رہا ہے کہ سات

فیصد سیل استعمال کر کے یہ لوہے کو آکاش پہ اڑا رہا ہے' دانے کو دھرتی سے اٹھا رہا ہے' موتی کی آبرو کو بچا رہا ہے' جہازوں کو سمندر پہ بھگا رہا ہے' زمین کو نا قابل رہائش سمجھ کر چاند پر ڈیرے ڈالنے جا رہا ہے' زہرہ اور مریخ پر وائے کی اول اور دوئم کو اتار رہا ہے' فرشتوں میں ہلچل مچی ہوئی ہے' جس میں جبرائیلؑ فرما رہا ہے کہ فرشتو' ہوشیار! یہ جنت سے نکالا ہوا پھر واپس آ رہا ہے۔

یہ سات فیصد سیل استعمال کرنے کا کارنامہ ہے۔ یہ تو وہ ایجادات ہیں جو آپ کو نظر آتی ہیں' جو نظر آتی ہیں اور جو نظر نہیں آتیں' لیکن پریکٹس ان کی جاری و ساری ہے۔ مثلاً سات فیصد سیل استعمال کر کے انسان ایک ایسے علم کو رائج کرنے میں کامیاب ہوا جس کا نام ہے ٹیلی پیتھی! ٹیلی پیتھی آپ سمجھتے ہیں نا! یعنی اگر میں ٹیلی پیتھی کی پریکٹس کر لوں اور میں آ کر کھڑا ہو جاؤں اور میں صرف مجمع کو ایک نظر دیکھ لوں تو مجھے تقریر کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے تمام افکار' تمام خیالات' آپ کے ذہن میں اتار سکتا ہوں اور بغیر میری تقریر کے آپ سب کچھ سمجھ لیں گے جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں اور سائنس دانوں نے اس کی پریکٹس شروع کر رکھی ہے' اسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں اور آپ نے اخبار ''جنگ'' میں یہ خبر پڑھی ہوگی۔ کافی عرصہ پہلے یہ خبر آئی تھی کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سے مونٹریال میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے لندن میں بیٹھے ہوئے ایک طالب علم کو اس کتاب کا مکمل پرچہ حل کرا دیا کہ جو کتاب اس طالب علم نے نہیں پڑھی تھی۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں!

یعنی سائنس دانوں نے یہ کام کیا کہ ارتکاز توجہ' ٹیلی پیتھی کی لہروں کے ذریعے سے اپنے سارے افکار منتقل کر دیئے وہاں اور یہ جتنے بڑے بڑے ادارے ہیں' سفارت خانے جنہیں آپ کہتے ہیں۔ ہر بڑی طاقت کا' ایک ٹیلی پیتھی کا ماہر سفارت

خانے میں بیٹھا ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ وائرلس کریں گے پکڑی جاتی ہے' اگر آپ جاسوسی کے لئے خط بھیجیں' پکڑا جاتا ہے' لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے سے وہ اپنی لہروں کو منتقل کر رہا ہے۔ ماسکو میں' واشنگٹن میں' لندن میں' پیرس میں' ہر بڑی طاقت کا ایک جاسوس ٹیلی پیتھی کا ماہر! وہ اپنا کام جاری و ساری کئے ہوئے ہے اور افکار کو منتقل کرتا جا رہا ہے۔

میری بات سے گھبرا تو نہیں گئے آپ!

میں رخ موڑ دوں گا انشاء اللہ اور آپ کی گھبراہٹ کا خاتمہ کر دوں گا لیکن کبھی کبھی ان چیزوں کو بیان کرنا اس لئے ضروری ہے تا کہ دنیا کو پتہ چلے کہ مذہب حقہ کن سائنٹفک بنیادوں پر قائم ہے۔

میرے محترم سامعین!

یاد رکھئے کہ ایک گنہگار سائنس دان لندن میں بیٹھ کر' نیو یارک میں بیٹھ کر' ماسکو میں بیٹھ کر' جہاں چاہے اپنے افکار کو منتقل کر سکتا ہے' یہ ٹویلو ملینز سیل (Twelve Millions Cell) میں سے صرف سات فیصد سیل کو کام میں لا کر سائنس دانوں نے اتنا بڑا کارنامہ دکھایا ہے۔ اب میں ان نوجوانوں کے سوال کا جواب بھی دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کے بارہویں امامؑ ہیں اور کچھ لوگوں نے تقریروں میں بھی یہی کہا کہ بارہویں امامؑ کا کیا فائدہ ہے؟ وہ غائب ہیں تو غائب رہ کر کیسے ہدایت کر سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں سائنس کی بنیادوں پر سوچیں' وہ لوگ آج اس سائنٹفک ایج (Scientific Age) میں' جب ایک گنہگار' شرابی' کبابی' جاسوس' گناہوں میں ڈوبا ہوا غیر مسلم' سائنس دان' نیویارک' واشنگٹن' ماسکو میں بیٹھ کر اپنے افکار کو منتقل کر سکتا ہے' صرف سات فیصد سیل استعمال کر کے تو میرا وہ معصوم امامؑ کہ جس کے ٹویلو ملین سیل

سارے کے سارے سرگرم عمل ہوں، وہ جب چاہے، جہاں چاہے، غائب رہ کر کائنات کے دل و دماغ میں، کیا ہدایت کا کارواں نہیں اتار سکتا ہے؟ (بھائی مل کے با آواز بلند نعرۂ تکبیر ۔ نعرۂ رسالتؐ نعرۂ حیدریؑ)

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!...... میرے دوستو!

یاد رکھئے گا! اب رہ گیا یہ سوال کہ میرا وہ معصوم امامؑ کہ جس کے سارے سیل بیک وقت سرگرم عمل ہیں، وہ غائب ہے تو کیسے؟ وہ غائب ہے تو کیوں کر؟ اب اس کے لئے میں کچھ نہیں کہتا، صرف اتنا کہتا ہوں کہ وہ لوگ میرے اس بارہویں سرکارؑ کی صفتیں پڑھ لیں، خصوصیات پڑھ لیں، خود بخود سمجھ میں آ جائے گا کیسے غائب ہیں؟ کون ہے میرا بارہواں مولاؑ!

"صاحب دعوة النبويه

اس کی نبیؐ جیسی دعوت ہے

و العصمة الفاطميه

جناب سیدہؑ جیسی اس کی عصمت ہے

والصولة الحيدريۃ

حیدر کرارؑ جیسا اس کا حملہ ہے

والحلم الحسنيۃ

امام حسنؑ جیسا اس کا حلم ہے

والشجاعة الحسينيۃ

سرکار سید الشہداءؑ جیسی اس کی شجاعت ہے

و صبر السجاديۃ

سرکار سید الساجدینؑ جیسا اس کا صبر ہے

و معاصر الباقريهٔ

اور سرکار امام محمد باقرؑ جیسے معاصر ہیں

و آثار الجعفريهٔ

اور امام جعفر صادقؑ جیسے اس کے آثار ہیں

و علوم الکاظميهٔ

اور سرکار امام موسیٰ کاظمؑ جیسے اس کے علوم ہیں

و الحجج الرضويهٔ

اور جناب امام علی رضاؑ جیسی اس کے پاس دلیلیں ہیں

و جود التقويهٔ

امام محمد تقی جوادؑ جیسی اس کے پاس سخاوت ہے

و نقاوة النقويهٔ

امام علی نقیؑ جیسی نقاوت ہے

و الهيبة العسکريهٔ

اور امام حسن عسکریؑ اس کی ہیبت ہے۔"

اور جب غیبت کا ذکر آیا تو اب ارشاد ہوا:

و الغيبة الالٰهيه

"اللہ جیسی اس کی غیبت ہے۔"

جیسے اللہ غائب ہے ویسے ہی اس کا نمائندہ غائب ہے' جیسے وہ غائب ویسے وہ غائب..... اور پھر جب میرا مولاؑ ظہور فرمائے گا تو کہاں سے ظہور ہوگا؟

اب یہ سنی شیعہ سب نے لکھا۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں میرے مولاؑ فیصل آباد سے ظہور فرما دیں' کوئی کہے گا لاہور سے ظہور فرما دیں' کوئی کہے گا میرا مولاؑ یورپ سے ظہور فرما دیں' مگر سب سنی شیعہ محققین کا کہنا یہ ہے کہ میرا بارہواں امامؑ کعبے سے ظہور

فرمائے گا۔ کعبے سے ظہور فرمائے گا اور عیسیٰؑ چرخ چہارم سے اتر کر آواز دیں گے کہ آؤ' آؤ جس کی مدد کا وعدہ کیا تھا وہ ظاہر ہو گیا اور ساری دنیا جائے گی' امامؑ کے قدموں میں پہنچے گی۔ میں کہتا ہوں:

''مولا! پروردگار! اس بارہویں مولاؑ کو کعبہ ہی سے کیوں ظاہر کرے گا تو کہیں اور سے کر دے؟''

اللہ نے کہا:

''میں عادل ہوں' میں اپنے عدل کی زنجیروں کو توڑوں گا نہیں' میں عادل حقیقی ہوں۔ کعبہ سے اس لئے ظہور کراؤں گا کہ جہاں سے پہلا امامؑ دیا تھا وہیں سے آخری دوں گا۔''

جہاں سے پہلا دیا تھا وہیں سے آخری دوں گا اور پھر حضرت عیسیٰؑ آگے آگے' استقبال کے لئے' ادھر سے ہم بھی چلیں گے۔ عیسیٰؑ وہاں پر بھی ہمارا استقبال کریں گے۔ میں ایصال ثواب کے لئے' کہیں تو اپنے استاد مرحوم کی ایک بات سنا دوں یہاں' تا کہ ان کی روح بھی کوثر پر خوش ہو جائے۔ میں وائس آف پرائیویسی میں جاتا تھا بائبل پڑھنے! لاہور میں ایک ادارہ ہے' کرسچین کا! تو میں فاضل عربی کر رہا تھا اور اونلزم فلاسفی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ تو میں نے کہا کہ آسمانی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے تو میں وہاں پر بائبل اور اس کی تفاسیر پڑھنے جایا کرتا تھا۔ تو ہمارا ایک استاد تھا فادر بلیم۔ اس کا نام تھا فادر بلیم! امریکہ کا رہنے والا تھا۔ مجھ سے ایک دن کہنے لگا کہ

''بھائی آپ مسلمان ہیں؟''

میں نے کہا:

''ہاں! اللہ کے فضل سے۔''

کہنے لگا:

''آپ کا بھی کوئی پیر پادری ہے؟''

میں نے کہا:

''ہاں ہے۔''

''میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔''

میں انہیں لے گیا سرکار علامہ خطیب آلِ محمد استاد معظم مولانا اظہر حسن صاحب قبلہ زیدی کے پاس۔ اس دن تکلیف تھی انہیں' مجھے اچھی طرح یاد ہے' کان میں زبردست تکلیف تھی۔ خیر وہ بیٹھ گئے۔ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ وہ بائبل پر بحث کرتے رہے' وہ قرآن مجید پر گفتگو فرماتے رہے تو اس نے بڑے منچلے انداز میں قبلہ مرحوم کو چھیڑنے کے لئے کہا کہ

''قبلہ دیکھئے نا! آپ کا بھی غائب ہے نمائندہ' ہمارا بھی غائب ہے۔''

قبلہ نے کہا:

''بالکل ٹھیک ہے۔''

''ہمارا عیسیٰؑ' آپ کے بارھویں سرکارؑ۔''

کہا کہ

''ہاں پھر کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟''

کہا:

''ہمارا غائب ہے آسمانوں پر' آپ کا زمین میں۔''

تو فرمایا:

''بالکل! اس سے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

کہا:

''پھر بلند تو ہمارے والا ہوا نا! تو آپ والا تو بلند نہ ہوا۔ ہمارے والا آسمانوں پر ہے۔''

مجھے اچھی طرح یاد ہے قبلہ اٹھ کے بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا:

''آپ صرف چھیڑ چھاڑ کے لئے بات کرتے ہیں تو سنیں پھر ایک طرف تھا تیرا عیسیٰ' ایک طرف تھا میرا بارہواں ! اللہ نے یہ دیکھنے کے لئے کہ فضیلت کس کی زیادہ ہے عدل کا ترازو لگا دیا۔ ایک پلڑے میں تیرے والے کو بٹھایا ایک میں میرے والے کو! تیرے والے کا پلہ آسمان پہ چلا جائے تو میں کیا کروں۔''

بھائی توجہ کیجئے گا!

اب ایک اس کا عجیب وغریب سوال ہے وہ بھی سن لیجئے۔ اس نے کہا:

''قبلہ! اچھا ایک سوال میرا اور ہے۔''

کہا:

''کیا؟''

کہا:

''میرا سوال یہ ہے کہ اگر ایک شخص سو رہا ہو اور ایک اس کے پاس بیٹھا جاگ رہا ہو تو بھٹکا ہوا مسافر سونے والے سے رستہ پوچھے گا یا جاگنے والے سے؟''

جاگ رہے ہیں یا نہیں آپ!

پریشان تو نہیں نا! بھائی یہیں ختم کروں گا بیان! اس پادری نے کہا قبلہ زیدی صاحب سے کہ

''ایک شخص سو رہا ہے' ایک جاگ رہا ہے۔''

آپ اس کا سوال سمجھے۔ کہنا یہ چاہتا ہے کہ آپ کے مولویوں نے یہ کہا ہے

کہ پیغمبر اکرمؐ وفات پا گئے تو نبیؐ آپ کے فوت ہو گئے، گویا سو گئے۔ ہمارا عیسیٰؑ زندہ ہے، جاگ رہا ہے تو یہ بھٹکی ہوئی دنیا کے مسافر، سونے والے سے رستہ پوچھیں گے یا جاگنے والے سے! سمجھ میں آیا سوال؟ انہوں نے کہا:

''قبلہ! ذرا یہ بتائیے کہ سونے والے سے پوچھیں گے یا جاگنے والے سے؟''

تو قبلہ نے کہا:

''سونے والے سے۔''

اس نے کہا:

''وہ کیسے؟ عقل تو نہیں مانتی۔ سونے والے سے کیسے پوچھیں گے، جاگنے والے سے۔''

انہوں نے کہا:

''پادری صاحب! یہی آپ کو غلط فہمی ہے۔ ارے وہ جو بیٹھا جاگ رہا ہے نا بیچارہ! وہ تو خود اس انتظار میں جاگ رہا ہے کہ یہ سونے والا اٹھے تو میں اس سے رستہ پوچھوں۔''

(بھائی مل کے ایک دفعہ صلواۃ پڑھ دیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

توجہ فرمائی ہے آپ نے!

بس یاد رکھئے! ان کا عیسیٰؑ بھی اگر غائب ہے تو وہ جس ماں کا بیٹا ہے وہ بھی بتولؑ ہے اور ہمارے بارھویں سرکارؑ اگر غائب ہیں تو وہ جس کی نسل سے ہیں وہ شہزادیؑ بھی بتولؑ ہے۔ (بیان ختم ہو گیا میرا!) ارے عیسیٰؑ بتول کا بیٹا، وہ اس بتول کا بیٹا، مگر میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں حضرت عیسیٰؑ کی ماں بھی معصومہ ہے، میرے بارھویں سرکارؑ کی دادی بھی معصومہ ہے۔ تو کیا دونوں ایک جیسی بتول ہیں یا فرق ہے؟

توجہ کیجئے گا!

دیکھئے! جناب مریمؑ بھی بتول، شہزادیؑ بھی بتول! قرآن مجید نے دونوں کا تعارف کروایا۔

توجہ کیجئے گا!

جب عیسیٰؑ اور مریمؑ کا تعارف کروایا تو قرآن نے آواز دے کر کہا:

کانا یا کلن الطعام (سورۂ مائدہ، آیت ۷۵)

''مریمؑ اور عیسیٰؑ کھانا کھاتے۔''

سمجھ میں آئی بات!

میری سمجھ میں یہ تعارف ہی نہیں آیا۔ آپ مجھے سمجھا دیں۔ بھائی اسٹیج سیکرٹری اگر اعلان کرے آج کہ ایسا مولوی لایا ہوں جو کینو کھاتا ہے، آم کھاتا ہے۔ تو آپ کہیں گے شاید موسمی پھل ہے۔ مولوی کو پسند آتا ہے، کھاتا ہے۔ لیکن اگر یہ اعلان کریں میں ایسا مولوی لایا ہوں جو کھانا کھاتا ہے۔ تو آپ سمجھائیں یہ کیا تعارف ہوا؟ آپ کہیں گے ساری دنیا کھانا کھاتی ہے، اگر یہ مولوی کھانا کھاتا ہے، بھائی یہ کونسا عجوبہ ہے یہ۔ تو یہ قرآن نے کہا، تعارف کروایا کہ عیسیٰؑ اور مریمؑ کھانا کھاتے تھے۔ مگر قرآن کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہے۔ (توجہ! یہیں بیان ختم ہوتا ہے میرا!) مسئلہ کیا ہے؟ چونکہ نصاریٰ چونکہ عیسائی عیسیٰؑ اور مریمؑ کو خدائی میں شریک سمجھتے تھے، وہ کہتے تھے کہ عیسیٰؑ بھی خدا ہیں، مریمؑ بھی خدائی میں شریک ہیں۔ اللہ نے کتنے آسان لفظوں میں تردید کر دی کہ جن کو تم خدا مانتے ہو کھانے کھاتے ہیں! بھائی جن کو تم خدا مانتے ہو عیسیٰؑ اور مریمؑ! وہ تو کھانا کھاتے ہیں۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

تو جب مریمؑ بی بی بتول کا تعارف کروایا تو کہا کھانا کھاتے ہیں اور جب ہماری شہزادیؑ بتول کا تعارف کروایا تو آواز دی:

و یطعمون الطعام (سورۂ دہر' آیت ۸)

''یہ کھانا کھلاتے ہیں۔''

فرق سمجھ میں آیا۔ وہاں کہ کھانا کھاتے ہیں یہاں تعارف میں کہا کہ کھانا کھلاتے ہیں۔ کھانا کھانے والے اور ہوتے ہیں' کھانا کھلانے والے اور ہوتے ہیں۔ کھانا کھانے والے کھانا کھا کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور جو کھانا کھلانے والے ہیں ان کے لئے خدا کو کہنا پڑا:

و کان سعیکم مشکورا (سورۂ دہر' آیت ۲۲)

''اے کھانا کھلانے والو! میں خدا تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں' میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔''

خدا کی قسم! یاد رکھئے' اسی لئے کہا' کہ میں نے اے کھانا کھلانے والو! جنت اور حریر جنت میں نے صبر کی جزا میں تمہارے حوالے کر دیا۔ اب یہ جنت تمہاری ملکیت ہے' کوثر پر تمہارا تسلط اور قبضہ ہے۔ جسے چاہو لے جاؤ' جسے چاہو روک دو اور کیسے کیسوں کو لے گئے یہ۔ کوئی ان کے در پہ آ کے دیکھے تو سہی' پھر پتہ چلے گا' لے جانے والے کیسے ہیں۔ سلمانؓ کو کیسے لے گئے' ابوذرؓ کو کیسے لے گئے' فضہؓ کو کیسے لے گئے۔

ہوسکتا ہے میرے سنی شیعہ بھائی ذہن میں یہ سوچیں کہ انہوں نے بڑی محنت کی تھی۔ کسی نے پچاس سال ڈیوٹی دی' کسی نے بیس سال' کسی نے اسی (۸۰) سال' کسی نے ساری زندگی اپنی داڑھی سے محمدؐ و آل محمدؐ کے در پہ جھاڑو دی۔ ہم اتنی محنت کیسے کریں؟ تو انہوں نے کہا' نہیں' گھبراؤ نہیں' ہم ان تمام محنتوں کے علاوہ' اگر محبت

کی شمع روشن ہو جائے تو ایک دم بھی لے جاتے ہیں اور اگر یقین نہ آئے تو حُر کو دیکھ لو۔

کیوں بھائی ایمان سے بتایئے حُر سے زیادہ کوئی گنہگار تھا' اس سے بڑا کوئی مجرم تھا' اس سے بڑا کوئی خاطی تھا' اس سے بڑا کوئی ظالم تھا؟ خط لکھ کے بلایا کس نے؟ حُر نے! خیمے نہر سے اکھڑوائے کس نے؟ حُر نے! رستہ روکا کس نے؟ حُر نے! مولاؑ کے گھوڑے کی لگام میں ہاتھ ڈال کے کھینچا کس نے؟ حُر نے! خدا کی قسم اتنا بڑا مجرم' اتنا بڑا مجرم یہ آپ کسی معزز ذمہ دار سے پوچھیں کہ اگر وہ اپنی شاہی سواری پر جا رہا ہو اور رستے میں دو ٹکے کا آدمی کھڑا ہو کر رستہ روک کے کہے! نیچے اتر! تو کیا گزر جاتی ہے؟ خاندان کٹ جاتے ہیں' گولیاں چل جاتی ہیں' اسمبلیوں میں قرارداد استحقاق اور قرارداد مذمت پیش ہو جاتی ہے۔ یہ ہوتا ہے یا نہیں ہوتا! لیکن دنیا نے عجیب منظر دیکھا' جو اس نے لگام میں ہاتھ ڈالا اور کہا:

''آپؑ نیچے اتریں۔''

مولاؑ نے چہرہ دیکھا اور چہرہ دیکھنے کے بعد کہا:

''میں سمجھتا ہوں تو مجھے گرفتار کرنا چاہتا ہے' تیری زبان کیوں لڑکھڑا رہی ہے؟''

ٹھنڈی سانس لے کے کہتا ہے:

''میں بڑی دور سے آپؑ کے تعاقب میں آ رہا ہوں۔ فرزند رسولؐ! پیاسا ہوں پانی نہیں ملا۔''

آواز دیتے ہیں:

''حُر! پہلے پانی پی لے' پھر گرفتار کر لینا۔ عباسؑ بھائی مشکوں کے منہ کھول دو۔''

سرکار غازیؑ نے مشکوں کے منہ کھول دیے۔ شہزادہ علی اکبرؑ' شہزادہ قاسمؑ' شہزادہ عون و محمدؑ ہر ایک نے ایک ایک کو پانی پلایا اور جب سب پانی پی چکے تو

مولاؑ نے کہا:

''عباسؑ ! پانی بچ گیا کہ ختم ہو گیا؟''

کہا:

''مولاؑ ! پانی بہت ہے۔''

بہت ہے، کہا:

''اچھا یہ سب پی چکے اب اس طرح کرو یہ جو ان کے جانور ہیں نا! گھوڑے یہ بھی تو جاندار ہیں، یہ گرمی میں بہت پیاسے ہوں گے باقی پانی انہیں پلا دو۔''

گھوڑوں کو پلایا اور دیکھیے! امام زمانہؑ ہیں نا! تاکید فرماتے ہیں دیکھو! ان جانوروں کے آگے سے اس وقت تک نہ پانی ہٹانا جب تک یہ خود پانی سے منہ نہ موڑ لیں۔

''پلا دیا؟''

کہا:

''مولاؑ ! اب بھی پانی بہت ہے۔''

کہا:

''پھر یہ جو سپاہی ہیں، گرمی سے ان کی زرہیں تپ گئی ہوں گی، لوہے کی ہیں، باقی پانی زرہوں پہ چھڑک دو۔''

زرہوں پہ چھڑک دیا، کہا:

''مولاؑ ! اب بھی پانی بہت ہے۔''

تو کہا:

''پھر اس طرح کرو عباسؑ بھائی! یہ گھوڑوں کے سم ریت میں گرم ہیں، باقی پانی ان کے سموں پر چھڑک دو۔''

کیوں فیصل آباد کے سننے والے ہر مکتبہ فکر کے انسانو!

مجھے ذرا ایمان سے بتانا کہ اتنا پانی جو فاطمہؑ کے لالؑ نے خرچ کیا ہے اگر وہ سنبھال کے رکھتا تو کیا دسویں کے دن چھ مہینے کے بچے کے لئے پانی کا سوال کرتا؟ مگر واہ رے عالی ظرف حسینؑ! خدا کی قسم! کند خنجر سے پیاسا ذبح ہوتا رہا مگر اس کی زبان سے یہ نہ نکلا کہ کل میں نے تمہیں اتنا پانی پلایا تھا' آج تم مجھے پیاسا ذبح کرتے ہو۔ مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا اس کرم کا کہ یہی دشمن جو قتل کے ارادے سے آیا تھا' جو گرفتاری کے ارادے سے آیا تھا' دسویں کی صبح تک دشمن کی فوج میں بیٹھا اور جب دسویں کی صبح ہوئی اور شہزادہ علی اکبرؑ نے اذان دی اور شبیہ پیغمبرؐ کی زبان سے جملہ نکلا:

اشھد ان محمدا رسول اللہ

تو خدا کی قسم! یہی حُر تڑپ گیا۔ تڑپ کر عمر سعد سے کہتا ہے:

''عمر سعد! یہ جنگ رک نہیں سکتی؟''

کہا:

''نہیں حُر! گھیر کے تو لایا ہے' یزید کا حکم ہے پہلا حملہ بھی تو کرے گا۔''

اس نے کہا:

''تم نے تو کہا تھا کہ گھیر کے لاؤ' تم تو اس کو مارنے کی باتیں کرتے ہو۔''

کہا:

''یزید کا آرڈر یہی ہے۔''

اٹھتا ہے تو اٹھا نہیں جاتا' بیٹھتا ہے تو بیٹھا نہیں جاتا۔ بڑی مشکل سے کمر پکڑ کے اٹھا' سر نیچا کئے ہوئے اپنے خیمے کی طرف چلا۔ خیمےؑ سے جوان بیٹا نکل رہا تھا اس کا

نام تھا علی ابن حُر! بیٹے نے جو باپ کو آتا دیکھا' باپ سے منہ موڑ لیا۔

حُر نے قریب جا کر کہا:

''بیٹا! یہ مجھ سے آنکھیں بند کر کے منہ کیوں موڑا؟ آج سلام بھی نہیں' باپ کا ادب بھی نہیں۔''

دونوں ہاتھ مل کے کہتا ہے:

''بابا! سلاموں کے موسم گزر گئے' ادب کا وقت چلا گیا۔''

کہا:

''کیوں؟''

کہا:

''میں نے تجھے روکا نہیں تھا کہ لگام میں ہاتھ نہ ڈالنا' میں نے تجھے منع نہیں کیا تھا کہ رستہ نہ روک۔ جس کا تو نے رستہ روکا تھا آج وہ بچتا نظر نہیں آتا۔''

کہا:

''بس بیٹا مجھے زیادہ نہ مار۔''

کہا:

''بابا! اور کچھ نہیں کہتا ذرا میرے ساتھ چلیں آگے۔''

باپ کا بازو پکڑ کر علی ابن حُر آگے لے گیا۔ کہا:

''بابا! یہ سیاہ خیمے کس کے ہیں' انہیں پہچانتا ہے؟''

''ہاں بیٹا!''

''یہ انہیں کے ہیں جنہوں نے ہمیں پانی پلایا' یہ انہیں کے ہیں جنہوں نے ہماری فوج کو پانی پلایا۔''

کہا:

''بابا! تجھے واسطہ ہے اس ذات کا' جس نے تجھے پیدا کیا' ذرا
کان لگا کے سن' کوئی آواز آ رہی ہے۔''

حُر نے جو آواز سنی کھڑا نہ رہ سکا' جگر پکڑ کے بیٹھ گیا۔ کوئی آواز آ رہی تھی اماں! پانی' کوئی آواز آ رہی تھی بھیا پانی! کہا:

''بیٹا! بس مجھے اب زیادہ زندہ نہیں رہنا' بیٹا تو واپس چل۔''

بیٹے نے کہا:

''بابا! میں ادب کے لئے حاضر ہوں' میں آگے چلوں گا آپ
گھوڑے پر بیٹھیں۔''

باپؑ کو گھوڑے پر بٹھایا' خود آگے چلا۔ عمر سعد کے قریب پہنچا حُر! کہا:

''عمر سعد! پھر سن لے' جنگ رک نہیں سکتی۔''

کہا کہ

''نہیں۔''

یہ سننا تھا کہ حُر نے تیر کمان گھٹنے کا زور لگا کے توڑی۔ عمر سعد کے منہ پہ دے ماری۔ کہا:

''یہ اپنے پاس رکھ! میں فاطمہؑ کے لالؑ کو سلام کرنے جا رہا
ہوں۔''

وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ مورخین نے لکھا' گھوڑے سے اترا نہیں گر گیا' گر گیا۔ بیٹے سے کہتا ہے:

''ایک رومال کس کے میری آنکھوں پہ پٹی باندھ دے۔ میں
مولاؑ سے آنکھیں نہیں ملا سکتا۔ ایک رومال کس کے میرے
ہاتھوں میں باندھ دے' میں نے انہیں ہاتھوں سے لگام کھینچی
تھی۔''

خدا کی قسم! کوئی ہم جیسا ہوتا' کہتا جا' جا!! اب کیا کرنے آیا ہے؟ لیکن کائنات کی نبضوں میں سکوت آ گیا' عالم امکان کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ جب دنیا نے دیکھا کہ ادھر سے گنہگار چلا' ادھر سے رحمت الٰہی چلی۔ ادھر سے حُر چلا' ادھر سے فرزند رسولؐ چلا۔ دونوں قریب آئے اور مولاؑ نے کہا:

''سپاہیو' ساتھیو' میرے صحابیو!!! خبردار! یہ میرا مہمان آ رہا ہے
کوئی تیر نہ چلائے' کوئی زبان نہ چلائے' کوئی ہاتھ نہ اٹھائے۔''

اور قریب جا کر حُر نے مولاؑ کے گھوڑے کی رکاب پہ سر رکھا۔ لمبی چوڑی تقریر نہیں' ایک جملہ کہا:

اخطات یا بن رسول الله

''رسولؐ کے بیٹے مجھ سے غلطی ہو گئی' فرزند رسولؐ مجھ سے غلطی ہو گئی۔''

واہ میرا مولاؑ! بھائی یہ کہنا تھا' ہم جیسا ہوتا معاف کر دیتا؟ کہتا جا جا اب کیا کرنے آیا ہے؟ مگر دنیا نے یہ منظر دیکھا کہ جیسے ہی اس نے کہا' مجھ سے غلطی ہو گئی' مولاؑ نے ایک ہاتھ حُر کے ماتھے پہ رکھا' ایک ہاتھ داڑھی پہ رکھا۔ بسم اللہ کر کے چہرہ اٹھایا' ماتھا چوم کر کہا:

''بھائی حُر! ہم نے معاف کیا۔''

جیسے ہی مولاؑ کی زبان سے نکلا' بھائی حُر ہم نے معاف کیا۔ جلدی سے شہزادہ علی اکبرؑ گھوڑے سے اترے:

''چچا حُر! میرا اسلام ہو۔''

قاسمؑ نے کہا:

''چچا حُر! میرا اسلام۔''

حبیب ابن مظاہرؓ نے کہا:

''حُر مبارک ہو! میں بچپن کا دوست تھا' مجھے تو کبھی بھائی نہیں کہا
تیرا وہ مقدر کہ فوراً بھائی کہہ دیا۔''

یہ مبارک اور سلامت کی آوازیں خیمے میں پہنچیں ملکہ عالیہؑ نے سنیں' آواز دی:

''عونؑ و محمدؑ! یہ کیسی مبارک بادیں ہیں؟''

چھوٹے شہزادے نے کہا:

''اماں! وہ جس نے ماموں کا رستہ روک کر لگام کھینچی تھی۔''

کہا:

''ہاں!''

''وہ مجرم آیا ہے۔''

''پھر کیا ہوا؟''

''ماموں نے اسے بھائی کہہ دیا۔''

''اچھا یہ بات ہے' ماموں نے بھائی کہہ دیا۔ لو عونؑ و محمدؑ ابھی
باہر جاؤ' ایک حُر کے دائیں کھڑے ہونا' ایک بائیں کھڑے ہونا'
ماموں حُر کہہ کے بات کرنا' کہنا اماں سلام کہتی ہیں۔''

کہنا اماں سلام کہتی ہیں۔ جیسے ہی شہزادوں نے سلام پہنچایا' حُر کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو گیا۔ مولاؑ نے کہا:

''حُر! خیریت تو ہے؟''

کہا:

''مولاؑ! کوئی خیریت نہیں ہے۔ مولاؑ مجھے یاد ہے جب میں نے
رستہ روک کے لگام کھینچی تھی' میں نے محمل سے سیدانیوں کی چیخیں
سنی تھیں۔ مولاؑ آپ میرے سفارشی بنیں' جب تک علیؑ کی بیٹی

معاف نہیں کرے گی، میں سکون قلب سے مر نہیں سکتا۔"

کہا:

"اچھا حُر آ!"

آگے مولاؑ، پیچھے حُر عباس غازیؑ نے علم کا سایہ کیا ہوا، دائیں بائیں علی اکبرؑ، قاسمؑ، خیمے کے قریب پہنچے۔ مولاؑ خیمے کے اندر، حُر خیمے سے باہر۔ کہا:

"بہن مبارک ہو! بھائی حُر آیا ہے۔"

کہا:

"حسینؑ میرا اسلام کہہ دیں۔"

یہ باتیں ہونے لگیں کہ حُر کی چیخیں نکل گئیں۔ چیخ مار کے کہتا ہے:

"گنہگار امت کو بخشوانے والی ماں کی بیٹی! تجھے اپنی اماں کی چادر کا واسطہ، مجھے معاف کر دے، میں گنہگار تیرے دروازے پر آیا ہوں۔"

یہ ہے اخلاق محمدیؐ، یہ ہے اس گھرانے کا اخلاق حسینؑ نے کہا تھا بھائی میں نے معاف کیا، بہن بھائی سے بڑھ گئی۔ جیسے ہی اس نے کہا مجھے معاف کر دیں، اندر سے آواز آئی:

"بھائی حُر! مجھے شرمندہ نہ کر۔"

خدا کی قسم! اس فقرے کو شریف لہو سمجھ سکتا ہے کہ یہ انسانیت کی معراج ہے کہ گنہگار معافی مانگے، کریم شرمندہ ہو رہا ہو اور اک دم سے شہزادیؑ کی آنکھ سے آنسو نکل آئے، اپنے بھائی سے بات نہ کر سکی۔ مولا حسینؑ نے کہا:

"بہن! آج تو بھائی حُر آیا ہے، کیوں تڑپ تڑپ کے رو رہی ہے؟"

میری شہزادیؑ کی ہچکیاں بندھ گئیں اور کہتی ہے:

''میں روتی اس لئے ہوں' جب یہ دشمن بن کے آیا تھا' ہم نے اسے پانی پلایا تھا' اس کے گھوڑوں کو پلایا' اس کے سپاہیوں کو پلایا' آج جب یہ بھائی بن کے آیا ہے' میں اس کی کوئی خدمت نہیں کر سکتی۔ حُر' حُر !! مجھے معاف کرنا' میں نہ تجھے کچھ کھلا سکتی ہوں' نہ پلا سکتی ہوں' تجھ سے دو وعدے کرتی ہوں' جنت میں تجھ سے پہلے نہیں جاؤں گی' یہاں یہ وعدہ کرتی ہوں۔ اگر اس بے حیا قوم نے مجھے مہلت دی' میں حسینؑ سے پہلے تیری لاش پہ آؤں گی' تیری لاش پہ سفید بال کھول کے بھائی حُر کہہ کے تیرا ماتم کروں گی اور حُر تو اطمینان رکھ! قیامت کے دن میں تیری شفاعت کروں گی۔''

خدا کی قسم! اب حُر جو مجرم تھا' کیسے جنتی بنا؟ جب شہزادہ علی اکبرؑ میدان میں جانے لگے تو حُر مولاؑ کے قدموں پہ گر گیا۔ کہتا ہے:

''مولاؑ ! یہ کیسے ہو سکتا ہے آپؑ کا جوان تیروں میں جائے' میرا جوان دیکھتا رہے' نہیں پہلے میرا بیٹا جائے گا۔ میرا بیٹا علی اکبرؑ کا صدقہ بن کے جائے گا۔''

مولاؑ نے کہا:

''حُر ! نہیں تو تو مہمان ہے۔''

رو کے کہتا ہے:

''مولاؑ ! مہمان میں ہوں یا آپؑ ہیں' مولاؑ مہمان تو آپؑ ہیں۔''

مولاؑ کے قدموں سے جدا نہ ہوا' جب تک مولاؑ نے حُر کے بیٹے کو اجازت نہ دی۔ حُر کا بیٹا چلا گیا' تیروں میں گھر گیا۔ بیان ختم ہوا زخمی ہو کر گرنے لگا۔ مولاؑ کو

اس نے سلام کیا' باپ سے کہا:

''بابا! میری لاش پہ آ' میری لاش پہ آ جا۔''

کیوں میرے سنی شیعہ بھائیو!

مجھے ایمان سے بتایئے گا! نفسیاتی طور پر کہ اگر نزع کے عالم میں جوان بیٹا باپ کو آواز دے' باپ پوری قوت سے دوڑ کے پہنچے گا یا نہیں؟ بولو! پہنچے گا نا! حُر پوری قوت سے دوڑ کے بیٹے کی لاش پہ گیا' لیکن وہاں اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ جب دیکھتا کیا ہے حُر سے پہلے فاطمہؑ کا لالؑ پہنچ گیا۔ حُر کے بیٹے کی لاش پہ فاطمہؑ کا لالؑ پہنچ گیا تھا اور حُر کے بیٹے کا سر گود میں رکھ کر مولا حسینؑ کہہ رہے تھے:

''یا اللہ! یہ حُر کی نہیں میری قربانی آ رہی ہے۔ یا اللہ! یہ حُر مہمان کا بیٹا نہیں یہ میری قربانی وصول کر!''

حُر کھڑا دیکھتا رہا' بیٹے نے آخری ہچکی لی۔ حُر جھکا' بیٹے کی لاش اٹھانے لگا۔

اب فقرے تاریخ کے ہیں:

فقام الحسینؑ

فاطمہؑ کا لالؑ! میرا مظلوم امامؑ کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ حُر کے سینے پر رکھ کر پیچھے کر دیا۔ حُر نے کانپتے ہوئے کہا:

''مولاؑ! مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی؟''

مولاؑ نے کہا:

''تو یہ کیا کرنا چاہتا ہے؟''

''میں اپنے بیٹے کی لاش نہ اٹھاؤں؟''

مولاؑ نے کہا:

''حُر! تو تازہ تازہ آیا ہے تو شریعت کا قانون نہیں جانتا' میں

محافظ شریعت ہوں، میں شریعت کے خلاف نہیں چلنے دوں گا۔"

کہا:

"مولاؑ! وہ کیا؟"

"شریعت کا قانون یہ ہے، کوئی باپ جوان بیٹے کی لاش نہیں اٹھاتا۔ حُر! کوئی باپ جوان بیٹے کی لاش نہیں اٹھاتا۔ شریعت نے روکا ہے، میں تجھے تیرے بیٹے کی لاش نہیں اٹھانے دوں گا۔"

یہاں تک بیٹھے ہوئے عزادارو! ذرا کربلا کی طرف رخ کرلو، رخ کرلو اور مظلوم سے صرف اتنا پوچھ کے مجھے جواب دلاؤ کہ فاطمہؑ کے لالؑ! یہ فقرہ جو تو نے حُر سے کہا تھا، اکبرؑ کی لاش پہ کتنا یاد آیا ہوگا، اصغرؑ کی لاش پہ کتنا یاد آیا ہوگا۔

الا لعنة الله علی قوم الظالمین و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

❁ ❁ ❁

مجلس چہارم

اما بعد فقد قال اللہ تبارک و تعالی فی کلامہ المبین.
وھو اصدق الصادقین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یآیھا الذین امنو اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم (صلواۃ)

حضرات محترم!

سلسلہ بیان ذہن عالی میں ہوگا' کل میں نے بیان کو یہاں تک پہنچایا تھا کہ اسلام دین پرستش نہیں ہے' بلکہ دین اطاعت ہے اور اطاعت' اللہ کی اطاعت' اس کے رسولؐ کی اطاعت اور اولی الامر کی اطاعت۔ کل جو حضرات تشریف نہیں لا سکے تھے' بیان کو آج کے بیان سے مربوط کرنے کے لئے میں یہ گزارش کروں کہ کل میں نے یہ گزارش کی تھی کہ اکثر و بیشتر ذہنوں میں نئی نسل کے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ صاحب ہم تو آزاد پیدا ہوئے ہیں' آزادی پسند ہیں' آزادی سے جینا چاہتے ہیں۔ اگر ہم

اطاعت الٰہی میں زندگی بسر کریں تو آزادی سلب ہوتی ہے اور ہر وہ شے کہ جو لذیذ محسوس ہوتی ہے' اس سے ہمیں روک دیا جاتا ہے' لہٰذا کسی پابندی کی ضرورت ہم محسوس نہیں کرتے' آزادی سے زندگی گزاریں گے۔ یہ تھی کل کی گفتگو' جس پر کل میں نے یہ گزارش کی تھی کہ اگر انسان اتنا ہی آزادی پسند ہے تو آپ انہی فیصل آباد کی سڑکوں پر مجھے آزادی سے گاڑی چلا کر آپ نہیں دکھا سکتے۔ آپ کی آزادی کو محفوظ رکھنے کے لئے حکومت نے ہر چوراہے پر یا سگنل لگا دیئے ہیں یا سپاہی کھڑے کر دیئے ہیں۔ اب اگر آپ کہیں صاحب ہم آزادی سے چلیں گے' ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہم سگنلز کی پابندی کریں تو آزادی کسی بھی بھیانک ایکسیڈنٹ کا شکار ہو کر رہ جائے گی۔

میری بات پہ غور فرما رہے ہیں' آپ حضرات!

روز میں اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہوں کہ میری گفتگو کسی بہت بڑے علامہ اور مجتہد کی گفتگو سمجھ کے نہ سنیئے۔ میں گفتگو کرتا ہوں طلبہ کے لئے اور اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں' روزمرہ کے مشاہدات سے ... لیکن کوئی دوست اس غلط فہمی کا شکار نہ رہے کہ گویا یہ ایک خطابت ہے' جسے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

نہیں دوستو!

جو کچھ میں عرض کروں گا' انشاء اللہ مجھے قرآن اور حدیث کی مکمل سپورٹ حاصل ہے۔ بھئی اپنا اپنا انداز گفتگو ہے' اپنا اپنا طرز بیان ہے۔ غالب مرحوم نے کہا تھا کہ۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

یعنی اس انداز سے گفتگو ہو کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ بھائی میرے دل میں بھی یہی

بات تھی۔ روزمرہ کی بات یہ شخص کرتا ہے لیکن اگر خود کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔ یہ مشکل ترین صنف ہے۔

یاد رکھئے گا گفتگو کی اس صنف کو' اس کو کہتے ہیں سہل ممتنع' یعنی گفتگو اتنی آسان ہو کہ ہر ایک سمجھے۔ میرے دل کی بات ہے لیکن اگر کرنا چاہے تو ممتنع ہو جائے' کر نہ سکے۔ لیکن دو چیزیں ہیں جو مجھے' اس طرح گفتگو کو آسان کر دیتی ہیں۔ ایک باب مدینۃ العلم کا آسرا اور دوسرے میرے استاد مرحوم کی رہنمائی! تو میں گزارش یہ کر رہا تھا آپ کی خدمت میں کہ خداوند عالم نے آپ کو اشرف المخلوقات بنایا' اپنے فضل و کرم سے بنایا ہے۔ اس میں ہمارا اور آپ کا کوئی کمال نہیں ہے۔ انسان بنایا ہے' پھر مسلمان بنایا ہے' پھر مسلمان کے گھر پیدا کیا ہے' یہ بھی اس کا کرم ہے نا! فرض کیجئے اگر ہمیں مسلمان کے گھر نہ پیدا کرتا' کسی بنیے کے گھر' ہندو کے گھر' کسی یہودی کے گھر پیدا کر دیتا۔ پھر کرم کر دیتا' بعد میں کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جاتے۔ ہو تو جاتے پھر بھی' لیکن اس میں ذرا سی خرابی رہ جاتی۔ خرابی یہ رہتی کہ جہاں چار مسلمان اکٹھے ہوتے کہتے پیدا ہوا ہے وہاں' پھر آیا ہے یہاں' پیدا وہاں ہوا ہے پھر آ گیا ہے ادھر! یہ اتوں اتوں توں مسلمان ہے وچوں وہی ہے۔ بھائی! آپ کسی انسان کے اعتراض کو تو روک نہیں سکتے۔ میں یہاں فیصل آباد میں جب تقریر کر کے جاتا ہوں تو بڑی فراخ دلی سے میری تقریروں پہ بھی اعتراضات ہوتے ہیں۔ سنتا ہوں میں' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اعتراض کرنے والوں کو روک دوں۔ ہر شخص آزاد ہے' اسے آزادی سے تنقید کا حق حاصل ہے' تنقید کر سکتا ہے وہ! اس طریقے سے ہر شخص یہ بیٹھ کر کہتا' پیدا ہوا وہاں پھر آیا ہے یہاں۔ ہو نہ ہو وچوں وہی ہے۔ یہ وچوں والی مصیبت بڑا خراب کرتی ہے۔ اس لئے کہ دستور ہے' قانون ہے۔ اگر کوئی یہودی کے گھر پیدا ہو جائے لوگوں کو شک رہتا ہے اتوں ہے مسلمان وچوں وہی ہے۔ ہندو کے گھر پیدا ہو جائے کہیں گے

اتوں اتوں ہے وچوں وہی ہے۔

کیوں دوستو!

جو جس گھر میں پیدا ہو جائے' وہ لاکھ انکار کرتا رہے' میں وہ نہیں ہوں لیکن لوگوں کو شک رہتا ہے ہمیشہ کہ ہو نہ ہو وچوں وہی ہے۔ آپ سوچ کے بتا دیں کہ اگر کوئی اتفاق سے اللہ کے گھر پیدا ہو جائے' وہ لاکھ کہتا رہے میں وہ نہیں ہوں مگر نصیری کو آج تک یہ شک ہے کہ نہیں وچوں وہی ہے۔ (بھائی مل کے با آواز بلند صلواۃ پڑھ دیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا' انسان کے گھر پیدا کیا اور پھر اس نے ہمارے فانوس دماغ میں شمع عقل روشن کر دی اور پھر اس نے اختیارات کی طاقت بھی عطا کر دی اور پھر ارشاد فرما دیا:

انا هدینه السبیل اما شاکرا و اما کفورا (سورۂ دہر' آیت ۳)

''پھر انسان کو ہم نے ہدایت سبیل بھی کر دی ہے چاہے صحیح راستے پر چل کے شکران نعمت کرے' غلط راستے پر چل کر کفران نعمت کرے' یہ اسے اختیار حاصل ہے۔ ہم ایک دن متعین کرتے ہیں جس کا نام ہے قیامتؑ! ہم اس دن پوچھیں گے کہ کن راہوں پر چل کر یہاں تک تو پہنچا ہے؟''

توجہ ہے یا نہیں صاحبان!

اور پھر جیسا کہ کل میں نے عرض کیا تھا انسان کو عقل کا کمپیوٹر بھی عطا کر دیا' اختیارات کی طاقت بھی دے دی اور ایسی کمپلیکیٹڈ (Complicated) مشین بھی بنا دی انسان کی کہ جتنی مشینریاں آج تک ایجاد ہو چکی ہیں' یہ سب کی سب آپ کی

مشینریوں ہی کی نقلیں ہیں۔ اب چاہے وہ ٹیپ ریکارڈر کی صورت میں ہے' لاؤڈ سپیکر کی صورت میں ہے' چاہے اس کیمرے کی صورت میں ہے' چاہے یہ دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کی صورت میں ہے' ہوائی جہاز کی صورت میں ہے' راکٹ کی صورت میں ہے۔ جتنی بھی مشینریاں ہیں سب آپ کی مشینری کی نقلیں ہیں۔ اللہ نے ایسی مشینری آپ کی بنائی باتیں سادہ سادہ ہیں مگر پورا فلسفہ اسلام انہیں میں سموتا ہوں۔

میرے محترم سامعین!

آپ کو تجربہ ہوگا کہ جب بھی آپ کوئی مشینری پرچیز (Purchase) کرتے ہیں' خریدتے ہیں۔ کئی ایسی ہیں جو عام ہوگئی ہیں' جیسے ٹیپ ریکارڈر ہے' اب عام ہے۔ وی سی آر ہے عام ہے' کیمرے ہیں یہ عام ہیں لیکن ایک زمانہ وہ تھا کہ جب پہلے پہلے یہ ٹیپ ریکارڈر صاحب تشریف لائے تھے' ہماری ان مجلسوں میں تو ایک پورا بکسہ ہوتا تھا' سر پہ اٹھائے ہوئے اور آدھا مجمع دیکھتا تھا کہ یہ کیا شے آرہی ہے۔ تو جب بھی آپ کوئی مشینری خریدنے جاتے ہیں تو پہلا سوال آپ یہ کرتے ہیں کہ

''بھائی صاحب! اس کو چلائیں کیسے؟ کیسے چلائیں؟''

وہ سمجھاتا ہے آپ کو:

''صاحب اس طرح چلائیں' اس طرح چلائیں۔''

اور اس کے بعد پھر وہ کہتا ہے:

''صاحب میری تو دوکانداری خراب ہو رہی ہے۔ یہ سارے گاہک کھڑے ہوئے ہیں اگر ایک ایک کو میں سمجھانا شروع کر دوں تو میرے پاس تو اتنا وقت نہیں ہے۔''

تو گاہک اسی وقت پوچھتا ہے:

''صاحب! یہ سب ٹھیک ہے لیکن ہم کیسے چلائیں؟''

اب میں اسے یہ کہتا ہوں:

''بھائی صاحب! چلانے کی فکر کیا ہے' پیسے ہیں نا! آپ کے پاس۔ آپ نے پیسے بھرے ہیں' خرید لی ہے جائیے! جیسے مرضی ہے چلائیں آپ!''

انہوں نے کہا:

''جناب! چونکہ پیسے بھرے ہیں' اسی لئے فکر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو غلط بٹن دبا دیں مشینری جل کے راکھ ہو جائے' میرے پیسے برباد ہو جائیں۔''

انسان کو فکر وہی ہوتی ہے کہ جہاں پر اس کا کچھ مال خرچ ہوا ہو' خدا کی قسم! ٹیپ ریکارڈر خریدتے ہیں تو فکر کرتے ہیں' گاڑی خریدتے ہیں تو فکر کرتے ہیں' کیوں؟ پیسے بھرے ہیں اور یہ جو آپ کی مشینری ہے جو اصلی مشینری ہے' اس کی کسی کو فکر کیوں نہیں ہوتی؟ اس لئے کہ اس پر پیسے نہیں لگے' یہ اللہ نے مفت دے دی ہے۔ اگر آنکھیں بازار سے خرید کے لانی پڑتیں' دل بازار سے خرید کے لگانا پڑتا' ہاتھ بازار سے خرید کے فٹ کرنے پڑتے' آپ کو بڑی فکر ہوتی۔

اب وہ کہتا ہے کہ

''صاحب! بات سنیں آپ میرے کان نہ کھائیں' میں ہر ایک کو نہیں بتا سکتا۔ جس کمپنی نے یہ مشین بنائی ہے اس نے اس کے ساتھ ایک بک لٹ (Booklet) بھی بھیجی ہے' اس نے اس کے ساتھ ایک کتابچہ بھی بھیجا ہے۔ آپ جائیے! اس کتابچہ کو کھولئے' اس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے کہ ریکارڈنگ کا بٹن کونسا ہے' آف (Off) کہاں سے کرنا ہے' آن (On) کہاں سے

کرنا ہے' ریورس (Reverse) کہاں سے کرنا ہے' فارورڈ
(Forward) کہاں سے کرنا ہے۔ آپ جایئے پڑھتے جایئے!
اور مشینری کو چلاتے جایئے اور خیال رکھیۓ گا! اگر آپ نے اس
بک لٹ کے مطابق مشینری کو چلایا تو یہ جلنے سے بھی محفوظ رہے
گی اور آپ کے کام بھی آتی رہے گی۔"

کیوں میرے سنی شیعہ بھائیو!

مجھے ایمان سے بتایئے کہ یہ آپ کی مشینری کی نقلیں ہیں۔ جاپان بناتا ہے تو بک لٹ ساتھ بھیجتا ہے' جرمن بناتا ہے' مشین بک لٹ ساتھ بھیجتا ہے' امریکہ بناتا ہے بک لٹ ساتھ بھیجتا ہے۔ یہ جو آپ کی پیچیدہ مشینری بنی ہوئی ہے' آپ سوچ کے بتائیں آپ کہاں کے بنے ہوئے ہیں؟ آپ میڈ ان جاپان (Made in Japan) ہیں' آپ میڈ ان فرانس ہیں' آپ میڈ ان یو- کے- اے ہیں۔ کہاں کے بنے ہوئے ہیں؟ تو آپ کہتے ہیں صاحب! ہماری پیچیدہ مشینری اللہ نے بنائی ہے تو جس کمپنی نے آپ کو بنایا ہے معاف کیجئے گا! اگر مصنوعی کمپنیاں آپ کی نقل تیار کرتے وقت بک لٹ ساتھ بھیجتی ہے تو جس حقیقی کمپنی نے آپ کی پیچیدہ مشینری بنائی ہے' اس نے یوں ہی بھیج دیا ہے آپ کو! چلانے کے لئے کوئی بک لٹ نہیں بھیجی ہے۔

بھائی یاد رکھیۓ گا!

کمپنی کا نام اللہ ہے' مشینری کا نام انسان ہے' بک لٹ کا نام قرآن ہے' اس نے بک لٹ ساتھ بھیجی اور اس کا نام قرآن مجید ہے اور اللہ نے کہا:

"دیکھو! اپنی پیچیدہ مشینری کو اس بک لٹ کے مطابق چلاؤ۔ اس
کے مطابق چلاتے رہو گے تو نہ یہ خراب ہوگی' نہ یہ ختم ہوگی۔ یہ

مرنے کے بعد بھی ایورلاسٹنگ (Everlasting) ہو جائے گی۔ مرنے کے بعد بھی یہ مردہ نہیں ہو گی بشرطیکہ بک لٹ کے مطابق چلاؤ۔ جیسے بک لٹ کہے ویسے ہی چلاؤ' دیکھو! ادھر جدھر بک لٹ کہے ہاتھ ادھر بڑھاؤ' جدھر بک لٹ کہے قدم ادھر اٹھاؤ' جو یہ کتاب بتائے' دل میں اسے بٹھاؤ۔ جسے کتاب کہے دماغ میں اسے لاؤ' جسے یہ کتاب کہے اگر اس کے مطابق چلاؤ گے تو کبھی یہ مشینری خراب نہیں ہونے پائے گی اور اگر اس کی خلاف ورزی کرو گے تو میل کچیل بھر جائے گا' جہنم کی آگ میں جل کر راکھ ہو جائے گی۔''

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

اچھا اب بک لٹ ہم نے دیکھی تو اس میں دو حصے ہوتے ہیں' ایک ہوتی ہے عبارت! عبارت تو سمجھ میں آ جاتی ہے اور جہاں اشارے شروع ہوئے مثلاً ایک چھوٹی سی لکیر' اس کے اوپر ایک ٹیڑھی سی لکیر' اس کے آگے گول دائرہ' اس میں کہیں A لکھا ہے' کہیں B لکھا ہے' کہیں پلس (+)' کہیں مائنس (-)! ارے عبارت تو سمجھ میں آ ئی' یہ اشارے سمجھ میں نہیں آ رہے۔ یہ کس سے سمجھیں؟ تو کہا کہ

''صاحب! یہ تو کوئی انجینئر ہی سمجھائے گا۔''

''ارے انجینئر کی کیا ضرورت ہے' کیا یہ کتاب کافی نہیں ہے؟
ارے اس ترقی یافتہ دور میں اس پڑھی لکھی ہوئی دنیا میں کتاب کافی ہے۔ انجینئر کی کیا ضرورت ہے؟''

آپ کہتے ہیں:

''نہ صاحب انجینئر کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا یہ مسئلہ!''

تو جب آپ کے پڑھے لکھے دور میں انجینئر کے بغیر یہ اشارے سمجھ میں نہیں آ رہے تو جو بک لٹ اللہ نے انسانی مشینری کو چلانے کے لئے استعمال کی ہے، جس کا نام قرآن مجید ہے، عبارت سب کی سمجھ میں آتی چلی گئی لیکن جہاں اشارے شروع ہوئے، الف لام میم سمجھ میں نہیں آ رہا، الف لام را سمجھ میں نہیں آ رہا، کھیعص سمجھ نہیں آ رہا:

''بھائی اب کس سے سمجھیں؟''

''انجینئر سے!''

''کس انجینئر سے؟ کیا لوکل انجینئر سمجھائے گا۔''

انہوں نے کہا:

''جی لوکل انجینئر کی سمجھ میں تو نہیں آئے گا۔''

''پھر کون سمجھائے گا؟''

''وہی سمجھائے گا جو وہیں سے پڑھ کر آیا ہو، جہاں سے یہ کتاب چھپ کے آ رہی ہے۔''

بس یاد رکھئے گا!

کمپنی کا نام اللہ ہے، بک لٹ کا نام قرآن ہے، مشینری کا نام انسان ہے اور انجینئر کا نام رسولؐ ہے۔ (بھائی با آواز بلند صلواۃ پڑھ دیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!) اس لئے کہ جب تک وہ انجینئر نہیں سمجھائے گا آپ کی سمجھ میں بات آ ہی نہیں سکتی۔ اس لئے کہ بک لٹ نے تو سب کچھ سمجھا دیا۔ کوئی ایسی شے نہیں چھوڑی اس بک لٹ نے جو نہ سمجھائی ہو۔

توجہ کیجئے گا!

میری یہ گفتگو بین الاقوامی گفتگو ہے۔

دوستو! یادرکھئے گا!!

آپ میری گفتگو کو چاہے کسی چرچ میں رکھ دیں' چاہے کسی گردوارے میں پیش کردیں' چاہے کسی مسجد میں لے جائیں' چاہے کسی سیاست دان کی ٹیبل پر رکھ دیں' انشاء اللہ العزیز! آپ مایوس نہیں ہوں گے۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کی حقانیت اور صداقت اس امر سے ظاہر ہے کہ وہ کلام الٰہی ہے کہ اس نے کائنات کی کوئی ایسی شے نہیں ہے کہ جس کی وضاحت نہ کی ہو' جس کو تشنہ چھوڑا ہو اس نے اور یہی ثبوت ہے ہمارے پاس قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا!

مانچسٹر یونیورسٹی میں آج سے پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے' میں گیا وہاں کے سائنس ہال میں۔ میری تقریر تھی' تو ایک یہودی نے کھڑے ہو کر مجھ سے یہی سوال پوچھا تھا کہ

> ''جناب! ہماری جو کتاب ہے' جسے ہم تورات کہتے ہیں' آپ توریت کہتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ بائبل کے بارے میں کرسچین کہتے ہیں کہ اللہ کا کلام ہے اور ہمارے پاس دلیلیں ہیں۔ آپ کے پاس کیا دلیل ہے اس بات کی کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ ہو سکتا ہے' ہو سکتا ہے کسی جینیس پرسن (Genius Person) کی تخلیق ہو' ہو سکتا ہے کسی ذہین انسان نے مرتب کر کے رکھ دیا ہو اور آپ کہتے ہیں یہ اللہ کا کلام ہے۔''

بخدا! ایک لمحہ کے لئے تو ذرا سر چکرایا' مگر پھر مجھے اپنے چھٹے معصوم امامؑ کا فرمان یاد آیا۔ ارشاد فرماتے ہیں:

> ''اسلام کے بارے میں' قرآن کے بارے میں' ہماری امامت

حقہ کے بارے میں، اگر کوئی بدترین دشمن بھی تم پر سوال کرے اور اعتراضات کی بوچھاڑ کر دے، گھبرانا نہیں، پریشان نہ ہونا۔ میں امام جعفر صادقؑ ضمانت دیتا ہوں کہ جہاں تمہارا دماغ رک جائے گا، تمہارے دماغ میں ہمارا دماغ کام کرنا شروع کر دے گا، جہاں تمہاری زبان کام کرنا بند کر دے گی، تمہاری زبان میں ہماری زبان بولنے لگ جائے گی، جہاں تمہارا دماغ سوچنا بند کر دے گا تمہارے دماغ میں ہمارا دماغ کام کرنا شروع کر دے گا۔"

توجہ فرما رہے ہیں صاحبان!

تو مولاؑ کی مدد سے ہم نے اس سے پوچھا:

"بھائی! ایک بات بتاؤ کہ انسان کے کلام میں اور غیر انسانی کلام میں بنیادی فرق کیا ہے؟"

توجہ کیجئے گا!

انسانی کلام میں اور غیر انسانی کلام میں ایک بنیادی فرق یہ ہے دوستو کہ انسان کا کلام اپنے ماحول سے باہر نہیں جاتا۔ جیسا ماحول ہو گا، جس قسم کے حالات ہوں گے، انسان کا کلام ماحول میں محدود ہوتا ہے، ماحول سے باہر نہیں جاتا۔ مثلاً ایک تقریر میں اس وقت کر رہا ہوں، ایک تقریر میری آج سے سو سال پہلے ہوئی ہو، ایک تقریر سو سال کے بعد ہو۔ تینوں تقریروں کو ملا کے ذرا سنئے گا! جو تقریر آج سے سو سال پہلے میں نے کی ہو گی، اس میں اس وقت کے ماحول کی جھلک ہو گی۔ اس میں مون لینڈنگ (Moon Landing) کا تذکرہ نہیں ہو گا کہ چاند پہ کیسے اترے؟ اس میں

ایٹمی دھماکے کا ذکر نہیں ہو گا' اس میں میزائل کا ذکر نہیں ہو گا۔ چونکہ اس وقت یہ چیزیں تھیں ہی نہیں۔ آج کی تقریر میں' میں نے کیمرے کا ذکر کیا' میں نے لاؤڈ سپیکر کا تذکرہ کیا' میں نے ٹیپ ریکارڈر کا ذکر کیا۔ اس لئے کہ آج کے ماحول میں یہ اشیاء موجود ہیں۔ سو سال کے بعد جو تقریر میری ہو گی اس وقت اس ماحول کی جھلک ہو گی۔ تو انسانی کلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے ماحول میں رہتا ہے' ماحول توڑ کے نہیں جاتا۔ میں نے اس سے کہا:

> ''مسٹر ڈیور! بات سنو! اگر قرآن مجید آج سے چودہ سو سال والے ماحول میں محدود ہے تو تو ہے انسانی کلام اور اگر قیامت تک حالات کو دیکھتا ہوا جا رہا ہے تو تسلیم کرو گے کہ ہے غیر انسانی کلام!''

اس نے کہا:

> ''جناب! قیامت تک کے ماحول پر کیسے قرآن گفتگو کرتا ہے؟''

میں نے کہا' یوں کرتا ہے کہ آپ میڈم ٹوسات کو چلیں جائیں جہاں مومی مجسمے ہیں۔ وہاں محمد علی کا بھی مجسمہ ہے' وہاں اس وقت کے جو یہاں حکمران تھے ایوب خان ان کا بھی مجسمہ ہے۔ سب سے اہم مجسمہ جو سب کی نگاہوں کا مرکز ہے وہ ایک خلاباز کا ہے' اس خلاباز کا نام ہے ''میجر یونی گے گرین''۔ یہ یونی گے گرین وہ پہلا خلاباز تھا جو زمین سے خلا میں گیا اور اس سرزمین سے گیا کہ جو منکر خدا سرزمین کہلاتی تھی' روس سے گیا اور خروشچیف جو وزیراعظم تھا روس کا' اس نے مذاق اڑاتے ہوئے اہل مذہب کو یہ کہا تھا کہ ہمارا خلاباز دیکھ آیا' کہیں کسی کا خدا نظر نہیں آیا۔ جو اس نے مذاق اڑایا تھا' میں نے کہا جایئے اس خلاباز کا مجسمہ ہے اور جب اس پر لائٹ پڑتی ہے تو وہ آواز سنائی جاتی ہے کہ جو خلا سے' پہلے انسان نے زمین پر بھیجی ہے اور پہلا خلاباز گیا ہے ۱۲ اپریل ۶۱ء میں! اگر آپ کا حافظہ ساتھ دے رہا ہے' جو طلبہ بیٹھے ہیں' وہ

لائبریریوں میں جا کر دیکھیں ۱۲ اپریل ۶۱ء میں پہلا خلاباز گیا ہے۔ قرآن مجید نازل ہوا ہے چودہ سو سال پہلے! چودہ سو سال پہلے والا ماحول کیا ہے؟ فرزند صحرا آزادی سے رہتا تھا' قبیلوں میں رہتا تھا' لڑنے بھڑنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا' ریت کے ٹیلے ان کے محل تھے' اونٹ ان کا سرمایہ حیات تھے' فروٹوں میں بہترین فروٹ کھجور تھا۔ اس کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں تھا' جنگ چھڑتی تھی تو پتہ نہیں چلتا تھا۔ نہ انہیں یہ پتہ چلتا تھا کہ کس بنیاد پہ جنگ لڑی جا رہی ہے۔ کس پوائنٹ پہ جنگ چھڑی ہے اور پھر انہیں کچھ پتہ نہیں تھا کہ خلا کیا ہے؟ فضا کیا ہے؟ راکٹ کیا ہے؟ ہوائی جہاز کیا ہے؟ خلائی سفر کسے کہتے ہیں؟ کچھ نہیں! جانوروں میں اونٹ تھے' گدھے تھے' خچر تھے۔ والدین اونٹ پہ بیٹھ جاتے تھے' بیٹیاں خچر پہ آ جاتی تھیں۔ سفر ہوتا رہتا تھا' کارواں چلتے رہتے تھے۔ یہ کل ان کی زندگی تھی' انہیں کچھ پتہ نہیں تھا خلا اور فضا کا! اگر قرآن اس وقت کے ماحول میں محدود ہے تو انسانی کلام ہے اور اگر آگے جا رہا ہے تو غیر انسانی کلام ہے۔

اور میرے دوستو!

قرآن کی اس آیت کے استدلال پر آپ یقین فرمائیں کہ ایک پورا خاندان سکاٹ لینڈ کا' پورا خاندان..... یہ خوبی میں سمجھتا ہوں ان کی کہ اگر حق ان کے ذہن میں بٹھا دیں تو وہ فوراً اسے قبول کرتے ہیں۔ پورا خاندان مسلمان ہوا۔ میں نے کہا سورۃ الحجر کی ایک آیت ہے ذرا پڑھ کے دیکھ لیجئے۔ اور ادھر خلا باز کی آواز سنئے۔ چنانچہ دنیا جہان کے سائنس دان منتظر تھے کہ پہلا خلاباز آسمان سے کیا کہتا ہے۔ تو میجر یونی گے گرین کی آواز آج تک محفوظ ہے' اس نے وہاں سے پہلا پیغام بھیجا تھا۔ میں نے اتنا حسین منظر کبھی نہیں دیکھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے یا میری آنکھوں میں نشہ ہو گیا ہے یا مجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ یہ پہلے خلاباز کی آواز تھی اور میں نے اسے کہا مسٹر ڈیور! جاؤ اور قرآن مجید کی سورۃ الحجر کا مطالعہ کرو۔ چودہ سو سال پہلے قرآن مجید نے کیا کہا۔ ارشاد ہو رہا ہے:

ولو فتحنا عليهم بابا من السماء فظلوا فيه يعرجون

(سورۂ حجر' آیت ۱۴)

''میرے حبیبؐ! زمین پر بسنے والوں کو پیغام سنا دو کہ اگر زمین پر رہنے والے کبھی آسمانوں میں جانے لگے اور ہم نے آسمانوں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے۔''

فظلوا فیہ یعرجون (سورۂ حجر' آیت ۱۴)

''اور وہ جانا شروع ہوئے۔''

لقالوا

''تو جاتے جاتے سب سے پہلا جانے والا' یہی آواز دے گا''

لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون

(سورۂ حجر' آیت ۱۵)

''یا میری آنکھوں میں نشہ ہو گیا ہے یا مجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔''

توجہ ہے دوستو یا نہیں!

بھائی گھبرا تو نہیں گئے آپ حضرات! ہمیشہ جذباتی انداز میں مت سوچئے' حقانیت کے لئے ٹھنڈے دل سے غور کیجئے۔ یہ کس کی آواز ہے؟ قرآن صامت کی! یہ کس نے آواز دی؟ آج سے چودہ سو سال پہلے سرکار دو عالمؐ پر جو قرآن نازل ہوا' قیامت تک کے آنے والی جتنی بھی چیزیں ہیں اس کتاب میں بند ہیں۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

اور یہ کتاب کتنی مفصل ہے اور کتنی مجمل ہے۔ اس کے لئے ایک بات عرض کروں یہاں کہ ابن عباسؓ جیسا' استاد امت اور شاگرد علیؑ! میرے مولاؑ سے فرمائش کر

بیٹھا کہ

''سرکارؑ! ذرا آج بسم اللہ کی تفسیر بیان ہو جائے' سورۂ الحمد کی تفسیر ہو جائے۔''

فرمائش کس سے کی جو باب مدینۃ العلم تھا۔ اب جو میرے مولاؑ نے تفسیر بیان کرنی شروع کی تو نماز صبح کا وقت ہو گیا۔ میرے مولاؑ ٹھنڈی سانس لے کے کہتے ہیں:

''ابن عباسؓ! افسوس کہ فریضہ سحری بیچ میں حائل ہو گیا' میں کماحقہ تفسیر کی تکمیل نہ کر سکا' بس خلاصہ کلام سن لے ابن عباسؓ! تو' جو کچھ ساری کائنات میں ہے' وہ قرآن میں ہے اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ الحمد میں ہے' اور جو کچھ سورۂ حمد میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے' اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بسم اللہ کی ب میں ہے' اور جو کچھ بسم اللہ کی ب میں ہے وہ اس نقطے میں ہے جو ب کے نیچے ہے۔ اور ادھر دیکھ

انا نقطة اللتی تحت الباء

اور وہ بائے بسم اللہ کا نقطہ میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں۔''

(مل کے با آواز بلند صلواۃ پڑھ دیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر! بھائی اس طرح نہیں مل کے با آواز بلند درود پڑھیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

توجہ ہے صاحبان یا نہیں!

قرآن کو سمجھنے کے لئے ضرورت ہے ان ہستیوں کی کہ جہاں سے قرآن آیا ہے' وہ بھی وہیں سے آئی ہوں۔ اب میرا نوجوان سوچے گا کہ صاحب یہ تو سب ٹھیک ہے مگر مسئلہ یہ بھی الجھا ہوا ہے' سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ساری کائنات بسم اللہ کے نقطے

میں سمٹ کر کیسے آ جائے گی؟ میں کہتا ہوں پرانے علماء دلائل بھی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ صاحب دیکھئے کہ جیسے پیپل کے بیج میں پورا درخت ہے۔ اگر درخت نہیں ہے اس بیج میں تو نکلا کہاں سے ہے؟ جیسے وہ کہتے تھے کہ آنکھ کی پتلی میں پوری کائنات بند ہے۔ پھر وہ کہتے تھے کہ جیسے خون کے ایک قطرے میں تمام امراض اور تمام بیماریاں بند ہیں۔ لیکن آج سائنس نے اتنی ترقی کی دوستو! اتنی ترقی کی کہ میں نوجوان طلبہ کے لئے آج کی حد تک صرف اتنا عرض کروں کہ آج سب سے بڑا جو مسئلہ ہے' سب سے بڑا مسئلہ' اہم مسئلہ وہ چاہے برطانیہ کی برٹش لائبریری ہے' چاہے امریکہ کی کانگریس لائبریری ہے' وہ ہے کتابوں کا مسئلہ! اس لئے کہ کتابیں اتنی چھپ چھپ کے آ رہی ہیں' ہر لمحے' ہر منٹ میں' دنیا کے کونے کونے سے کتابوں کے دو دو نسخے پہنچتے ہیں اور اتنی جلدی جمع ہو جاتی ہیں کہ ڈھیر لگ جاتا ہے اور بلڈنگ ناکافی ہو گئی۔ اب ان کے پاس اتنی جگہ نہیں رہی کہ وہ ان تمام کتابوں کو کہاں سمیٹ کے رکھیں تو سائنس نے اس کو سہارا دیا۔ سائنس نے کیا کیا کہ جتنی بھی کتابیں ہزاروں صفحات پر مشتمل تھیں' سائنس نے اس کو تھرٹی فائیو ایم ایم (35mm) کے ایک کیمرے میں' اور اس کی ریل میں محفوظ کر لیا۔ کتابوں کو ایک ایک جلد رکھ کر' باقی سب سمندر کی نظر کر دیں یا جلا کر پھینک دی گئیں' مگر وہ پوری کتاب جو ہزاروں صفحات پر مشتمل تھی وہ دو فٹ کی ریل میں' وہ ساری کی ساری انہوں نے بند کر دی۔

اب آپ دیکھئے کہ سائنس نے کتاب کو سمیٹنا شروع کیا۔ اب وہ جو ریل تھی دو فٹ کی یا تین فٹ کی' اب اس کو انہوں نے سنبھال کے رکھنا شروع کیا۔ جس کتاب کا صفحہ چاہئے تھا' اس کو انہوں نے پروجیکٹر پر منتقل کر کے اور سکرین پر پروجیکٹر کے ذریعے سے' وہاں سے پھر اس کی تصویر لے لی اور کہا کہ لے جائیے اب آپ اسے دیکھئے! لیکن وہ ریلیں اکٹھی ہوتی ہوتی اتنی ہو گئیں جو ان کے رکھنے کے لئے جگہ نہ

بچی۔ انہوں نے یہ سوچا اب کیا کریں' تو سائنس دانوں نے پھر فکر سے کام لیا۔ ایک اور شے ایجاد کی انہوں نے جس کا نام تھا مائیکروفش! یہ کیا ہے ہتھیلی جتنا پلاسٹکس کا نفیس ٹکڑا جو کچھ ایک گز کی فلم میں بند تھا وہ انہوں نے ایک خاص کیمرے کے ذریعے اس میں بند کر کے رکھ دیا۔ اب اس کے ڈھیر لگنے شروع ہوئے تو اس کے لئے جگہ نہ بچی۔ اب کیا کریں؟ اب سائنس دانوں نے کہا کہ اس کے لئے اور کوئی شے ایجاد کریں۔ سائنس نے پھر ایک شے اور ایجاد کی جس کا نام ہے مائیکروڈاٹ! یہ مائیکروڈاٹ کیا ہے؟ بالکل اتنی ہلکی سی ایک چیز کہ جیسے آپ ٹائپ کرتے کرتے آخر میں ایک فل سٹاپ لگاتے ہیں' اسی طریقے سے ایک مخصوص چیز پر انہوں نے مخصوص مشینری کے ذریعے ساری کتابیں' ممالک کے نقشے' ملکوں کی چھاؤنیاں' سڑکیں' دریا سب بند کر کے اس مائیکروڈاٹ میں منتقل کیا اور اس کو جاسوسی کا ذریعہ بنا دیا۔

توجہ کیجئے گا!

گھبرا تو نہیں رہے آپ! اس کو جاسوسی کا ایک ذریعہ بنایا مثلاً پاکستان کی جاسوسی' اسلامی ممالک کی جاسوسی! اب جاسوسوں نے کیا طریقہ کار اختیار کیا۔ خط لکھا' میں خیریت سے ہوں' آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتا ہوں۔ صورت احوال یہ ہے' وہ ہے' سب کچھ لکھ کر آخر میں جہاں نقطہ لگانا ہے وہاں مائیکروڈاٹ لگا دیا۔ اب وہ خط پہنچ گیا ہے۔ اب ہر نگاہ اس نکتے کو سمجھ نہیں سکتی۔

بھائی توجہ کیجئے گا!

ہر نگاہ نہیں سمجھ سکے گی کہ یہ پوائنٹ ہے کیا؟ لیکن جو عارف ہے اس کا' اس نے وہ سارا خط پڑھ کے پھینک دیا وہی مائیکروڈاٹ اٹھا لیا اس نے اور اس نے ایک خاص مشینری کے نیچے جو رکھ کے دیکھا تو سارے نقشے' ساری سڑکیں' ساری کتابیں'

اس مائیکروڈاٹ کے اندر بند ہیں۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ یہ بڑے ممالک اسلامی ممالک اور چھوٹے ممالک کو اس مائیکروڈاٹ کی جاسوسی کے ذریعے ہمیشہ بلیک میل کرتے رہے اور امریکہ ساری دنیا کو بے وقوف بناتا رہا اور امریکہ کے سائنس دان اور امریکہ کے جتنے بھی سیاست دان تھے وہ چھوٹے ممالک کو اس مائیکروڈاٹ کے ذریعے سے پاگل بناتے رہے' بلیک میل کرتے رہے۔ لیکن جب ایران کا انقلاب آیا اور حضرت آیت اللہ خمینیؒ نے اقتدار سنبھالا تو آیت اللہ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ انہوں نے امریکی سفارت خانے پر قبضہ کر کے وہ تمام مشینریاں حاصل کیں اور وہ تمام فائلیں لیں۔ کیوں؟ جس کے اندر مائیکروڈاٹ تھا اور جہاں اسلامی ممالک کی جاسوسی کے لئے ساری چیزیں بند تھیں۔ میں کہتا ہوں' شہنشاہ ایران کیوں نہ قابو کر سکا؟ بڑے سے بڑے سائنس دان کیوں نہ قابو کر سکے؟ یہ آیت اللہ خمینیؒ نے کیوں اسی چیز کو قابو کیا' جسے مائیکروڈاٹ کہتے ہیں؟ اس لئے کہ دنیا سمجھ نہیں رہی تھی مگر آیت اللہ خمینیؒ کا ذہن وہ تھا جو بائے بسم اللہ کے نقطے کو سمجھتا تھا۔ (بھائی ذرا مل کے با آواز بلند خراج عقیدت پیش کریں۔ نعرۂ تکبیر نعرۂ رسالتؐ نعرۂ حیدریؑ)

مسئلہ کچھ سمجھ میں آ رہا ہے دوستو!

میرے محترم سامعین!

یاد رکھئے گا! آپ اس بات کو کہ سائنس دانوں نے ترقی کے بعد آج ایک تھیوری ایسی پیش کی دنیا کے سامنے کہ جو آج کی نہیں ہے' سن پچیس (1925ء) میں تھیوری بنی اور سن اڑتالیس میں اس کی تصدیق کر دی اس نے! اس کا نام ہے" بگ

بیگ تھیوری''۔ وہ کیا ہے، تھیوری؟ وہ یہ ہے کہ کائنات لحظہ بہ لحظہ ہر سیکنڈ پھیلتی چلی جا رہی ہے اور یہ کائنات جتنی پھیل رہی ہے اس کا پھیلاؤ بتاتا ہے کہ ایک زمانے میں یہ سمٹی ہوئی تھی۔

توجہ کیجئے گا!

ایک زمانے میں یہ سمٹی ہوئی تھی۔ ایک سولر سسٹم دوسرے سولر سسٹم سے ہر لمحے، ہر سیکنڈ لاکھوں نہیں ارب ہا میل کے فاصلے سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ میں بچوں کو اور زیادہ آسان طریقے سے سمجھاؤں، بزرگ تو سمجھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ یہ جو سکولوں کے بچے یہاں آتے ہیں صبح صبح، اس لئے کہ مجھے، میری بہنوں نے یہ بھی پیغام بھیجا کہ ہم اپنے ساتھ چھوٹے بچے لاتے ہیں، مولانا! ہمیں خوشی ہے آپ آسان کر کے بیان کرتے ہیں لیکن جب زیادہ گہرائی میں چلے جاتے ہیں تو ہمارے بچے پھر ہم سے پوچھتے ہیں تو ہم ان کو جواب دینے سے قاصر رہتے ہیں، لہٰذا جتنا آسان ہو سکے بیان کریں۔

اس لئے میں نے عرض کیا کہ میں ان بچوں کے لئے یہاں مثال دیتا ہوں۔ بچوں کو شوق ہوتا ہے غبارے پھلانے کا، ٹھیک ہے نا! آپ ایک غبارہ لیجئے اور اس غبارے میں قریب قریب آپ نقطے لگا دیجئے، بہت سارے۔ اب اس میں ہوا بھرنی شروع کیجئے، جوں جوں وہ پھولتا جائے گا ایک نقطہ دوسرے نقطہ سے دور ہوتا جائے گا۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

یعنی غبارے کا پھولنا اور نقطے کا دور ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ جب یہ غبارے میں ہوا نہیں تھی یہ سمٹا ہوا تھا، تو یہ نقطے ایک دوسرے کے بالکل قریب تھے۔ سائنس دان یہی کہتے ہیں کہ کائنات کا پھیلاؤ یہی بتلاتا ہے، ایک سولر سسٹم کا دوسرے

سولر سسٹم سے دور ہونا یہ بتلاتا ہے کہ کبھی یہ کائنات سمٹی ہوئی تھی اور یہ پوری کائنات سپر ایٹم میں بند تھی۔ سپر ایٹم میں ...... دیکھئے! بخاری شریف کا حوالہ دوں گا۔ کوئی میرا شیعہ دوست کہے گا' میں نہیں مانتا اس کتاب کو! میں اصول کافی کا حوالہ دوں گا' کوئی میرا اہل سنت دوست کہے گا ہم نہیں مانتے اس کتاب کو! لیکن میں سائنس کی جس تھیوری کی بات کر رہا ہوں' کسی مذہب کا آدمی اگر انکار کرے گا' کسی نہ کسی یونیورسٹی کی لائبریری میں لے جا کر میں اپنی بات کی تصدیق کروا دوں گا۔

میرے محترم سامعین!

یاد رکھئے کہ سپر ایٹم میں یہ ساری کائنات بند تھی اور یہ ایٹم کیا شے ہے؟ اس کے لئے بھی میں بچوں کے لئے واضح کر دوں ایک چیز کہ ایٹم کتنا بڑا ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اگر سوئی کی نوک پر' سوئی کی جو نوک ہے اس پر آپ اس پہ کراس کا نشان لگا دیں نوک پر! کراس کا نشان سمجھے۔ میں اپنے جھنگ والوں کے لئے سمجھا دوں' بھائی فیصل آباد والے سمجھ گئے ہوں گے۔ میرے جھنگ والے' وہ کہتے ہیں مدھانی جٹ۔

اب سمجھ میں آ گئی بات!

وہ کراس کا نشان لگائیے تو سائنس دان کہتے ہیں اس کراس کے نشان کا جو سنٹر ہے' سنٹر! سنٹر میں تیس کروڑ ایٹم آتے ہیں۔

سمجھ میں آ رہی بات!

تیس کروڑ ایٹم' سوئی کی نوک کے سنٹر میں آتے ہیں۔ اب ایک ایٹم کتنا بڑا ہے؟ آپ بتائیے! سائنس دان یہ کہتے ہیں کہ یہ ساری کائنات اس سپر ایٹم میں بند

تھی۔ اچانک اس میں دھماکہ ہوا' دھماکہ ہوا تو یہ ساری کائنات وجود میں آنا شروع ہوئی۔ زمین' آسمان' کہکشاں' عرش' فرش یہ جتنی کائنات ہے یہ ساری آنا شروع ہوئی اور یہ کائنات اب اتنی وسیع ہے' میں کچھ نہیں کہہ سکتا جایئے سائنس دانوں سے پوچھئے! اپنے بچوں کو تعلیم دلایئے' سائنس پڑھایئے اور ان سے پوچھئے کہ یہ کائنات کتنی ہے؟ سورج کا فاصلہ ہماری زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے' نو کروڑ تیس لاکھ میل اور سورج ہماری زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے۔

سمجھ میں آ رہی ہے بات!

تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے یعنی اگر ایک گز کی زمین ہے تو تیرہ لاکھ گز کا یہ سورج ہے اور سائنس دان کہتے ہیں کہ سورج کے ایک ایک غار میں ایسی ایسی پچاس پچاس ہزار زمینیں سما جاتی ہیں' اتنا بڑا ہے وہ سورج! ہوسکتا ہے آج مجھے انجمن کا کوئی دوست پکڑ لے اور کہے مولانا تقریر میں نعرے تو لگتے نہیں آپ کے' خشک مضمون بیان کرتے ہیں آپ! تو میں ذرا انہیں مطمئن کرنے کے لئے ایک فقرہ اور کہہ دیتا ہوں۔ یہ زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا وزنی سورج' یہ کب نکلتا ہے؟ جب زمین تین ہزار میل فی (Per) سیکنڈ کی رفتار سے اپنے محور کے اردگرد گھومتی ہے اور گھومتے گھومتے جب یہ لاکھوں میل کا چکر مکمل کرتی ہے تو اتنا وزنی سورج نکلتا ہے اور پھر غروب ہوتا ہے۔

سمجھ میں آئی بات!

یعنی زمین کے لاکھوں میل کے چکر اور سورج پھر نکلتا ہے اور ڈوبتا ہے اور زمین سے تیرہ لاکھ گنا وزنی سورج ہے۔ اب آپ اندازہ لگایئے تو اس کا نکلنا ڈوبنا کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے۔ اب اس سے آگے چلئے! علماء کرام' احادیث اور قرآن کی روشنی میں ہمیں یہ سمجھاتے ہیں کہ ستر ہزار فرشتے سورج کی نوری طنابوں کو کھینچتے ہیں' ستر ہزار دھکیلتے ہیں۔ تو ستر ہزار کھینچنے والے فرشتے اور ایک ایک فرشتہ ایسا ہے کہ اگر پر کا اشارہ

کر دے تو زمین کو الٹ کے پھینک دے۔ اب ستر ہزار فرشتوں کی طاقت بتائیں کتنی ہے؟ ستر ہزار فرشتے سورج کی طنابوں کو کھینچتے ہیں' ستر ہزار دھکیلتے ہیں' تب کہیں سورج نکلتا ہے اور ڈوبتا ہے۔ دنیا کہتی ہے کہ آپ اپنے مولا علیؑ کے فضائل کیوں بار بار سناتے ہیں؟ میں کیا کروں علیؑ ایک ایسا مرکز ہے' میں سائنس میں جاتا ہوں تو مولاؑ سامنے ہیں' میں حدیثیں پڑھتا ہوں تو مولاؑ سامنے ہیں۔ ارے زمین کے لاکھوں میل کے چکر ایک طرف' زمین سے تیرہ لاکھ وزنی سورج کا پورا وزن ایک طرف.... اور ستر ہزار دھکیلنے والے' ستر ہزار کھینچنے والے۔ ایک لاکھ چالیس ہزار مجموعی فرشتوں کی ساری طاقت ایک طرف اور میرے مولاؑ کی انگلی کا اشارہ ایک طرف! (بھائی ایک دفعہ مل کے با آواز بلند نعرۂ حیدریؑ)

توجہ فرما رہے ہیں آپ!

میں نے کہا' ایسا نہ ہو پھر لوگ کہیں جی بالکل سناٹا چھا گیا۔ ارے سناٹا توڑنا تو میرے مولا علیؑ کے نام کا وہ کمال ہے۔ میں بتلانا یہی چاہتا ہوں کہ جب کائنات میں سناٹا تھا' تو وہ سناٹا ٹوٹا کیسے؟

توجہ چاہتا ہوں!

دیکھئے! سائنس دان آج تک یہ نہیں بتا سکے کہ سپر ایٹم میں تو ساری کائنات بند تھی اور اس میں دھماکہ ہوا۔ تو یہ دھماکہ کیسے ہوا؟ کیسے دھماکہ ہوا؟ اس لئے کہ سائنس کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ کوئی شے خود بخود سکون سے حرکت میں نہیں آتی' جب تک اس کا کوئی محرک نہ ہو۔

گھبرا تو نہیں گئے آپ!

ایسی صلواۃ پڑھیں کہ جو سو رہے ہیں' ذرا جاگ جائیں۔ اسی لئے میں نے

آج عرض کیا تھا کہ میری گفتگو.....کوشش یہ ہوتی ہے بین الاقوامی گفتگو ہو کہ ہر مذہب کا انسان اس سے کچھ نہ کچھ نتیجے نکالتا چلا جائے۔

میرے محترم سامعین!

یاد رکھئے! آپ اس بات کو کہ یہ کائنات کتنی وسیع ہو گی۔ یہ کہکشاں جو آپ کو رات کو نظر آتی ہے' اس کہکشاں میں بقول سائنس دانوں کے اکتالیس ارب سورج ہیں۔ اکتالیس ارب ... میں ایک بہت بڑے تجارتی شہر میں خطاب کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے آپ سمجھ لیں گے کہ اکتالیس ارب کتنا ہوتا ہے۔ میں خود تو دیہات کا رہنے والا ہوں اور اس دیہات کا ہوں ضلع جھنگ کے کہ جہاں بیس کے آگے گنتی ختم ہو جاتی ہے۔ آج کل دھیریاں نہیں تل رہیں' وہ بیچارے بیس تک تو تول لیتے ہیں اور اس کے بعد پھر گنتی شروع کرتے ہیں۔ ہک ویاں' دوں ویاں' ترے ویاں' چار ویاں.... اب وہاں تو میں سمجھا نہیں سکتا لیکن ماشاء اللہ اس تجارتی شہر میں آپ سب سمجھتے ہیں۔ سائنس دان کہتے ہیں اکتالیس ارب سورج ہیں اس کہکشاں میں اور ایسی ایسی اب تک ستر ہزار کہکشائیں ہیں' دریافت ہو چکی ہیں اور ہر سورج کا اپنا ایک نظام شمسی ہے۔

توجہ فرمایئے گا!

ہر سورج کا اپنا ایک نظام شمسی ہے اور یہی وجہ ہے کہ سائنس دان اس فکر میں مبتلا ہیں کہ جتنے سیارے اور ستارے اس وقت تک ہمارے مشاہدے میں آ چکے ہیں' کیا کسی میں آبادی ہے؟ کیا کسی میں کوئی امکان ہے کہ ذی عقل مخلوق ہو؟ پہلے سائنس دانوں نے انکار کیا کہ نہیں ہے لیکن آسٹریلیا کی رسد گاہ میں' امریکہ کی رسد گاہ میں' خلا سے آئے ہوئے سگنلز سننے شروع کیے انہوں نے۔ سگنلز یہ بتاتے ہیں کہ یہ کسی ذی عقل مخلوق کے بھیجے ہوئے ہیں۔ سائنس دان چکرائے ہوئے ہیں کہ کیا یہ سگنلز خود بخود فضا

میں بن رہے ہیں یا کسی مخلوق کے بھیجے ہوئے ہیں۔

توجہ فرمائیے! جہاں جہاں ہیں، آج تقریر کا رخ ادھر مڑ گیا ہے تو ادھر ہی سہی۔

میرے محترم سامعین!

چنانچہ ابھی تک مخمصے میں مبتلا ہیں کہ اگر کسی سیارے میں آبادی ہے، تو ہے کہاں؟ اب تک مایوس ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ کہیں آبادی نہیں۔

توجہ فرمائیے گا!

لیکن وہ بائے بسم اللہ کا نقطہ جس نے ابن عباسؓ سے کہا:

''ابن عباسؓ! یہ ساری کائنات سمٹ کر بسم اللہ کے نقطہ میں!''

توجہ کیجئے گا!

اور آگے چل کر جو جملہ ارشاد فرمایا وہ قابل غور ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

''ابن عباسؓ! یہ ذہن میں رکھو کہ اللہ نے کائنات کا آغاز بائے بسم اللہ کے نقطے سے کیا ہے۔''

توجہ ہے دوستو!

کائنات کا آغاز بائے بسم اللہ کے نقطے سے کیا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا:

''مولاؑ! زدنی بیانا ذرا بیان میں اور تھوڑا اضافہ ہو جائے تو میرا نالج (Knowledge) بڑھ جائے گا۔''

مولائے کائناتؑ نے فرمایا:

''ابن عباسؓ! سنو جب اللہ نے زمین و آسمان کو بنانا چاہا تو

خلق مادة مثل السماء والارض

اللہ نے زمین و آسمان جتنا ایک مادہ تیار کر دیا۔

ثم نظر اليها نظر الهيبة فصار ماء ا

پھر اس پر ہیبت کی نظر ڈالی' تو جلالت الٰہی سے پانی پانی ہو گیا

ثم نظر الى الماء فغلى دخانا

پھر پانی پر ہیبت کی نظر ڈالی۔ ہیبت الٰہی سے وہ کھولنے لگ گیا' وہ ابلنے لگ گیا۔ اس سے جھاگ پیدا ہوا' جھاگ سے زمینوں کو بناتا گیا۔ بخارات جو اٹھے اس سے آسمانوں کو بناتا چلا گیا۔''

قرآن نے آواز دی:

ثم استوى الى السماء وهى دخان

''اور جب اللہ آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو وہ گیسز (Gasses) کا مجموعہ تھا۔''

یہ جو آپ کو چھت سی نظر آتی ہے' مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں:

''یہ چھت نہیں ہے مستقل' بلکہ یہ گیسز کا مجموعہ ہے۔''

پوچھنے والوں نے پوچھا:

''مولاؑ! پھر یہ پہلا آسمان' دوسرا آسمان' تیسرا آسمان کیا ہے؟''

تو مولاؑ نے فرمایا کہ

''جب اللہ نے پہلا آسمان بنایا' اس کا نام ہے رفیعا (رے' فے' یے' عین اور الف) اس کا فاصلہ پہلی زمین سے پانچ سو سال کی

نظر کا فاصلہ ہے۔"

توجہ کیجیے گا!

یہ نظر کا فاصلہ کیا ہے؟ روشنی کی رفتار ہے ایک لاکھ چھیاسی ہزار دو سو چالیس میل فی (Per) سیکنڈ! اس رفتار سے جو روشنی سال کا فاصلہ طے کرتی ہے وہ سائنس کی اصطلاح میں کہلاتا ہے لائٹ ائر (نوری سال)۔ عربی زبان میں مولاؑ نے کہا وہ ہے نظر کا فاصلہ۔ تو پانچ سو سال کی نظر کا فاصلہ ہے پہلا آسمان اور پہلی زمین! پھر مولاؑ نے فرمایا کہ

"اس کے اوپر دوسرا آسمان بنایا۔ اس کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی راہ جتنا' اس کا نام ہے قیدوم (قاف' یے' دال' واؤ اور میم)۔"

نوجوان طلبہ اگر حوالہ پوچھیں تفسیر درمنشور فی شرح آیہ نور ..... اس میں جا کر مطالعہ فرمائیے گا۔ یہ جو پہلے اور دوسرے آسمان کا فاصلہ ہے' یہ بھی پانچ سو سال کی نظر کا فاصلہ ہے اور اس کے بعد تیسرا آسمان بنایا۔ مولاؑ نے فرمایا:

"ماعون۔"

پوچھنے والوں نے پوچھا کہ:

"مولاؑ! کیا وہ ٹھوس چیز ہے جو وہ بنا رہا ہے؟"

فرمایا:

"نہیں! یہ سماء سمو سے بنا ہے۔"

سمو کہتے ہیں بلندی کو! بلندی کی وہ خاص حد کہ جہاں روشنی پانچ سو سال تک پہنچ سکتی ہے۔ وہ پہلا آسمان' پانچ سو سال تک پھر اس سے آگے دوسرا آسمان' پھر اس سے آگے پانچ سو سال کا فاصلہ! تیسرا آسمان .....

فرمایا کہ

''ان آسمانوں میں اتنے ستارے اور اتنے سیارے ہیں کہ جو ریت کے ذرے' بارش کے قطرے' درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہیں۔ اس کے اندر اللہ نے اتنے فرشتے بنائے ہیں کہ جو فرشتہ جب سے پیدا ہوا ہے' جو قیام میں ہے قیامت تک قیام میں رہے گا' جو رکوع میں ہے قیامت تک رکوع میں رہے گا' جو سجدے میں ہے قیامت تک سجدے میں رہے گا اور قیامت کے دن کہے گا:

یا الٰہی ما عبدناک حق العبادہ

پروردگار! ابھی تو ہم نے تیری عبادت کا حق ہی ادا نہ کیا اور قیامت آ گئی۔''

پھر ارشاد فرمایا کہ

''اس کے اوپر چوتھا آسمان بنایا' اس کا نام ہے فیلون۔''

مولاؑ ایک ایک آسمان کا نام بتاتے گئے اور کہا کہ

''اس کے اندر اتنے سیارے ہیں کہ ابن عباسؓ جس کا تم تصور نہیں کر سکتے۔''

اب آئیں دنیا جہان کے سائنس دان اور مولائے کائناتؑ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں کہ مولاؑ اس وقت خطاب کر رہے ہیں جب نہ لیبارٹریاں ہیں' نہ دوربینیں ہیں' نہ ہوائی جہاز ہیں' نہ میزائل ہیں' نہ خلائی اسٹیشن ہیں' نہ رسدگاہیں ہیں' نہ کسی یونیورسٹی میں گئے' نہ کسی کالج میں پڑھے' نہ کسی پروفیسر سے تعلیم حاصل کی اور وہاں ارشاد فرما رہے ہیں میرے مولاؑ:

''ابن عباسؓ سنو! کہ جتنے سیارے اور ستارے ہیں

ان فی النجوم مدائنک مدائن ارضکم

کہ ان تمام سیاروں میں بہت سے ایسے سیارے ہیں کہ جن کے اندر اس طرح بستیاں آباد ہیں کہ جیسے تمہاری زمین پر آباد ہیں

و کل مدینة مربوطة بعمود من نور

اور ایک بستی کا نظام دوسرے سیارے کی بستی سے ہوا اور آکسیجن سے ملا ہوا نہیں ہے بلکہ وہ نظام ایک نور کے ذریعے ملا ہوا ہے' ایک نورانی عمود کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ اگر وہ نورانی عمود ختم ہو جائے تو ایک سیارے کا دوسرے سیارے سے رابطہ ختم ہو جائے گا۔"

اور پھر مولائے کائنات نے فرمایا کہ

"سنو! جتنی وہاں پر مخلوق ہے اور جتنے وہاں کے رہنے والے ہیں ان عربوں کو بتا دو علیؑ کو تمہاری پروا نہیں ہے۔ تم مجھے مانو یا نہ مانو لیکن جتنی وہاں مخلوق ہے

نحن حجة علیھم

میں ان کا بھی امام ہوں' میری امامت ان پر بھی چل رہی ہے۔"

پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"پھر اس کے اوپر اللہ نے پانچواں آسمان بنایا ..."

بس تفصیل چھوڑتا ہوں۔ اس کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی راہ جتنا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا:

"ساتواں آسمان بنایا اس کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی راہ جتنا ہے اور اس کا نام لکھا ہے عاروس' عاروس۔"

مجھ سے ایک منچلے دوست نے پوچھا کہ

''مولانا! یہ ساتویں آسمان کا نام عاروس کیوں رکھا مولاؑ نے' اللہ تعالٰی نے!''

میں نے کہا:

''اللہ تعالٰی کو پتہ نہیں تھا کہ پہلا روس کا خلاباز اوپر آئے گا۔''

''نہیں پتہ تھا؟''

اللہ نے ساتواں آسمان اتنا بلندی پر بنایا کہ چیلنج کر کے کہا:

''آ روس! اتھے آ!''

اس کے بعد مولاؑ فرماتے ہیں کہ

''اس کے آگے ایک بہت بڑا خلا ہے اور اس خلا کی لمبان اور چوڑان تمہارے ذہن میں نہیں آ سکتی۔''

اور پھر ارشاد فرمایا:

''اس خلاء کے اوپر پھر ایک سرمئی رنگ کا بادل ہے۔ (توجہ) سرمئی رنگ کا بادل ہے' جس کی لمبان اور چوڑان اتنی ہے جتنی پہلی زمین اور ساتویں آسمان کا فاصلہ! (توجہ کیجئے گا!) اس کے اوپر۔''

پھر ارشاد فرمایا:

''اس کے اوپر ہے مقام مرھوسہ' اس کے اوپر ہے سدرۃ المنتھیٰ' اس کے اوپر ہے جنت الماویٰ' اس کے اوپر ہے حجاب الحمد' اس کے اوپر ہے حجاب المجد' اس کے اوپر حجاب الکبریا' اس کے اوپر حجاب الجبروت' اس

کے اوپر حجاب العزت' اس کے اوپر حجاب العظمت' اس
کے اوپر حجاب رحمانیت' اس کے اوپر حجاب رحیمیت'
اس کے اوپر ہے حجاب العصمت اور اس کے اوپر ہے
کرسی اور کرسی کے اوپر ہے وہ عرش معلی جہاں اللہ نے
میرے سردار محمدؐ کو معراج پہ بلایا تھا اور اس مقام سے آگے ہے وہ
پردۂ معراج کہ جہاں اللہ اپنے محبوب سے میرے لہجے میں کلام
کر رہا تھا۔"

(ارے بھائی! ذرا جاگ کے باآواز بلند نعرۂ حیدریؑ ..)

توجہ فرما رہے ہیں دوستو یا نہیں

عزیزانِ محترم!

یاد رکھئے! ان حقائق کو ملاحظہ فرمایئے جو اسی آستانے سے ملے' جو اسی دروازے سے ملے۔

توجہ ہے دوستو!

یہ ہے وہ بک لٹ کہ جس کا نام ہے قرآن! (سمجھ میں آ رہی ہے بات یا نہیں آ رہی!) اس کو پڑھتے جایئے' زندگی کو اس کے مطابق ڈھالتے جایئے' کائنات کی کوئی ایسی شے نہیں ہے کہ جو اس میں بند نہ ہو۔

توجہ ہے دوستو!

اور یہی وجہ ہے کہ اس قرآن کو سمجھانے کے لئے' اس کی تفسیریں بتلانے کے لئے' فاطمہؑ کے لالؑ نے کربلا کے میدان میں' اگر کسی کو طلب کیا' اگر کسی کو بلایا تو اس

کے لئے ایک لفظ استعمال کیا رجل فقیہ عالم قرآن حبیب ابن مظاہرؒ......

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

اس لئے کہ کربلا کے میدان میں جب فاطمہؑ کا لالؑ تشریف فرما تھا اور بے ثباتی عالم کے اشعار پڑھ رہا تھا' تو بہن نے آ کر صرف اتنا پوچھا:

''بھیا! یہ آپ بے ثباتی عالم کے اشعار کیوں پڑھ رہے ہیں؟''

کہا:

''میری بہن! میں سوچتا ہوں کہ اسلام کی خاطر میں کہاں پہنچ چکا ہوں۔

شہر میں چین نہ جنگل میں اماں ملتی ہے
دیکھئے قبر مسافر کو کہاں ملتی ہے''

اس کے بعد بہن نے صرف اتنا پوچھا:

''بھیا! یہ بات بتا دیں' یہ جتنی فوجیں آ رہی ہیں' ان میں آپ کا بھی کوئی ہے؟''

فرمایا:

''نہیں! میری بہن! یہ سارے میرے خون کے پیاسے ہیں۔''

کہا:

''بھیا! کیا اس بھری دنیا میں آپ کا کوئی نہیں؟ کوئی نہیں؟''

کہا:

''نہیں ہے۔''

کہا:

''کون ہے؟''

''میرے بچپن کا ساتھی' میرے بچپن کا دوست ہے' حبیب ابن مظاہرؓ۔''

کہا کہ

''اچھا بھیا! اُسے ہی خط لکھ کے بلا لیں۔''

مولاؑ نے خط لکھا' غلام کے حوالے کیا' قاصد لے کر روانہ ہو گیا۔ کربلا سے چلا کوفے پہنچا۔

کوفہ ..... دوستو! فیصل آباد کی طرح کوئی شہر نہیں تھا' کوفہ ایک چھاؤنی تھی۔ جہاں ہر شخص ملازم تھا' مارشل لاء لگا ہوا تھا' کرفیو لگا ہوا تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے گھر میں سہا ہوا تھا' کوئی گھر سے باہر نکلتا نہیں تھا۔ یہ قاصد آہستہ آہستہ چلا' کوفے کی ایک گلی سے گزرا۔ گلی کے اندر جا کے دیکھا' ایک دکان کھلی تھی اور وہاں ایک بوڑھا کھڑا ہوا تھا۔ یہ قریب جا کر کہتا ہے:

''یا شیخ! او بوڑھے عرب! کیا اس کوفے میں کوئی حبیب ابن مظاہرؓ بھی ہے۔''

اس بوڑھے نے جلدی سے اشارہ کیا کہ

''زمانہ نازک ہے زبان سے پھر یہ نام نہ لینا' آپ خاموش رہیں میں ابھی تجھے بتا دوں گا۔''

یہ کہہ کر وہ بوڑھا چل دیا۔ مولاؑ کا قاصد پیچھے پیچھے' وہ بوڑھا اشارہ کرتا گیا میرے پیچھے پیچھے آ! آگے چل کر ایک گلی کے موڑ پر جب اس بوڑھے انسان نے دیکھا کہ کوئی نہیں ہے تو مڑ کر پوچھتا کیا ہے کہ

''تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟''

اس کی زبان سے نکل گیا:

انا مرید الحسینؑ

''میں مولا حسینؑ کا قاصد ہوں۔''

جیسے ہی کہا نا! میں مولا حسینؑ کا قاصد ہوں قبلہ! وہ بوڑھا تو ایک دم کانپ اٹھا۔ ایک دم اس کے پاؤں پر گر گیا اور پاؤں پکڑ کے کہتا ہے:

''ارے میرے مرشد حسینؑ کا چہرہ تو نے دیکھا' تو نے اپنی آنکھوں سے میرے مرشد کی زیارت کی ہے اور پاؤں پکڑ کے کہتا ہے۔ مجھے معاف کر دینا میرا ہی نام حبیبؓ ہے۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ تو میرے مولاؑ کا قاصد ہے۔ میں تجھے پیٹھ کر کے چلتا رہا' مولاؑ سے میری شکایت نہ کر دینا۔''

یہ کہہ کر ساتھ لئے ہوئے سیدھے گھر میں آئے اور گھر کا دروازہ کھول کے ایک دم اندر جا کے کہتے ہیں اپنی بیوی سے کہ

''مومنہ مبارک ہو! مبارک ہو!''

اس نے کہا:

''حبیبؓ! خیر تو ہے؟''

کہا:

''کیا بتاؤں کیا خیریت ہے!''

کہا:

''کچھ تو بتا!''

کہا:

''جلدی جلدی چادر بچھا دے' جلدی جلدی بہترین کپڑے لا کے بچھا دے۔''

کہا:

''حبیبؓ! بات کیا ہے؟''

کہا:

''کیا بتاؤں تجھے میرے گھر جبرائیلؑ آ گیا' میرے گھر وحی آ گئی'
میرے گھر تو فرشتہ رحمت آ گیا۔''

کہا:

''آخر کون آیا؟''

تو آہستہ سے کہتے ہیں:

''زمانہ دشمن ہے چپکے سے سن لے' میرے مولا حسینؑ کا قاصد آیا ہے۔''

جلدی سے مومنہ نے فرش بچھایا' قاصد کو بلایا۔ جیسے ہی قاصد داخل ہوا دونوں تعظیم کے لئے آنکھیں بند کر کے درود پڑھتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ بیٹھنے کا اشارہ کیا' قاصد بیٹھ گیا۔ جیسے ہی وہ بیٹھا پھر دوزانو ہو کر یہ دونوں میاں بیوی اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اب پوچھتے ہیں:

''مولاؑ خیریت سے ہیں؟''

قاصد نے کہا:

''مولاؑ نے یہ خط بھیجا ہے۔''

جیسے ہی قاصد نے خط نکالا (واہ رے حبیبؓ تیری عقیدت) خط کو دیکھتے ہی میاں بیوی درود پڑھتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ کھڑے ہو کے خط کا استقبال کیا' خط کو لیا' آنکھوں سے لگایا' چوما' سینے سے لگایا۔ اب دل نہیں کرتا خط کو چاک کیسے کریں۔ اسی قاصد سے کہا تو اپنے ہاتھوں سے چاک کر دے۔ اس نے چاک کر کے خط دیا۔

حبیبؓ نے پہلے تو خوشی سے خط لیا' اس کے بعد جو کھولا ہے تو ہاتھ کانپنے شروع ہو گئے۔ ہاتھ کانپنے لگے۔ خط کا سرنامہ پڑھا' سرنامہ پڑھا' بے ساختہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ مومنہ کہتی ہے:

''حبیبؓ! خیر تو ہے؟''

کہا:

''مومنہ! کوئی خیر نہیں لگتی۔''

کہا:

''کیوں؟''

کہا کہ

''خط کا سرنامہ عجیب ہے اس پہ لکھا ہے

من حسینؑ ابن فاطمۂ

یہ خط فاطمہؑ کے بیٹے حسینؑ کا ہے

الی رجل فقیه

مرد فقیہ حبیب ابن مظاہرؓ کی طرف!

اور مومنہ! یہ حسینؑ ابن علیؑ نے' میرے مولاؑ نے' یہ خلاف دستور کیا کام کیا۔ ولدیت ہمیشہ باپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ انہوں نے ولدیت میں ماں کا نام کیوں لکھا؟ یہ تو عرب کا شریف اس وقت کرتا ہے جب مصیبت کی آخری منزل میں ہو۔''

ایک دم مومنہ نے کہا:

''اچھا حبیبؓ اس سے آگے پڑھو۔''

آگے پڑھو۔۔۔ آگے جو پڑھا تو کہا:

''حبیبؒ مجھے تجھ سے کتنی محبت ہے وہ تو بہتر جانتا ہے۔ ہم دونوں کی محبت کی گواہ میری ماں ہے۔ حبیبؒ میں اپنا علاقہ چھوڑ کر تیرے علاقے میں آ گیا ہوں۔ میں مصیبت کی آخری منزل میں ہوں۔''

اور جو آخری فقرہ پڑھا حبیبؒ کے ہاتھ کانپ گئے' خط گر گیا۔ مومنہ نے جلدی سے کہا:

''حبیبؒ! کیا ہوا؟''

کہا:

''آخری فقرہ ہے نہ مجھ میں پڑھنے کی سکت ہے' نہ میرے ہاتھوں میں طاقت رہی۔''

کہا:

''حبیبؒ! تجھے اسی مولاؑ کی قسم! بتا کیا لکھا ہے؟''

حبیبؒ نے کہا:

''آخر میں لکھا یہ ہے کہ حبیبؒ! میں تجھے آنے کی تکلیف دے رہا ہوں' تو میرے پاس آ جا اور حبیبؒ! مجھے تیری اور اپنی بچپن کی دوستی کی قسم! میں تجھے کبھی آنے کی زحمت نہ دیتا' مگر کیا کروں زینبؑ میرے ساتھ ہے۔ میں کیا کروں؟ میں کیا کروں؟ حبیبؒ میری بہن میرے ساتھ ہے۔''

میرے عزیزو' میرے بھائیو!!

زوجہ نے پوچھا:

''حبیبؓ! جلدی بتا تیرا ارادہ کیا ہے؟''

حبیبؓ نے امتحان لینے کے لئے کہا:

''مومنہ! زمانہ پرآشوب ہے' میں تجھے اکیلا چھوڑ کے کیسے جاؤں؟''

خدا کی قسم! زوجہ کھڑی ہوگئی حبیبؓ کی۔ اس مومنہ نے جلدی سے چوڑیاں توڑ دیں' چوڑیاں توڑ دیں اور ایک دم کہتی ہے:

''حبیبؓ! اگر تو نہیں جا سکتا' تو یہ چوڑیاں تیرے پاس' یہ میرا دوپٹہ بھی اپنے پاس رکھ! میں رسولؐ کی بیٹیوں کو قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گی؟ تو نہیں جاتا تو میں جارہی ہوں۔''

حبیبؓ نے کہا:

''نہیں مومنہ! میں نے تو صرف تیرا امتحان لینے کے لئے بات کی تھی۔''

وہاں سے روانہ ہوگیا۔ روانہ ہوگیا' بیان میرا ختم ہوگیا۔ کربلا کے میدان میں میرا مولاؑ اپنے کمانڈر انچیف کو لئے ہوئے' عباس غازیؑ کو' کوفے کی طرف نظر جمائے ہوئے' آنے والے مہمان کا استقبال کرنے کے لئے' تمام صحابیوں کو لے کر استقبال کے لئے تیار کھڑا تھا۔ کوفے سے گرد نمودار ہوئی' حبیبؓ بکھری ہوئی زلفیں' خاک پڑی ہوئی' گھوڑا دوڑاتا ہوا جو سامنے آیا' عباس غازیؑ نے آگے بڑھ کے سلام کیا۔ مولا حسینؑ نے استقبال کیا' سینے سے لگایا' ہر طرف مبارک باد کی آوازیں شروع ہوگئیں۔ مولاؑ تیرے بچپن کا ساتھی آ گیا۔ مولاؑ مبارک ہو' مبارک ہو۔ یہ مبارک کی آوازیں ملکہ عالیہ نے سنیں۔ عونؑ و محمدؑ سے کہا:

''کیسی مبارک بادیں ہیں؟''

کہا:

''اماں! ماموں حبیبؓ آئے ہیں۔''

بھائی! یہ سننا تھا بس جلدی سے کہا:

''عونؑ و محمدؑ جلدی جاؤ ماموں حبیبؓ کہہ کر بات کرنا اور کہنا اماں سلام کہتی ہے۔''

جیسے ہی بچوں نے سلام پہنچایا' حبیب ابن مظاہرؓ نے دونوں ہاتھ سر پہ مارنے شروع کئے۔ دونوں ہاتھ

''ہائے علیؑ کی بیٹیوں پہ یہ وقت آ گیا کہ میرے جیسے غلام کو علیؑ کی بیٹیاں سلام کہلا کر بھیج رہی ہیں۔''

میرے سنی شیعہ بھائیو!

بیان ختم ہو گیا' دسویں کا دن آیا۔ مولاؑ نے نماز جماعت کی تیاری کی' جیسے ہی جماعت نماز کے لئے کھڑی ہوئی تو ایک کمینے نے مولا حسینؑ پر کوئی تان بھرا جملہ کسا۔ حبیب ابن مظاہرؓ کو جلال آیا اور حبیب ابن مظاہرؓ نے ایک فقیہ کی حیثیت سے اس کو للکار کر کہا:

''او نامعلوم باپ کے بیٹے! فرزند رسولؐ کے خلاف زبان میں تیری یہ گستاخی۔''

اور یہ کہہ کر حبیبؓ گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ نماز ہو رہی تھی اور حبیبؓ گھوڑا دوڑا کر نمازیوں کی حفاظت کر رہا تھا۔ ادھر جماعت ہوتی رہی' حبیبؓ حفاظت کرتا رہا۔ آخر کیا کرتا؟ لڑا' تلوار چلائی' نیزے چلائے' خنجر چلائے' زخمی ہوا' زخمی ہو کر زین سے گرنے لگا۔ مولاؑ کو سلام کر کے کہتا ہے:

''مولاؑ! میرا آخری سلام ہو۔''

اور جیسے ہی زمین پر آیا' میرے مولا حسینؑ اٹھے اور حبیبؓ کی طرف چلے۔

جیسے ہی حبیبؓ کے پاس پہنچے ایک دم حبیبؓ کہتا ہے:

''مولاؑ ! مولاؑ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ مولاؑ کوئی میرے دائیں طرف آ رہا ہے۔''

کہا:

''حبیبؓ! پہچانا نہیں میرے ناناؐ ہیں۔''

کہا:

''مولاؑ ! کوئی میرے بائیں طرف آ گیا۔''

کہا:

''حبیبؓ! پہچان تجھے لینے کے لئے میرے بابا علیؑ آئے ہیں۔''

کہا:

''مولاؑ ! یہ کوئی نوجوان میرے سامنے آ رہا ہے۔''

کہا:

''حبیبؓ! پہچان نہیں سکا' میرے بھیا حسنؑ آئے ہیں۔''

اور یہ کہہ کر حبیبؓ نے اٹھنا چاہا مگر زخموں کے سبب اٹھ نہ سکا۔ مولاؑ نے کہا:

''حبیبؓ! کیوں تکلیف کر رہا ہے؟''

کہا:

''مولاؑ ! یہ کوئی سیاہ لباس میں بی بی آ رہی ہے۔''

مولاؑ فرماتے ہیں:

''میری ماں آ گئی۔''

سنی شیعہ بھائیو!

ایک آخری فقرہ سن لو! حبیبؓ تھا بچپن کا ساتھی... بچپن کے ساتھیوں پر کتنا

بھروسہ ہوتا ہے؟ دوستی کسے کہتے ہیں؟ دوست کیا ہوتا ہے؟ اس کا اندازہ آپ میرے اس آخری جملے سے لگائیں کہ جب معرکہ کربلا ختم ہوگیا اور یہ بے حیا قوم نبی زادیوںؑ کے خیموں کی طرف بھاگی اور یہ کہتی ہوئی بھاگی کہ لوٹو تبرکات علیؑ و بتولؑ اور جب یہ ظالم گئے ہیں نا! خیمے کے قریب .... اور لکھنے والوں نے لکھا کہ نانہجار ظالموں نے نبی زادیوںؑ کی چادروں پر ہاتھ بڑھایا تو جیسے ہی چادر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور علیؑ کی بیٹی کے سر سے چادر اترنے لگی تو خدا کی قسم! علیؑ کی بیٹی نے نہ بابا کو بلایا' نہ نانا کو بلایا' نہ بھائی کو بلایا بلکہ جو فقرہ زبان سے نکلا وہ یہ تھا:

''حبیبؓ بھائی! تیرے علاقے میں' میں ننگے سر ہو گئی۔ ارے حبیبؓ بھائی! میری چادر تیرے علاقے میں چھن گئی۔''

حبیبؓ کی لاش تڑپ کر رہ گئی۔ شہید نے آواز دی:

''علیؑ کی بیٹی! مجھے اجازت لے دے میں ابھی ان کو فی النار کر کے رکھ دوں گا۔''

مجلس پنجم

امـا بـعد فقد قال الله تبارک و تعالٰی فی کلامه المُبین.

وهو اصدق الصادقین.

بسم الله الرحمن الرحیم

یـآیها الذین امنو اطیعوالله و اطیعوالرسول و اولی الامر منکم (صلواۃ)

میں دل کی گہرائیوں سے آپ تمام حضرات کا شکر گزار ہوں کہ آپ مجھ جیسے ایک کم علم انسان کے بیان کو دل کی گہرائیوں سے سماعت فرما رہے ہیں۔ مختلف افکار رکھنے والے بزرگ' مختلف زاویہ فکر کے حامل میرے دوست .. اس میں شک نہیں ہے کہ وہ اپنی اپنی الجھنیں سوالات کی صورت میں مجھ تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور میں بغیر یہ اعلان کئے ہوئے کہ فلاں چٹ آئی ہے اور میں اس کا یوں جواب دے رہا ہوں۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ میں موضوع بھی اپنے ساتھ رکھوں اور ان کے سوالوں کا جواب بھی دیتا جاؤں۔ سوالات اور ان کے جوابات ویسے تو یہ علماء کا کام ہے۔ وہ عالمانہ انداز میں جواب دیتے ہیں' میں ایک فقیر آدمی ہوں۔ میری گفتگو قلندرانہ ہوتی

ہے اور بعض بزرگ بیچارے اس وہم میں مبتلا ہیں کہ یہاں تو صاحب صرف سائنس پر بیان ہوتا ہے۔ معاف کیجئے گا! اسلام دین حکمت ہے اور سائنس کو عربی زبان میں حکمت کہتے ہیں اور قرآن مجید سائنس کی ایک مستقل کتاب ہے۔ اب میں کس طریقے سے سمجھاؤں؟ مگر قرآن کی سائنس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو سنسیبل (Sensible) ہے۔ اگر کوئی سینس لیس (Senseless) یہ سمجھے کہ یہاں کوئی سائنس کی کلاس ہے' جسے میں پڑھانے آتا ہوں تو اپنی فکر کی اصلاح کرے۔ میں بتلانا یہ چاہتا تھا کہ جس چیز کو سائنس دان آج کی دنیا میں تحقیق کے بعد' جستجو کے بعد' پندرہ سو سال کا طویل سفر کرنے کے بعد حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں' میرے مولاؑ نے انہی چیزوں کو آج سے چودہ سو سال پہلے منبر کوفہ پہ بیان فرما دیا ہے۔ دنیا ترقی کے بعد اسی منزل پر پہنچتی ہے' جہاں میرا مولاؑ اور جہاں قرآن مجید پہنچا ہوا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دنیا فاصلے سے پہنچتی ہے میرا معصومؑ بلافصل پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے کہ میرے اس مجمع میں ہر مکتبہ فکر کا انسان ہے اور میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ میں سرکار محمدؐ و آلِ محمدؐ کے اس نظامِ حکمت کو لے کر ساتھ چلوں کہ مسئلے بھی حل ہوں' کسی کا دل بھی نہ ٹوٹے' مسائل بھی حل ہوں کسی پر زد نہ پڑے۔ اس لئے کہ یہاں دنیا یہ بھی دیکھنے آتی ہے کہ یہ علیؑ علیؑ کرنے والے اپنی مجالس میں کس کس کو نشانہ بناتے ہیں؟ یہ پروپیگنڈہ ہے کہ یہاں سوائے تنقید کے کچھ نہیں ہوتا۔ ہم دنیا کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نہیں آپ آیئے...... مجلس حسینؑ میں بیٹھیں اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں' اس کو عقل کی کسوٹی پہ پرکھیں' اس کو قرآن مجید اور احادیث کی بنیادوں پر پرکھ کر دیکھیں۔ اگر ضمیر قبول کرے' مان لیجئے ...... اب ضد کا تو کوئی علاج ہے نہیں۔

میرے دوستو!

یہاں مجھے کسی تنقید کی ضرورت ہی نہیں ہے' نہ ہماری یہ فطرت ہے کہ "ہم

کجامی نمائی اور کجامی زنی'' یہ عمل کریں۔ کہہ کچھ رہے ہیں اشارہ کہیں ہے' دل میں کچھ اور ہے زبان پر کچھ اور ہے۔ اتنے ولی ہیں' اتنے بزرگ ہیں' اتنے صحابہ کرام ہیں' اتنے اولیاء اللہ ہیں' ہم کس کس کا تذکرہ کریں؟ اگر ایک ایک کا ذکر بھی ہم کرنے لگ جائیں تو سال کے تین سو پینسٹھ دن کافی نہیں ہو سکتے۔ پھر ہم مجبور اس لئے ہیں کہ ابھی ہمیں اپنے بارہ اور چودہ آستانوں سے فرصت ہی نہیں ملی' ہم غیر کے در پر جا کر کریں گے تو کیا کریں گے؟

توجہ ہے دوستو یا نہیں...... میرے دوستو!

میں کہہ یہ رہا تھا کہ اسلام جو ہے وہ دین فطرت ہے۔ دین فطرت ایک نیچرل مذہب ہے اور فطرت کو سمجھانے کے لئے مجھے زیادہ گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پیاس فطری چیز ہے' بھوک فطری چیز ہے' محبت فطری چیز ہے۔ مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ صاحب پیاس کی یہ تعریف ہے' بھوک کی یہ تعریف ہے۔ تعریف کرنے سے نہ پیاس لگتی ہے' نہ بجھتی ہے۔ نیچرل چیز ہے جب لگے گی' خود بخود پانی کی طرف ہاتھ بڑھتا جائے گا۔

میری بات پہ غور ہے یا نہیں ہے!

اسی طریقے سے جو بعض چٹوں میں مجھ سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ صاحب محبت اہل بیتؑ پر آپ اتنی تقریریں کرتے ہیں اور آپ علیؑ علیؑ کرتے ہیں۔ آپ کتابوں کے حوالے تو دیتے نہیں ہیں۔

میرے دوست!

یہ سمجھنے کی چیز ہے۔ کتابوں کے حوالے ... یہ دیئے جاتے ہیں علم کے لئے'

علم کتابوں میں ملتا ہے۔ جغرافیہ ہے' حساب ہے' ادب ہے' یہ ساری چیزیں علم سے تعلق رکھتی ہیں۔ کتابوں میں دیکھئے ملے گا' فن سکھانے سے آتا ہے۔ بچوں کو آپ سکول اور کالجز اور یونیورسٹیوں میں علم پڑھانے بھیجتے ہیں۔ آج فن سکھایا جاتا ہے' بچیوں اور بچوں کو! فرض کیجئے مائیں اپنی بچیوں کو کھانا پکانا سکھاتی ہیں' یہ علم نہیں ہے فن ہے۔ سویٹر بننا سکھاتی ہیں' پھول کاڑھنا سکھاتی ہیں' یہ فن ہے۔ فن سیکھنے سے آتا ہے' علم پڑھنے سے آتا ہے' ایک شے ہے فطرت! فطرت نہ علم ہے' نہ فن ہے۔ جو شے فطری ہے' نہ وہ پڑھانے سے آتی ہے نہ سکھانے سے آتی ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ محبت جو فطری شے ہے' اس کے لئے کسی یونیورسٹی میں کلاس لگائی جائے کہ صاحب یہ کیا ہے؟ یہ Love Period ہے' یہ محبت کا پیریڈ ہے صاحب! یہ بتایا جا رہا ہے کہ محبت کیسے ہوتی ہے یا کسی ماں نے اپنی بچی کو کھانا پکانا سکھایا' کاڑھنا سکھایا' سینا پرونا سکھایا۔ اس نے کسی دن یہ کہا ہو کہ آ بیٹے! آج میں تجھے بتاؤں کہ جب اللہ تیری گود میں بیٹا یا بیٹی دے' اس سے پیار کیسے کرنا' اس سے محبت کیسے کرنی ہے۔ مجھے بتائیں آج تک سکھایا ہے کسی ماں نے۔ یا کسی باپ نے اپنے بیٹے سے کہا ہو! بیٹا میں نے تیری بڑی پرورش کی تو ایم- اے بھی ہو گیا ہے' ڈاکٹر ہو گیا ہے' پی ایچ ڈی ہو گیا ہے۔ آ! آج میں تجھے یہ بتاؤں کہ جب اللہ تیری گود میں بیٹا دے تو اس سے محبت کیسے کرنی ہے؟ نہیں' کیوں؟ محبت فطری چیز ہے۔ جب بھی کسی کی گود میں بیٹی یا بیٹا آتا ہے تو بغیر سکھائے بغیر پڑھائے' خود بخود وہ اس سے ایسے پیار کرنے لگ جاتا ہے' جیسے اس کے ماں باپ نے اس کے ساتھ کیا۔ اس لئے کہ محبت نہ سیکھنے سے آتی ہے نہ پڑھانے سے آتی ہے' علم کتابوں میں ملتا ہے' فن سیکھنے سے آتا ہے' محبت انسانی فطرت ہے۔ یہ ہیومن نیچر ہے نہ پڑھانے سے آتی ہے' نہ سکھانے سے آتی ہے۔ اس میں جو لوگ اب محبت علیؑ کے لئے کتابوں کے حوالے پوچھتے ہیں نا! یہ درحقیقت محبت نہ کرنے کے بہانے

ہیں۔

دوستانِ محترم!

یہ ایک مستقل ایک پروپیگنڈہ ہوتا ہے کہ یہ قوم علیؑ علیؑ زیادہ کرتی ہے۔ ارے بھائی! جتنی تقریریں میری ہو رہی ہیں۔ میں روزانہ آپ کو سمجھاتا ہوں کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس پر کیسے چلنا ہے آپ نے؟ اور میں نے مختلف کارنرز سے' مختلف کونوں سے' میں نے سمجھانے کی کوشش کی ہے تاکہ بچے سے لے کر بوڑھے تک کی سمجھ میں یہ بات آ جائے کہ اسلام کیسے دینِ فطرت ہے اور اللہ نے کس طریقے سے ... یہ جو آپ کی پیچیدہ مشینری بنائی ہے۔

میرے دوستو!

اس کی مثال بالکل روزمرہ کی ہے۔ میں آپ سے گزارش کروں۔ کاروباری شہر ہے' آپ ایک گاڑی خریدتے ہیں' وہ گاڑی آپ ڈرائیور کے حوالے کرتے ہیں۔ مالک آپ ہیں' چلانے کے لئے اسے دے دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں! میاں اسے چلاؤ اور جب گاڑی آپ اس کے حوالے کرتے ہیں تو اب اس کی مرضی ہے جیسے چاہے چلائے۔ تیز چلائے گا تیز چلے گی' آہستہ چلائے گا آہستہ چلے گی۔ ریت میں چلائے گا چلے گی' مگر پھنس پھنس کے چلے گی۔ کیچڑ میں ڈال دے گا چلے گی وہاں بھی' مگر سلپ کرتی ہوئی جائے گی۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

بھائی اسی طرح اللہ نے آپ کی یہ پیچیدہ مشینری بنائی' اس کا مالک وہ خود ہے۔ حوالے آپ کے کر دی ہے۔ کہا چلاؤ' چلاؤ۔ میں مالک ہوں۔

اور دوستو!

میں دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن اتنا یقین رکھتا ہوں کہ جس استاد کا شاگرد ہوں میں' اس سے زیادہ آسان طریقے سے میں نے کسی کو سمجھاتا ہوا آج تک دیکھا نہیں اور اسی نقش قدم پر چلتے ہوئے میں مشکل ترین فلسفے کو اتنا آسان کر کے پیش کرتا ہوں کہ بچے' بوڑھے' جوان سب سمجھیں اور اسلام سمجھ میں آئے۔

میرے دوستو!

اللہ نے کہا مالک میں ہوں' یہ پیچیدہ مشینری تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ چلاؤ اور بالکل جس طریقے سے آپ گاڑی کے مالک ہو کر ڈرائیور کو تاکید کرتے ہیں' دیکھو! سنبھال کے رکھنا' خیال کرنا' ڈینٹ نہ پڑنے پائے' لکیریں نہ ڈال دینا اور دیکھو! ہماری گاڑی کو سڑک پر لے جانے سے پہلے صبح صبح میرے گھر لے آنا۔ میں ذرا اچھی طرح دیکھ لوں گا کہ میری گاڑی کو تم نے کیسا رکھا ہوا ہے اور دیکھنا دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد ذرا پھر مجھے دکھا دینا کہ کہیں کوئی ڈینٹ وینٹ تو نہیں ڈال دیا تو نے اور دیکھنا رات کو سڑک پر لے جانے سے پہلے پھر مجھے دکھا دینا کہ تو نے اس کا پانی وانی اور اس کا موبل آئل وغیرہ ٹھیک رکھا ہوا ہے یا نہیں اور دیکھو! دن میں پانچ وقت میرے گھر لے آنا' میں دیکھوں گا۔ مالک میں ہوں کہ کہیں میری ملکیت کو تو نے برباد تو نہیں کیا۔

اللہ یہی کہتا ہے میرے دوستو کہ مشینری میری ہے' حوالے تمہارے ہے۔ دن میں پانچ وقت میرے گھر آ کر چیک کرالیا کرو کہ کہیں گڑبڑ تو نہیں ہے' اسی کو نماز کہتے ہیں۔ بھائی علماء کرام نماز کا نام لیتے ہیں' بچے گھبرا جاتے ہیں کہ پتہ نہیں اب یہ کیا بلا ہمارے گلے میں ڈالے گا۔ ارے میں ان بچوں کو ان کی زبان میں عرض کر رہا ہوں کہ جس طرح آپ تاکید کرتے ہیں کہ سڑک پر لے جانے سے پہلے اس مشینری کو چیک

کرا لینا' میرے گھر لے آنا' میں اچھی طرح دیکھ لوں گا . اسی کو نماز کہتے ہیں۔ اور پھر آپ مزید تاکید یہ کرتے ہیں اچھا میاں چلاؤ' خوب چلاؤ اسے' سواریاں بٹھاؤ' کماؤ' خود کھاؤ' بچوں کو کھلاؤ' لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ سال میں ایک مرتبہ اس کی جنرل اوورہالنگ ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر اوورہالنگ نہیں ہوگی' رنگ پسٹن جلدی بیٹھ جائیں گے' لہٰذا وہ بہت ضروری ہے۔ یہی اللہ نے بھی کہا ہے' مشینری تمہارے حوالے ہے' سارا سال چلاؤ' سال میں ایک مرتبہ اوورہالنگ ضروری ہے' وہ سال میں ایک مرتبہ ہوتی ہے' اسے روزہ کہتے ہیں۔

سمجھ میں آ رہی ہے بات یا نہیں آ رہی!

اسی کو روزہ کہتے ہیں۔ پھر آپ تاکید کر دیتے ہیں' اچھا بھائی اس طرح کرنا' دیکھو کماؤ' خوب کماؤ' بچوں کو کھلاؤ خود کھاؤ' ناشتہ کرو اس کی کمائی سے' کھانا کھاؤ' لیکن دیکھنا ایک بات کا خیال رکھنا' جب کماتے کماتے خرچ کے بعد بھی کچھ بچ جائے تو میں مالک ہوں میرا حصہ بھی نکال دینا۔ میں جابر نہیں ہوں۔ میں اتنی مہربانی تم پر کرتا ہوں' پابندی نہیں لگاتا' خوب کھاؤ کماؤ مگر میرا حصہ بھی نکال دینا۔

اللہ نے بھی یہی کہا ہے' سال بھر مشینری چلاؤ' خوب کماؤ کھاؤ اور میرا حصہ بھی نکال دینا' اسی کو خمس و زکوٰۃ کہتے ہیں۔

سمجھ میں آ رہی ہے بات یا نہیں!

میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ اسلام میں کون سی شے ایسی نہیں ہے کہ جو نیچرل نہیں ہے' جو فطری نہیں ہے۔ اچھا پھر آپ یہ کرتے ہیں کہ صاحب دیکھنا! میری ایک گاڑی نہیں ہے' ہماری کئی گاڑیاں چل رہی ہیں۔ کچھ فیصل آباد میں ہیں' کچھ لاہور میں ہیں' کچھ کراچی میں ہیں اور ہم سال میں ایک دفعہ ریلی منعقد کرتے ہیں اور جتنی

گاڑیاں ہیں، سب کو ہم اکٹھا کرتے ہیں اور سب کو بلاتے ہیں، اپنے لئے نہیں، تم سب کو دکھلانے کے لئے کہ کس نے کس طرح اس کو ''مین ٹین'' (Maintain) کر کے رکھا ہوا ہے اور کیسے اس کو چلا رہا ہے اور کیسی اس کی حفاظت کی ہوئی ہے۔

یہی اللہ نے کہا ہے سال میں ایک مرتبہ میں اپنے گھر اس کی ریلی منعقد کرتا ہوں، ساری مشینریاں لے کر وہاں آ جانا، ایک دوسرے کو دیکھ لینا کہ کیسے اسے رکھا ہوا ہے۔ اس کو شریعت کی زبان میں حج کہتے ہیں۔

گھبرا تو نہیں گئے آپ!

بھائی یہ اپنا ایک انداز ہے گفتگو کا! میں اس طریقے سے سمجھا دیتا ہوں.....

اور میرے محترم سامعین!

پھر آپ تاکید یہ کرتے ہیں کہ ایک بات کا خیال رکھنا، دیکھنا یہ پولیس کے کیریئر لگے ہوئے ہیں ہر جگہ، اس کی ڈگی میں ناجائز چیزیں بھر کے نہ چلانا، سمجھے! ایسا نہ ہو کہیں چرس، ہیروئن، افیون ڈال کے لے جاؤ، چھاپہ پڑ جائے گا، چیکنگ ہوگی، گاڑی بھی میری ضبط ہوگی، لائسنس بھی تمہارا ضبط ہوگا، جیل میں الگ چلے جاؤ گے۔

اللہ نے بھی یہی کہا ہے، اپنی مشینری کو چلاؤ لیکن ناجائز چیزیں نہ بھر کے چلاؤ ورنہ چیکنگ ہوگی اور پکڑے جاؤ گے اور جہنم کے جیل خانے میں ہمیشہ بند ہو جاؤ گے۔

توجہ فرما رہے ہیں یا نہیں فرما رہے!

اور اللہ نے اپنے انجینئر کو بھی تاکید کر دی تھی کہ جسے رسولؐ کہتے ہیں کہ اس مشینری کو چلانے کے لئے ہو سکتا ہے یہ بیچارے کبھی ایسی جگہ پہنچ جائیں، چلاتے چلاتے کہ جہاں وبائی بیماریاں ہوں، جہاں جراثیم اُگ رہے ہوں، لہٰذا اس طرح کر

میرے حبیبؐ! ان کو بیماریوں سے بچنے کے لئے' ان کو جراثیم سے بچنے کے لئے دوائیں بھی دے دے تاکہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں اور وہ بیماریاں انہیں محسوس نہیں ہوں گی' اس لئے کہ اس کے جراثیم چیونٹی کی چال چلتے ہیں وہ محسوس ہونے ہی نہیں دیتے۔

پیغمبرؐ نے کہا:

''اچھا یہ بات ہے تو سنو! میں حکمت لے کے آیا ہوں۔ میں سائنس کے اصول اپنے ہمراہ لایا ہوں۔ دیکھو! اگر کہیں وبائی امراض کا شکار ہونے لگو' منافقت کے جراثیم' کفر کے جراثیم' شرک کے جراثیم اگر تمہیں گھیر لیں۔ اس سے بچنے کے لئے کہ میں تمہیں وو دوائیں بتلائے دیتا ہوں' ایک دوا کا نام ہے قرآن' ایک دوا کا نام ہے میری عترت! ایک قرآن' ایک میری عترت! لاؤ قلم دوات میں تمہیں لکھوا دوں' لاؤ! میں تمہیں لکھوا دوں۔''

سننے والوں نے کہا:

''نہیں جناب! لکھنے کی ضرورت نہیں ہے' بس آپ کا فرمان ہی کافی ہے۔''

کہا:

''اچھا! کوئی بات نہیں میرا تو کچھ نہیں بگڑے گا اگر تم لکھواتے' میں تفصیل سے لکھ کر دیتا لو پھر زبانی سن لو۔''

زبانی سن لو ...... بالکل اسی طرح نسخہ لکھوایا جیسے ہمارے ڈاکٹر لکھواتے ہیں' طبیب لکھواتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

''صاحب اسپرو مگر لالہ موسیٰ والی نہیں' لندن والی' امریکہ والی۔

حکیم لکھتے ہیں مستگی، عام مستگی نہیں روم والی۔ عناب، عام عناب نہیں ولایتی۔"

اسی طرح پیغمبرؐ نے کہا:

"دیکھو! کتاب عام کتاب نہیں اللہ والی، عترت عام عترت نہیں میرے والی اور ترکیب استعمال اس کی یہ ہے کہ تمیں تولے قرآن لے لینا، بارہ چودہ تولے عترت لے لینا، دونوں کو اکٹھا ملا کر محبت کی دیگچی میں ڈال کے مودت کی ہلکی ہلکی آنچ دیتے رہنا، عمل صالح کا چمچہ ہلاتے رہنا، جب قوام ہو جائے درست، خلوص کے ہاتھوں سے اتار کر، تولی کے گلاس میں تبرا کے رومال سے چھان کے......"

یہ دوستو! انداز میرا ہے مگر قرآن اور حدیث کا مکمل خلاصہ ہے جو میں نے اپنے لفظوں میں آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے کہ دیکھنا تولا کے رومال میں ڈال کر اور اسے اچھی طرح چھان کر، دن میں پانچ مرتبہ سترہ گھونٹ پی جانا بیماری باقی رہ جائے تو مجھے محمدؐ نہ کہنا۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے...... میرے محترم سامعین!

یہ وہ چیزیں ہیں جو میں آسان ترین الفاظ میں آپ تک پہنچاتا ہوں۔ میرے عزیزو میرے بھائیو!! باقی رہ گیا یہ کہ صاحب ان کی مجالس میں جائیں تو سوائے علیؑ علیؑ کے کچھ ہوتا نہیں۔ اس کے لئے بھی میں ایک بات عرض کر دوں۔ یہ کتنی بڑی بدنصیبی ہے عالم اسلام کی کہ ایسے کم علم ملاؤں نے علیؑ دشمنی اپنے دل میں رکھ کر اس کا اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ آج عالم اسلام مصائب کا شکار ہو گیا۔

توجہ کیجئے گا!

ارے آج ساری دنیا میں مسلمان کہاں سکون سے ہیں؟ مجھے بتائیں بوسنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ کشمیر میں کیا ہو رہا ہے؟ فلسطین میں کیا ہو رہا ہے؟ قبرص میں کیا ہو رہا ہے؟ اور پھر مولوی صاحبان ایک جملہ کہتے ہیں اور میرے جیسے طالب علم کا دل جلتا ہے کہ صاحب کیا کریں' بیچارہ مسلمان کیا کرے؟ مسلمان کشمیر میں بھارتی سازش کا شکار ہو گیا اور بوسنیا میں وہ عیسائی سازش کا شکار ہو گیا اور جناب فلسطین میں یہودی سازش کا شکار ہو گیا اور فلاں جگہ پر امریکہ کی سازش کا شکار ہو گیا اور چیچن میں بسنے والا مسلمان روس کی سازش کا شکار ہو گیا۔ اسی لئے میری باتیں کڑوی لگتی ہیں' میں ان مولوی صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ یہ مسلمان کیسا مسلمان ہے' یہ ہمیشہ دنیا میں شکار ہوتا ہی رہے گا۔ یہ کبھی شکار کرے گا بھی سہی! یہ آپ کیوں افیون کھلاتے ہیں ملت مسلمہ کو کہ وہاں امریکن سازش کا شکار ہو گیا' وہاں روس کی سازش کا شکار ہو گیا' فلاں جگہ پر یہودی سازش کا شکار ہو گیا' فلاں جگہ عیسائی سازش کا شکار ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ آپ کبھی شکار کریں گے بھی سہی یا شکار ہوتے ہی رہیں گے؟ یہ کیوں نہیں سمجھاتے کہ امریکہ مسلمانوں کا شکار ہو گیا؟ یہ کیوں نہیں آپ سمجھاتے کہ روس شکار ہو گیا؟ یہ کیوں نہیں سمجھاتے کہ یہودیت شکار ہو گئی عالم اسلام کی۔ ہر جگہ مسلمان ہی شکار ہو گا۔

پھر وہی بات کرتا ہوں کہ میں تو طالب علم ہوں' اپنے مطلب کی چیزیں نکال لیتا ہوں۔ میں روزمرہ دیکھتا ہوں جنگل میں دو قسم کے جانور ہوتے ہیں۔ کچھ شکار کرتے ہیں' کچھ شکار ہوتے ہیں۔ شیر شکار کرتا ہے' گائے' ہرن' بکری' بھیڑ شکار ہوتی ہے۔ میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ اس عالمی جنگل میں یہ مسلمان بھیڑ بکری بن کے کیوں رہ گیا؟ شیر کیوں نہیں بنا؟

توجہ کیجئے گا!

میں نے عرض کیا یہ میری قلندرانہ باتیں ہیں۔ میں سنی شیعہ سارے علماء سے

پوچھتا ہوں۔ میں ایک طالب علم ہوں' اس لئے سوال کرتا ہوں کہ آپ یہ بتایئے کہ آپ شیر کیوں نہیں بنے؟ یہ بھیڑ بکریوں کی طرح شکار کیوں ہوتے چلے جا رہے ہیں؟ شاید کوئی مولانا مصلحت میں جواب دے یا نہ دے' مگر میرا قلندرانہ جواب سنو۔ یہ مسلمان اس لئے شکار ہو رہا ہے اور اس لئے شیر نہ بن سکا' اس کو سزا مل رہی ہے شیر خداؑ کا دامن چھوڑ دینے کی!

توجہ ہے یا نہیں ہے!

وہ ملت مسلمہ کہ جس کے سر پہ قدرت نے خیرالامم کا تاج رکھا تھا اور ایک ہاتھ میں اس کے قرآن دیا اور ایک ہاتھ میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے عمل کی سند دی اور کہا کہ ساری دنیا میں تہذیب و ارتقا کا پرچار کر۔ کیا وجہ ہے کہ جسے میر کارواں بننا چاہئے تھا وہ گرد کارواں بن کے رہ گیا؟ یہ دل کی صدائیں ہیں جو میں عرض کر رہا ہوں اور یہ بھی میں آپ کو بتا دوں' ہر رنگ کی تقریر اللہ کے فضل سے آتی ہے' دل لگا کے بھی کر سکتا ہوں' دل لگی کی بھی کر سکتا ہوں۔ لیکن میں بات وہی کروں گا جو میرے ضمیر کی صدا ہے۔ یہ امام حسینؑ کا بین الاقوامی سٹیج ہے' ہر مکتبہ فکر کا انسان یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ میرا خطاب سب کے لئے ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ آج مولوی صاحبان ہمیں یہ بتلائیں کہ آج عیسائیت کیوں بڑھ رہی ہے؟ آج ناموس رسالتؐ کے لئے یہ ملی یک جہتی کیوں ہڑتالیں کروا رہی ہے؟ یہ ناموس رسالتؐ کیسے خطرے میں پڑ رہی ہے؟ یہ کون سا قانون ہے جس کے لئے آپ کہتے ہیں آج ہڑتال کر دو؟ وہ ہڑتال کر دو

میرے محترم سامعین!

یاد رکھئے! مسئلہ صرف اتنا ہے جو ہڑتالوں سے حل نہیں ہوگا' آپ نظریات کو بدلیں' آپ فکر کو بدلیں۔ عیسائیت کے سیلاب کو آپ کیسے روکیں گے؟ اس لئے کہ

عیسائیوں نے جسے اپنا رہبر بنایا' عیسائیوں نے جسے اپنا رہبر سمجھا' انہوں نے اسے بلند کیا' بڑھایا۔ انہوں نے اس کی معرفت حاصل کی۔ آپ نے اپنے رہبر کی کوئی معرفت نہ حاصل ہونے دی۔ یہ قصور میرے جیسے کم پڑھے لکھے مولوی صاحبان کا ہے۔ عیسائیوں نے اپنے رہبر کو اتنا بڑھایا' اتنا بڑھایا' اتنا بڑھایا کہ خدا کا بیٹا بنا دیا اور مولویوں نے اپنے رہبر کو اتنا گرایا' اتنا گرایا' اتنا گرایا کہ اپنا جیسا بشر بنا دیا۔ انہوں نے کہا ان کا رہبر کلمتہ اللہ ہے' عیسیٰؑ کلمتہ اللہ اور ہمارے مولویوں نے فیصلہ کر دیا کہ ہمارے نبی کو چالیس سال تک کلمہ بھی نصیب نہیں ہوا۔ عیسائیوں نے کہا کہ ان کا رہبر زندہ ہے۔ یہاں فیصلہ ہو گیا کہ ان کا رہبر مردہ ہے تو جس کا شارع مردہ اس کی شریعت مردہ' جس کا شارع زندہ اس کی شریعت زندہ! میں چیلنج کر کے کہتا ہوں آیئے اگر عیسائیت کا مقابلہ کرنا ہے' آپ تنہا نہیں کر سکتے' ہم جیسے فقیروں اور حیدری پروانوں کو ساتھ لے کے چلنا پڑے گا۔ اس لئے کہ مقابلہ عیسائیوں سے ہے۔ جب تک حیدر کرارؑ کے پروانے ساتھ نہیں ہوں گے' عیسائیت کا سیلاب نہیں رکے گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ مقابلہ عیسائیوں سے ہے۔ کون عیسائی؟ جو عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں' جو عیسیٰؑ کو خداوند یسوع مسیح کہتے ہیں' جو عیسیٰؑ کو اللہ کا نور نظر کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں واہ رے عیسائیو! عیسیٰؑ تمہارے' خدا کا بیٹا تھا' لاڈلہ فرزند تھا لیکن افسوس کہ جب تمہارے خدا کے بیٹے کے پیدا ہونے کا وقت آیا تو اللہ نے اپنے بیٹے کو اپنے گھر میں بھی نہ پیدا ہونے دیا اور یہ کہہ کر نکال دیا' اس کی ماں کو کہ مریمؑ نکل جا:

هذا بيت العباده لا بيت الولاده

''یہ عبادت کا گھر ہے' ولادت کا گھر نہیں ہے۔''

ان عیسائیوں کا مقابلہ وہ ملت جعفریہ کرے گی کہ جب اس کا امامؑ پیدا ہو تو اللہ کے گھر کی دیواریں شق ہو کر کہیں:

''علیؑ کی ماں یہاں آیئے یہ فخر عیسیٰؑ کی جگہ ہے' عیسیٰؑ کی جگہ نہیں۔''

(ایک دفعہ مل کے صلواۃ پڑھ لیں با آواز بلند محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے دوستو کہ کم پڑھے لکھوں نے بھائی کو بھائی سے لڑایا' ایک دوسرے کو کافر بنانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے تو عیسائیت کا سیلاب بڑھتا رہے گا' یہودیت کا سیلاب بڑھتا رہے گا اور اگر علیؑ کی مخالفت نہیں چھوڑیں گے تو ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا' یہ ہر جگہ یہودی کیوں پھیلتا نظر آ رہا ہے کہ

؎ دھرھا خیبر شد بے حیدری

یہ علامہ اقبال نے کہا اس لئے کہ ہر جگہ یہودیوں کے عبادت خانے اور سیاست کدے موجود ہیں اور ہر جگہ ان کا خیبر بن رہا ہے۔ ایک حیدرؑ نہیں ہے۔ جب تک آپ علیؑ دشمنی سے باز نہیں آئیں گے' یہ سیلاب رکے گا نہیں کہ جی بس علیؑ علیؑ ہوتا ہے نہ اللہ کا ذکر ہوتا ہے نہ رسولؐ کا ذکر ہوتا ہے صرف علیؑ علیؑ ... میں نے عرض کیا' میرا انداز عالمانہ نہیں ہے' میرا انداز بڑا فقیرانہ ہے کہ جی نہ اللہ کا ذکر ہے نہ رسولؐ کا ذکر ہے' صرف علیؑ کا ذکر ہے۔ یہ بھی آپ کو غلط فہمی ہے۔ اللہ اور رسولؐ کے بغیر علیؑ تک پہنچ سکتا ہی نہیں آدمی ... میں سیدھی سادی سی مثال دوں آپ کو! فرض کیجئے کہ تجارتی فارم نے اعلان کیا کہ کچھ ملازمین چاہئیں ہمیں! اعلان کیا' لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ایم-اے ہوں۔

توجہ کیجئے گا!

شرط یہ ہے کہ وہ ایم-اے ہوں اور اگر آپ کا بچہ یا آپ چلے جائیں ایم-اے کی ڈگری لئے ہوئے کہ سر میں ایم-اے ہوں۔ اور سوال کرنے والا پوچھے کہ آپ نے ایف-اے کیا ہے؟ (توجہ!) پوچھنے والے کے بارے میں یقین ہو جائے گا

کہ اس نے نہ پرائمری سکول کی شکل دیکھی ہے' نہ مڈل کی شکل دیکھی ہے۔ آپ کہیں جناب یہ فائنل ڈگری ہے ایم۔ اے کی میرے پاس! یہ بغیر میٹرک اور بغیر بی۔ اے کے چلا آیا ہوں میں یہاں! ایم۔ اے میں تو داخلہ نہیں ملتا جب تک ان دو کلاسوں سے گزر کر نہ آئے۔ ارے اس آسان مثال سے میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ یہ جو علی ولی اللہ پر اعتراض ہے۔ معاف کرنا علی ولی اللہ مذہب کی فائنل ڈگری ہے جب تک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی کلاس پاس نہیں ہوگی' اس کلاس میں داخلہ ہی نہیں ملتا۔

سمجھ میں آ رہی ہے بات یا نہیں آ رہی!

یہی تو ہم کہتے ہیں' اطیعو اللہ اللہ کی اطاعت کرو' یہ کلاس پاس کرلو۔ اطیعوا الرسول پھر رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پھر آ گئے' پھر آئی امامت! اولی الامر کی اطاعت کرو۔ تفصیلی بیان کل انشاء اللہ.... آج میں بیان سمیٹنے سے پہلے ایک بات عرض کروں۔

میرے دوستو!

یاد رکھئے گا! یہی وجہ ہے کہ جتنا توحید کو ہم تسلیم کر کے آگے بڑھتے ہیں' میرا چیلنج ہے' توحید اس طریقے سے جیسے ہمارے مولاؑ نے سمجھائی ہے' کائنات میں کوئی سمجھا نہیں سکتا۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اصول دین میں' باقی ہر ایک کے اصولِ دین میں... اصول دین سمپل ہیں۔ ہمارے ہاں توحید کے ساتھ عدالت کی شرط ہے۔

توجہ کیجئے گا!

یعنی خدا وہ ہے جو احد ہے' خدا وہ ہے جو یکتا ہے اور شرط یہ ہے کہ اس خدا کو مانتے ہیں کہ جو عادل ہے اور جیسے توحید کے ساتھ عدالت ضروری ہے' نبوت کے ساتھ عصمت ضروری ہے۔ ہمارے ہاں نبی معصوم ہیں' خدا عادل ہے اور اگر خدا عادل نہیں ہوگا تو نبی معصوم نہیں ہوگا۔

سمجھنے کی کوشش کریں' میں آپ کو کہاں لے جا رہا ہوں۔ دیکھئے! اگر خدا عادل نہیں ہے تو نبی معصوم نہیں ملے گا اور جب نبی معصوم نہیں ہے تو امام خود بخود غیر معصوم ہو جائے گا۔ تقاضائے عدل الٰہی یہ ہے کہ نبی معصوم ہو اور جب نبی معصوم ہوگا تو امام خود بخود معصوم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا جہان کے اصول دین تین ہیں:

توحید' نبوت' قیامت

ہمارے ہاں پانچ ہیں:

توحید' عدل' نبوت' امامت' قیامت

ارے! میں کیا کہوں ان لوگوں کو کہ انہوں نے اصول دین ہی کا تیا پانچہ کر دیا۔ بھائی یا اصول دین تین ہیں یا پانچ ہیں۔ اگر پانچ ہیں تو گھٹا کے کسی نے تین کر دیئے اور اگر تین ہیں تو بڑھا کے کسی نے پانچ کر دیئے۔ یہی صورت ہے نا! میں تو خیر جانبدارانہ تجزیہ کر رہا ہوں کھڑا ہوا۔ میں کہتا ہوں اگر کسی نے گھٹائے ہیں تو گھٹانے والے کو گھٹانے کا طریقہ آتا تھا' کسی نے بڑھا دیئے ہیں تو بڑھانے والے کو بڑھانے کا سلیقہ آتا تھا۔ اس لئے کہ جس نے گھٹائے ہیں' نہ اول سے گھٹایا نہ آخر سے گھٹایا' سنٹر سے ایک ایک پوائنٹ نکال دیا اس نے! توحید اور نبوت کے درمیان سے عدالت کو نکال دیا' نبوت اور قیامت کے درمیان سے امامت کو نکال دیا۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نہ عدالت ہے' نہ امامت ہے تو آپ

قیامت تک جائیں گے کیسے؟ بھائی جانا تو قیامت تک ہے نا! ہم توحید سے بذریعہ عدالت پہنچے نبوت تک! نبوت سے چل کر بذریعہ امامت پہنچتے ہیں قیامت تک! اب اگر عدل ہی نہیں ہے توحید کے ساتھ تو نبی معصوم نہیں ہے' اگر نبی معصوم نہیں ہے تو امام خود بخود معصوم نہیں ہے۔ ہمارے ہاں نبی بھی معصوم ہے' امام بھی معصوم ہے۔ قیامت تک ہم پہنچتے ہیں امامت کے ذریعے! اس لئے کہ قرآن نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ قیامت کے دن ثبوت کے ساتھ نہیں پکاریں گے ہم:

یوم ندعوا کل اناس بامامھم (سورۂ بنی اسرائیل' آیت ۷۱)

"قیامت کے دن بلایا جائے گا امام کے نام سے۔"

اور اگر امامت اصول دین میں ہے ہی نہیں تو پہنچیں گے کیسے قیامت تک؟ پھر آپ کو جمپ (Jump) لگانا پڑے گا۔ توحید سے جمپ لگایا نبوت تک آئے' نبوت سے جمپ لگایا قیامت تک پہنچ گئے۔ درمیان میں دو پوائنٹ ہیں ہی نہیں۔

گھبرا تو نہیں گئے میری بات سے!

اب ذرا سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں' اس طرح کہ ناگوار بھی کسی کو نہ گزرے اور بات بھی ذہن میں آ جائے۔ بھائی سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں اصول دین میں عدل نہیں ہے' نبی معصوم نہیں ہے اور جب نبی معصوم نہیں ہے' امام خود بخود معصوم نہیں ہے۔ معصوم کسے کہتے ہیں؟ جہاں بھول نہ ہو' جہاں سہو نہ ہو' جہاں نسیان نہ ہو' جہاں کسی قسم کا خلقی اور خلقی عیب نہ ہو۔ یہی وجہ ہے' ہمارے ہاں نبی بے عیب ہے' ہمارے ہاں نبی کے دامن پر کسی قسم کا داغ نہیں ملے گا اور چونکہ نبی معصوم ہے' امام خود بخود معصوم ہے اور یہ نہ کہیں میں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں' حوالہ دے دیتا ہوں۔ بدترین دشمن اسلام عیسائی مورخ جس کا نام ہے "فلپس کے ہٹی"! ایک نقاد ہے۔ اس نے ہمیشہ اسلام پر تنقید کی ہے اور پھر اس نے سارے مذاہب کا

جائزہ لیا۔ اس نے ہر مذہب کے خدا کا تصور بھی پڑھا، رسول کا تصور بھی پڑھا، امامت کا تصور بھی پڑ... ب مورخ ہسٹری آف عرب میں یہ لکھنے پہ
ہب کے اماموں کا جائزہ لیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا
سے شیعوں کے امام گناہوں سے پاک اور معصوم نظر
ے میرے نہیں ہیں، یہ اس عیسائی مورخ کے ہیں کہ جنہوں نے
د خطرے میں ڈالا ہوا ہے۔

توجہ ہ دوستو یا نہیں ہے!

اب ہم یہ کہتے ہیں اپنے پڑھے لکھے نواجوں سے کہ اگر امامت نہیں ہے تو قیامت تک جائیں گے آپ کیسے، کیسے جائیں گے؟

ایک مولوی، میرا دوست تھا، اس نے کہا:

''سدھے ہی چلے جاواں گے۔''

میں نے کہا:

''ارے مولانا! سدھے ہی کیسے چلے جاؤ گے؟''

''جی ایسی کوتو صراط مستقیم کہندے نے۔

''صراط مستقیم پڑھتے ہیں نا! اھدنا الصراط المستقیم سیدھا راستہ!''

میں نے کہا:

''پھر مستقیم کیوں کہتے ہو؟ اللہ سے کہو ہمیں راستہ دکھا۔''

مولوی پڑھا لکھا تھا، میرا دوست ہے۔ اس نے کہا:

''مولانا! بات یہ ہے کہ راستہ تو اللہ نے دکھایا تھا مگر ایک کے تہتر ہو گئے۔ اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسا رستہ کہ جو مستقیم ہو۔''

میں نے کہا:

''مستقیم کی تعریف کیا ہے؟''

(توجہ!) کہ

''جی سدھا''

میں نے کہا:

''سدھا..... تو کوئی ترجمہ نہیں ہے۔ بھائی علمی تعریف کیجئے۔''

اب پھر میں جیومیٹری یا حساب کا کوئی کلیہ بیان کروں گا تو پھر کوئی بزرگ کہے گا:

''اسیں جیومٹری سنن تے آندے نئیں ایتھے۔''

مگر باب مدینۃ العلم میں جہاں سارے علوم جمع ہیں' جیومیٹری کی اصطلاح میں مستقیم کو کہتے ہیں سٹریٹ لائن (Straight Line)!

سمجھ میں آ رہی ہے بات!

سٹریٹ لائن ..... سٹریٹ لائن کی تعریف کیا ہے؟ بھائی یہاں پڑھے لکھے حضرات تشریف رکھتے ہیں' مجھے ذرا جیومیٹری میں سٹریٹ لائن کی تعریف پڑھ کے بتا دیں۔ اب تختہ سیاہ ہوتا تو میں لکھ کے سمجھا دیتا۔ سٹریٹ لائن کی تعریف یہ ہے کہ جو دو پوائنٹ کو کم سے کم فاصلے سے ملا دے۔ (توجہ!) جو دو پوائنٹس کو کم سے کم فاصلے سے ملا دے' نہ لائن ٹیڑھی ہو' نہ فاصلہ زیادہ ہو ورنہ لائن سٹریٹ نہیں رہے گی' مستقیم نہیں رہے گی۔

نہیں سمجھا سکا اور آسان کرتا ہوں۔ میں نے ایک بزرگ سے کہا:

''ساری زندگی جیومیٹری پڑھائی ہے آپ نے! یہ لیجئے کاغذ یہ دو پوائنٹ ہیں ذرا سٹریٹ لائن کھینچ کے دکھا دیں آپ!''

چاہے بچے الجھن محسوس کر رہے ہوں۔ دیکھئے! دو پوائنٹ ہیں ایک ہے دنیا

کا' ایک ہے قیامت! جانا ہے صراط مستقیم پر لائن ہونی چاہئے سٹریٹ۔ اب سٹریٹ لائن بنے تو کیسے بنے؟ (توجہ!) میں نے بزرگ سے کہا:

''ذرا یہ سٹریٹ لائن کھینچ کے بتا دیں۔''

اس نے کہا:

''بڈھا ہو گیا ہوں لیکن کوشش کرتا ہوں۔''

میں نے کہا:

''کرو۔''

بلب کی تیز روشنی میں بزرگ نے موٹے موٹے شیشوں کی عینک لگائی۔ فری ہینڈ لائن کھینچنا چاہی۔ کھینچتے کھینچتے جب پوائنٹ کے قریب آئی' ہاتھ ہل گیا' لائن ٹیڑھی ہو گئی۔ پھر کوشش کی' پھر ہاتھ کانپے لائن ٹیڑھی ہو گئی۔ ساری رات لائن ٹیڑھی ہوتی رہی۔ وہ بڑے میاں ربڑ سے مٹاتے رہے۔

ارے میں نے کہا:

''ساری زندگی جیومیٹری پڑھائی ہے بڑے میاں! لائن سٹریٹ نہیں بن سکی۔''

اتنے میں ایک بچہ آ گیا' بالکل نوجوان آٹھ دس سال کا! اس نے کہا:

''بابا جی! بابا جی! یہ آپ سے سٹریٹ لائن نہیں بنے گی۔''

اس نے غصے سے کہا:

''اوئے تو میرا کل دا جمیا ہویا بال ایں۔ سامنے دا بچہ' توں کداں نبڑ لویں گا؟''

اس نے کہا:

''میں بنا دیتا ہوں۔ آپ بچہ سمجھ کے نظر انداز نہ کریں مجھے' میں

ایک سیکنڈ میں لائن کو سٹریٹ بنا دیتا ہوں۔ لائن اگر مستقیم نہ ہو
میرے ہاتھ کاٹ دیں آپ!''

انہوں نے کہا:

''کیسے؟''

اس نے کہا:

''اس طرح کریں' ذرا مجھے پیمانہ دے دیں' فٹا دے دیں۔''

کہ

''جی میں نے تو پیمانہ لیا نہیں۔''

اس نے کہا:

''پیمانے کے وسیلے کا منکر ہے نا! لائن ٹیڑھی ہو رہی ہے۔ ارے فری ہینڈ کھینچ رہا ہے نا! ساری رات' ساری رات لائن کھینچی ہے پیمانے کا وسیلہ نہیں ہے' لائن سٹریٹ نہیں رہے گی۔ پیمانہ دے دیں۔''

اب اس نے پیمانہ جو دیا' بچے نے رکھا پیمانہ دو پوائنٹس کے درمیان' آنکھ بند کر کے لائن کھینچ دی' لائن سٹریٹ تھی۔

توجہ رہے...... توجہ رہے صاحبان!

یہیں ختم کروں گا بیان! اب بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئی کہ اگر پیمانہ نہیں ہو گا تو لائن سٹریٹ نہیں رہے گی' لائن مستقیم نہیں رہے گی۔ اسی لئے ہمارے ہاں اصول دین میں امامت ہے۔ کھولئے عربی کی ڈکشنری! عربی میں پیمانے کو کہتے ہیں امامت!

نہیں سمجھ میں آئی بات!

امام کو کہتے ہیں پیمانہ! امامت کہتے ہیں پیمانے کو! ہم نے صراط مستقیم تک

جانے کے لئے امامت کا پیمانہ اصول دین میں رکھا تا کہ صراط مستقیم رہے، لائن سٹریٹ رہے۔ ابھی بھی میں نہیں سمجھا سکا تو لیجئے میں آپ کی عقل پہ چھوڑتا ہوں۔ جب امامت کے معنی ہیں پیمانہ تو اب یہ ہم سے نہ پوچھے دنیا، ہمارے مجتہدوں سے نہ پوچھے، ہمارے علماء سے نہ پوچھے، ذاکروں سے نہ پوچھے، آیت اللہ خمینی سے نہ پوچھے، خامنہ ای سے نہ پوچھے، کسی عالم سے نہ پوچھیں، جایئے جیومیٹری کے ماہروں سے پوچھیں کہ پیمانے میں بارہ انچ کس نے بنائے؟ یہ دنیا ہم سے نہ پوچھے، پڑھی لکھی دنیا سے کہتا ہوں، جایئے جیومیٹری کی فلاسفی پڑھئے اور جیومیٹری کے جتنے فلاسفر ہیں، ان سے جا کر پوچھے کہ پیمانے میں بارہ انچ کس نے بنائے ہیں اور پھر ہر انچ میں پانچ پانچ پوائنٹ کس نے رکھے ہیں۔

نہیں سمجھ میں آ رہا مسئلہ، دوستانِ محترم!

بس ہم تو امامت کے پیمانے سے قیامت کی لکیر کھینچتے ہیں اور ہم اس لکیر کے فقیر ہیں اور ہماری لکیر جناب امیرؑ ہے۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

بس بیان میرا ختم ہو گیا۔ اللہ کا کام ہے اسلام کا قانون بنانا، رسول کا کام ہے اس قانون کو پہنچانا اور امام کا کام ہے اس کی حفاظت کرنا۔ (سمجھ میں آ رہی ہے بات یا نہیں آ رہی!)

دوستانِ محترم!

ہمارے ہاں امامت اس لئے ہے کہ امام محافظ ہے آئین کا! محافظ ہے سنت کا اسی لئے ہمارے ہاں امامت کی تعریف کیا ہے:

الامامة هی العدالة العالیة فی حفاظة الآئین و السنة

''امامت اس سپریم کورٹ کا نام ہے' جو محافظ ہے آئین کی بھی
اور محافظ ہے سنت کی بھی۔''

اور یہی وجہ ہے آئین کی حفاظت کی اور جیسا موقعہ آیا ویسی حفاظت کی۔

توجہ ہے دوستو!

جیسا موقعہ ویسی حفاظت کی ... کل سے ایک فرمائش متواتر ہو رہی تھی کہ میں اپنے دوسرے مولاؑ کا تذکرہ کروں۔

میرے دوستو!

میں یہیں سے رخ کو بدلتا ہوں ... حفاظت کی اور حفاظت کرنے کے لئے کیا چیز چاہیے؟ امام کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ اگر رشوت پیش ہو تو بک نہ جائے' ٹھوکر لگا دے۔ طاقت اتنی ہونی چاہیے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی طاقتور اس کا بازو مروڑ کے اور اصل خزانہ ہی لوٹ کر لے جائے۔

پیغمبرؐ نے کہا میرے دو بیٹے امام ہیں:

الحسنؑ و الحسینؑ ..... سیدا شباب اهل الجنه

''یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔''

هذان امامان قائما او قاعدا

''یہ دونوں امام ہیں چاہے صلح کریں' چاہے جنگ کریں۔''

اور دونوں نے حفاظت کی ہے اسلام کی اور آئین اسلام کی۔ ایک کے سامنے دنیا کی حکومت رشوت بن کے آئی' ایک کے سامنے یزیدیت طاقت کا مظاہرہ کرنے آئی۔ ایک نے آئی ہوئی حکومت کو ٹھوکر لگا کر بتایا کہ امامت بکتی نہیں' ایک نے

یزیدیت کی کلائی مروڑ کے بتایا کہ امامت جھکتی نہیں اور جب اماموںؑ نے ہر جگہ باطل قوتوں کو شکست دی تو اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اب ان کو رستے سے ہٹایا جائے اور رستے سے ہٹانے کے لئے دونوں چیزیں استعمال کیں۔ زہر، تلوار۔ کہا یہ امامت کے دو رخ ہیں۔ ایک کو زہر سے ختم کرو' ایک کو تلوار سے ختم کرو۔ پہلے کو زہر دیا اور زہر بھی کیسا زہر ہلاہل یہ زہر ہلاہل کیا ہے؟ ڈاکٹروں سے پوچھیں' حکماء سے پوچھیں۔ میں نے ہمارے مشہور پڑھنے والے مصائب خواں ہیں' اللہ انہیں سلامت رکھے' آغا علی حسین صاحب قمی! میں نے ان سے سنا۔ انہوں نے اپنے ایک حکیم دوست سے جو رحیم یار خان کا ہے اس سے پوچھا تھا' ستر اسی سال کا بزرگ بوڑھا تھا حکیم' بہت پڑھا لکھا کہ

''یہ زہر ہلاہل کیا ہے؟''

اس نے کہا:

''مولانا! یہ زہر ہلاہل زہر کی وہ آخری منزل کی زہر ہے کہ اگر ایک چٹکی اس کی دریا میں ڈال دو تو میلوں تک دریا میں رہنے والے جانور تڑپ کے پانی سے باہر آ جائیں گے۔''

اور دوسرا اس نے یہ بتایا کہ

''زہر ہلاہل ایک خاص زہر ہے کہ اگر دودھ دینے والے جانوروں کے سینگ پر لگا دی جائے وہ کسی تنکے سے تو دودھ کی جگہ خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔''

میرے محترم سامعین!

امامت کے دشمنوں نے یہ پوری زہر منگوائی روم سے اور جب لینے کے لئے گیا تھا خریدار روم کے بازار میں تو اس وقت کے بیچنے والے دوکاندار نے پوچھا تھا:

''کیا کسی طاقتور کو دینی ہے؟''

وہ چپ ہو گیا۔ اس کو کیا پتہ یہ کس کو دینی ہے۔ اس کو تو حکم تھا کہ خرید کر لے آؤ۔ قبلہ! ایک تنکا اس زہر کا دریائی جانوروں کا خاتمہ کر دے اور پوری بھری ہوئی شیشی میرے اس روزے دار امامؑ کے لئے جس کی ساری رات عبادت میں گزری' جس کا سارا دن روزے سے گزرا۔ افطاری کا وقت آیا میرے مولاؑ نے نماز ادا کی اور اس کے بعد کہا:

''جعدہ! کیا کوئی افطاری کا سامان ہے؟''

اس سنگدل عورت نے پوری شیشی دودھ میں انڈیل دی' میرے مولاؑ کو پیش کی۔ میرے مولاؑ نے دیکھا' نظر ڈالتے ہی علم امامت نے پہچان لیا۔ زبان پہ آیا:

انا للہ و انا الیہ راجعون

منشاء الٰہی کو دیکھا' جب منشاء الٰہی سے منظوری مل گئی۔ ایک گھونٹ پیا' پھر گلاس رکھ دیا۔ جعدہ نے کہا:

''اور پیجئے!''

پھر ٹھنڈی سانس لے کر کہا کہ

''اگر تیرا کام ایک ہی گھونٹ میں ہو جائے۔''

اور یہ کہہ کر کہا:

''جعدہ! کیا میں تیرا اچھا شوہر نہ تھا؟ کیا کبھی تجھے تکلیف دی؟
چلو! اگر تجھے مجھ پر رحم نہیں آیا تو میرے تین سال کے قاسم ہی پر
رحم کیا ہوتا۔''

عزیزانِ محترم!

زہر نے اپنا کام شروع کیا۔ میرا مسموم امامؑ کمر پکڑ کے اٹھا' دیواروں کو پکڑتا

ہوا سیدھا نانا کے روزے پہ پہنچا۔ پہنچتے ہی آواز دی:

السلام علیک یا جداہ

''میرے نانا! میں حسنؑ سلام کرنے آیا ہوں۔''

قبر سے آواز آئی:

''میرے بیٹے! میں تیرے انتظار میں ہوں۔ میرے لالؑ! کل تک میری بارگاہ میں پہنچ جانا۔''

وہاں سے میرا مسموم امامؑ ماں کی قبر پہ گیا۔ ماں سے کہا:

''اماں! چکیاں پیس پیس کے تو نے پالا تھا۔ ماں بڑا اداس ہو گیا ہوں تیرے لئے ماں۔ ماں! مجھے اپنی قبر میں لے لے نا!''

وہاں سے میرا مظلوم پھر پہنچا اپنی دولت سرا پر! جناب ام فروہؑ کو بلایا:

''قاسمؑ کی ماں میرے قریب آ۔''

جناب ام فروہؑ گئیں اور کہا:

''میرے سینے میں ایک آگ سی لگی ہوئی ہے ذرا طشت میرے قریب کر۔''

جیسے ہی طشت کو قریب کیا بہتر (۷۲) ٹکڑے جگر کے نکل کر طشت پر آ گئے۔

ام فروہؑ پریشان ہو گئیں۔ کہا:

''مولاؑ! مجھے اجازت ہے میں آپؑ کی بہنوں کو بلا لوں۔''

کہا:

''ام فروہؑ! اس طرح میری اطلاع نہ دینا' ورنہ میری بہنیں مجھ سے پہلے مر جائیں گی۔''

''مولاؑ! پھر ہم کیسے اطلاع دیں؟''

''یہ طریقہ میں بتلاتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اپنے بیٹے قاسمؑ کو بلایا۔ تین ساڑھے تین سال کا قاسمؑ جو قریب آیا' میرے مولاؑ نے قاسمؑ کے سر کو چوما اور قاسمؑ کی زلفوں کو کھول لیا۔ زمین پر جھکے زمین کی مٹی اٹھائی' قاسمؑ کے سر پہ ڈال دی' قاسمؑ کا گریبان چاک کر دیا۔ قاسمؑ سے کہا:

''بیٹا! جوتے یہیں اتار دو' بالکل فقیر بنے ہوئے جاؤ۔ بس کچھ کہنا نہیں' میری بہن عالمہ غیر معلمہ ہے وہ خود بخود پہچان لے گی۔''

نماز تہجد کا وقت تھا' تین ساڑھے تین سال کا بچہ اب جو پھوپھی کے دروازے پر پہنچا تو میری شہزادیؑ نماز تہجد کے لئے وضو میں مصروف تھیؑ کہ اچانک جناب فضہؓ باہر آئیں تو فضہؓ پہچان نہ سکیں۔ اس لئے کہ خلاف دستور ایک معصوم بچہ اور تہجد کے وقت تو فضہؓ نے کہا:

''او! سائل او! سوالی ''

تو بچے نے تڑپ کر کہا:

''دادی فضہؓ! پہچان میں سوالی نہیں ہوں میں تو امیر ابن امیر ہوں۔''

ایک دم قریب جا کے جو دیکھا تو تڑپ کے کہا:

''ارے قاسمؑ! تم اس عالم میں۔''

جلدی سے گود میں اٹھا لیا اور اندر جا کر کہا:

''شہزادیؑ غضب ہو گیا' اس وقت قاسمؑ اس حالت میں آیا۔''

میری شہزادیؑ نے جو قاسمؑ کو دیکھا' جلدی سے سینے سے لگا لیا اور پوچھا:

''میرے لالؑ! کیسے آنا ہوا؟''

کہا:

''اماں! میں کچھ بتا نہیں سکتا' بس جلدی چلیں آپؑ!''

عالمہ غیر معلّمہ بی بیؑ سمجھ گئیں:

''جلدی چلیں۔''

یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہوئیں' قاسمؑ ساتھ... کیا بہن بھائی کا تعلق ہے۔

امام حسنؑ نے جو محسوس کیا بہن آ رہی ہے' اک دم کہا:

''ام فروہؑ! میرے اس طشت کے ٹکڑوں کو جلدی سے چھپا دو۔''

جیسے ہی ام فروہؑ جگر کے ٹکڑوں کو چھپا کے جانے لگی' میری شہزادیؑ تیز قدم اٹھاتی ہوئی آئی اور بے اختیار کہا:

''ام فروہؑ! ان ٹکڑوں کو مجھ سے چھپاؤ نہیں' لاؤ مجھے دو میں اپنے ہاتھوں پہ اٹھاؤں۔ ارے! میرے بھائی حسنؑ کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔''

میرے عزیزو!

بہنوں نے گھیر لیا۔ میرا معصوم امامؑ ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہا۔ ہر بی بیؑ نے رونا شروع کیا کہ اچانک ایک ایسی درد بھری رونے کی آواز سنی کہ امام حسنؑ کہنیوں کی ٹیک لگا کر اٹھ کے جو مڑ کے دیکھتے ہیں تو کیا دیکھا کہ بھائی حسینؑ سرہانے بیٹھ کر بے اختیار رو رہا ہے۔ امام حسنؑ نے کہا:

''حسینؑ! ساری دنیا روئے مگر تو نہ رو' تو نہ رو۔ میرے بھیا! ساری دنیا قیامت تک تجھے روئے گی' تیرا رونا مجھے براشت نہیں ہے حسینؑ۔''

اور یہ کہہ کر کہا:

''حسینؑ! یہ امامت کی امانت تیرے حوالے!''

تمام بیبیوںؑ کو دیکھا، کہا:

''یہ سب تیرے حوالے۔''

اوراس کے بعد مڑ کے دیکھا تو ٹھنڈی سانس لے کر کہا:

''قاسمؑ کی ماں

این این اخی العباسؑ

ارے سارے نظر آ رہے ہیں، میرا بھیا عباسؑ کہاں ہے؟ میرا بھیا عباسؑ کہاں ہے؟''

ام فروہؑ نے قاسمؑ کو بھیجا:

''جلدی جاؤ، چچا عباسؑ کو لے کر آؤ۔''

اب جو قاسمؑ باہر نکلا ہے تو کیا منظر نظر آیا، عباسؑ کبھی اس دیوار سے ٹکرا جاتا ہے، کبھی اس دیوار سے ٹکرا جاتا ہے۔ قاسمؑ نے قدم پکڑ کر کہا:

''چچا جان! بابا نے بلایا ہے، بابا نے بلایا ہے۔''

ایک دم کہا:

''قاسمؑ! میرا دل خود پریشان ہے، میں جانا چاہتا ہوں لیکن میرے قدم اس لئے نہیں بڑھتے، ایسا نہ ہو غم میں میری شہزادیؑ کے سر سے چادر نہ گر گئی ہو، یہ میں کیسے برداشت کروں گا؟''

میرے عزیزو!

قاسمؑ نے کہا:

''چچا! آپ کو میرے حق کی قسم ہے بابا نے بلایا ہے آپؑ چلیں۔''

عباس غازیؑ سر جھکائے ہوئے، نظریں جھکائے ہوئے قریب گئے۔ امام

حسنؑ نے میرے مولا غازیؑ کا ہاتھ پکڑا' پیار بھرا بوسہ دیا اور بوسہ دینے کے بعد کہا:

''میری بہنو! میرے قریب آؤ۔''

ساری بہنوں کو قریب بلایا اور قریب بلا کر کہا:

''عباسؑ ... عباسؑ اماں کی وصیت کے مطابق یہ ساری بہنیں
تیرے حوالے' عباسؑ اب تو جان اور زینبؑ جانے۔''

میرے دوستو!

بیان میرا یہاں پر ختم ہو گیا۔ آیئے چلتے چلتے اللہ کے رسولؐ کو ہم سب سنی شیعہ پرسہ دیں کہ اللہ کے رسولؐ ... اللہ نے تجھے دو بیٹے دیئے' ایک کا جنازہ بہنوں نے تیار کیا' بھائیوں نے اٹھایا' جنازہ گھر سے باہر نکلا۔ مگر تاریخ انسانیت کا پہلا جنازہ ہے جو گھر سے نکل کر پھر واپس آ گیا۔ پھر واپس آیا تو بہن نے کہا:

''بھیا حسینؑ! ایسے تو کبھی کسی فقیر کا جنازہ بھی واپس نہیں آتا۔''

جو دل میں زخم کئے ہوئے ہے' وہ یہ چیز ہے کہ فوراً بھائی نے کہا:

''بہن! یہ باتیں بعد میں کریں گے آؤ دونوں بہن بھائی پہلے وہ
مل کے تیر تو نکالیں' وہ تیر نکالیں جو جنازے میں ہیں۔''

بس بیان میرا ختم ہو گیا۔ آیئے مل کے رسولؐ کو پرسہ دیں۔ اللہ کے پیارے پیغمبرؐ تجھے دو بیٹے ملے' دونوں کا پرسہ قبول کریں۔ دونوں کا مقدر عجیب تھا کہ دونوں کی قسمت میں تیر تھے۔ حسنؑ کی قسمت میں بھی تیر' حسینؑ کی قسمت میں بھی تیر ... فرق صرف اتنا تھا' ایک کے جنازے پہ تیر تھے' ایک کا تیروں پہ جنازہ تھا۔ ایک کے جنازے پہ تیر' ایک کا تیروں پہ جنازہ ... میں خود نہیں کہتا' میرا بارہواں آقاؑ فرماتا ہے:

''میرا اسلام ہو اس جد پر جو نہ زین پر تھا' نہ زمین پر ... ''

جنازہ تیروں پر معلق ہو گیا تھا۔ جس کے جناز پہ تیر تھے اس کے تیر کس نے نکالے؟ بہنوں نے نکالے' بھائیوں نے نکالے' بیٹوں نے نکالے' بیٹیوں نے نکالے اور جس کا تیروں پہ جنازہ تھا...... فیصل آباد والو! تھک کے نہ سننا' یہ آخری فقرہ ہے۔ جس کا تیروں پہ جنازہ تھا' اس کے تیر بھی کسی نے کھینچے؟ کیا کوئی کھینچنے والا نہیں تھا؟ نہیں اللہ رکھے اس کی بہن بھی تھی' اس کی بیٹی بھی تھی' اس کا بیٹا بھی تھا' پھر تیر کیوں نہ نکالے؟ کیوں نہ نکالے؟

❁ ❁ ❁

مجلس ششم

اعوذ بالله من الشیطن اللعین الرجیم○

بسم الله الرحمن الرحیم

یآیھا الذین امنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (صلواۃ)

ارشادِ الٰہی ہو رہا ہے:

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔"

یہ آیہ مبارکہ وضاحت کر رہی ہے کہ جنت میں جانے کے لئے تین اطاعتوں کا اقرار لازم ہے۔ ان اطاعتوں کے بغیر جنت کا تصور کرنا بھی محال ہے۔ اللہ کی اطاعت، اللہ کے رسولؐ کی اطاعت اور اولی الامر کی اطاعت! اب کیسے پتہ چلے کہ اس آیہ مبارکہ کے مطابق کس نے اطاعت کی ہے اور کس نے اطاعت نہیں کی؟ چنانچہ زبان سے اطاعت ہی کے اقرار کو کلمہ کہتے ہیں۔ پہلا اقرار ہے کلمہ! اور کلمہ کے لئے ضروری ہے کہ اطاعت کے مطابق چلے۔ چنانچہ:

اطیعوا اللہ

''اللہ کی اطاعت کرو۔''

ہم نے اقرار کیا:

لا الہ الا اللہ   اطیعوا الرسول

''رسولؐ کی اطاعت کرو۔''

ہم نے کہا:

محمد رسول اللہ

اب اگر آیت یہیں پر ختم ہو جائے تو کلمہ یہیں پہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن اگر آیت آگے چل رہی ہے:

و اولی الامر منکم

''اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔''

اور اولی الامر کی اطاعت کے لئے الگ سے لفظ اطیعوا نہیں لگایا گیا۔

دیکھئے! اللہ کے لئے کہا:

اطیعوا اللہ

رسولؐ کے لئے کہا:

اطیعوا الرسول

اب ہونا چاہئے:

اطیعوا اولی الامر منکم

لیکن نہیں! ایک اطیعوا کے تحت' اولی الامر اور رسولؐ کی اطاعت کو بلافصل کر دیا۔ درمیان میں کوئی اور اطیعوا نہیں لایا گیا۔ اس لئے لازمی ہو گیا ہر کلمہ گو پر... اس سے بحث نہیں ہے کہ اولی الامر کون ہے؟ جو بھی اولی الامر جسے مانتا ہو' جو بھی مانے

جس کا نام بھی لے' جسے وہ اولی الامر سمجھے۔ آیت پر عمل تب ہی ہو گا کہ اس کا ذکر کرے۔ بحمد اللہ ہم غلامانِ حیدر کرارؑ ...... چونکہ ہم اپنے مولاؑ کو اولی الامر مانتے ہیں۔ اس کے مطابق ہم اقرار کرتے ہیں:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و اولی الامر منکم علی ولی اللہ

(ایک دفعہ صلواۃ پڑھ لیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ مجھ سے ایک عزیز نے پوچھا' چٹیں تو سٹیج پر ہی روک لی جاتی ہیں لیکن بعد میں جو کچھ بیچارے بایوس ہوتے ہیں وہ راہ چلتے چلتے مجھ سے پوچھ لیتے ہیں۔ تو میں ان کے لئے عرض کئے دیتا ہوں مثلاً مجھ سے پوچھا گیا کہ صاحب آپ کے مجتہدین نے اذان میں یہ کلمہ کے لئے علی ولی اللہ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ علی ولی اللہ نہ جزو اذان ہے' نہ جزو کلمہ ہے۔ تو یہ جو لکھا گیا ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

تو میں یہ گزارش کروں گا' اپنے اس دوست کی خدمت میں کہ ہمارے علماء کی تحریروں کو سمجھنے کے لئے عقل چاہئے' فکر چاہئے۔ علماء ہیں ذمہ دار ہیں' مجتہدین ہیں ذمہ دار ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ میری طرح جو چاہیں لکھ دیں اور جو چاہیں کہہ دیں۔ ایسا نہیں۔ وہ ذمہ داری سے لکھتے بھی ہیں اور ذمہ داری سے کہتے بھی ہیں۔ یہ جو انہوں نے لکھا ہے اور واقعاً لکھا ہے کہ علی ولی اللہ جزو اذان نہیں ہے' جزو کلمہ نہیں ہے۔ مگر یہ سوچیں کہ کیوں لکھا ہے؟ کس لئے لکھا ہے؟ پہلے تو یہ سمجھ لیں آپ کہ جزو کسے کہتے ہیں۔

گھبرائے تو نہیں بیٹھے ہیں آپ!

میں ہمیشہ..... آپ جانتے ہیں میرا طریقہ گفتگو..... میں اختلافی مسائل پر

کبھی بھی نہ بحث کرتا ہوں نہ ان کو لاتا ہوں لیکن چونکہ علیؑ کو ولی سارے مسلمان مانتے ہیں' کوئی ایسا نہیں ہے جو میرے مولاؑ کو ولی نہ مانے۔ اس لئے کہ جب سوال ہے تو میں عرض کئے دیتا ہوں تا کہ غلط فہمی ذہن سے نکل جائے کہ علی ولی اللہ جزو اذان اور جزو کلمہ کیوں نہیں ہے۔

میرے دوستو!

جزو کسے کہتے ہیں؟ اب ذرا ہمارے علماء کی معرفت ملاحظہ فرمائیں۔ جزو کسے کہتے ہیں؟ جزو کی تعریف یہ ہے کہ اگر کوئی کل سے نکل جائے تو کل باقی تو رہے مگر ناقص ہو جاتا ہے۔

سمجھ میں آ رہی ہے بات!

دیکھئے! جز کی تعریف یہ ہے کہ اگر جز کل سے نکل جائے تو کل باقی رہتا ہے' مگر ناقص ہو جاتا ہے۔ میں نہیں سمجھا سکا' دیکھئے! یہ ہاتھ میرے بدن کا جز ہے' خدانخواستہ خدانخواستہ اگر یہ ضائع ہو جائے تو کل باقی تو رہے گا مگر ناقص ہو جائے گا۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

یہ انگلی میرے بدن کا جز ہے' خدانخواستہ کٹ جائے تو کل باقی تو رہے گا مگر ناقص ہو جائے گا۔ تو جز کی تعریف سمجھ میں آئی کہ اگر کل سے نکل جائے تو کل رہتا ہے مگر ناقص ہو جاتا ہے۔ مگر اسی بدن میں ایک اور شے بھی ہے اگر وہ نکل جائے تو نہ کل باقی رہتا ہے نہ جز باقی رہتا ہے' اس کو روح کہتے ہیں۔ روح کی تعریف یہ ہے کہ اگر روح نکل جائے تو کل بھی بیکار' جز بھی بیکار ..... ہمارے علماء بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ علی ولی اللہ اگر جزو اذان بن جائے اور نکل جائے تو اذان باقی تو رہے گی مگر ناقص ہو

جائے گی، کل باقی رہے گا مگر ناقص ہو جائے گا۔ لٰہذا علی ولی اللہ جزو اذان نہیں ہے، علی ولی اللہ روح اذان ہے، اگر وہ نکل گیا تو اذان مردہ ہو کر رہ جائے گی۔ (بھائی ذرا مل کے باآواز بلند نعرۂ تکبیر ... نعرۂ رسالتؐ ... نعرۂ حیدریؑ!)

توجہ فرما رہے ہیں صاحبان یا نہیں!

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مومن بن نہیں سکتا آدمی، جب تک تینوں اطاعتوں کا اقرار نہ کرے۔ اس لئے کہ مومن بننے کے لئے ضروری ہے کہ اضداد ایمان کو ترک کر دے۔ یعنی ایمان کی جتنی ضدیں ہیں، ایمان کے جتنے مخالف عنصر ہیں، جب تک انہیں نہیں چھوڑے گا، مومن بن نہیں سکتا اور پوچھے شیعہ سنی علماء سے کہ اضداد ایمان کتنے ہیں؟ ایمان کی ضدیں کتنی ہیں؟ ایمان کی ضدیں ہیں کفر، شرک، نفاق.....

توجہ رہے!

یہ ایمان کی ضدیں ہیں، جہاں کفر ہوگا، وہاں ایمان نہیں ہوگا، جہاں شرک ہو گا، وہاں ایمان نہیں ہوگا، جہاں منافقت ہو گی، وہاں ایمان نہیں ہوگا۔ اب ضروری ہے کہ آپ ان تینوں سے پیچھا چھڑائیں، کفر سے، شرک سے، منافقت سے! شرک کسے کہتے ہیں؟ اللہ کو نہیں مانے گا مشرک ہے۔ شرک دور ہوا لا الہ الا اللہ سے! ابھی مومن نہیں بنا، کفر دور کرنا ہوگا:

و یقول الذین کفروا لست مرسلا (سورۂ رعد، آیت ۴۳)

''میرے حبیبؐ! یہ کافر کہتے ہیں کہ تو اللہ کا رسولؐ نہیں ہے۔''

کفر دور ہوگا محمد رسول اللہ سے! اب لا الہ الا اللہ کا بھی اقرار ہو گیا، محمد رسول اللہ کا بھی اقرار ہو گیا لیکن ابھی مومن نہیں بنا۔ اب یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا قرآن میں ارشاد ہو رہا ہے:

اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول الله(سورۂ منافقون' آیت ۱)

''میرے حبیبؐ! یہ منافق آ کر قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ بے شک تو اللہ کا رسولؐ ہے۔ تیری رسالت کا بھی اقرار کرتے ہیں' میری وحدت کا بھی اقرار کرتے ہیں لیکن یہ منافق جھوٹے ہیں۔''

اس کا مطلب ہے لا الہ الا اللہ بھی پڑھ رہے ہیں اور محمد رسول اللہ بھی! مگر قرآن مجید کہہ رہا ہے یہ جھوٹے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ منافق مومن کا ہم رنگ ہوتا ہے۔ پتہ نہیں چلتا کہ مومن کون ہے اور منافق کون ہے۔ بالکل اسی طریقے سے جیسے کسی ہرے بھرے باغ میں سبز ٹہنیوں کی آڑ میں ایک طوطا سبز لباس پہن کر بیٹھا رہے تو پتہ نہیں چلتا کہ یہ طوطا ہے یا پتا۔ ...تو پتہ تب چلتا ہے یا تو اوپر سے پھل کتر کتر کر زمین پر گرائے یا مالی کے خلاف ٹاؤں ٹاؤں کی آواز لگائے' تو پتہ چل جاتا ہے کہ ہرے لباس میں ہرا لباس پہن کر دھانی پتوں میں یہ منافق طوطا چھپا ہوا ہے۔ تو مالی یہ کہہ کر اڑا دیتا ہے کہ نکل جا' نکل جا' نکل جا تو چمن رسالتؐ میں بھی پتہ نہیں چلتا تھا پیغمبر اکرمؐ کی بزم میں کہ کون مومن ہے' کون منافق ہے۔ خدا کی قسم! ہم کبھی' ہم کبھی تسلیم نہ کرتے لیکن کیا کریں کہ فرمان اس کا ہے' جس نے سب سے پہلے تصدیق کی اور اس تصدیق کی وجہ سے ہم حضرت ابوبکر کو صدیق مانتے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے بتایا کہ

کنا نعرف المنافقین زمن النبی ببغضهم عن علی ابن ابی طالب

''ہم رسولؐ کی بزم میں مومن و منافق کی پہچان مولا علیؑ کے نام سے کرتے ہیں۔ علیؑ کا نام لیتے تھے' جس کا چہرہ اتر جائے سمجھتے

تھے منافق ہے، جس کا چہرہ کھل جائے سمجھتے تھے مومن ہے۔''

میں کہتا ہوں علیؑ شناس صحابہ کرام تھے، ہماری جانیں قربان..... انہوں نے خود فرمایا کہ

''ہم پیغمبرؐ کے عہد میں

کنا نعرف المنافقین زمن النبی ببغضهم عن علی ابن ابی طالب

منافق کی پہچان علیؑ کے نام سے کرتے تھے اور جیسے ہی علیؑ کا نام لیتے تھے، مومن کا چہرہ پھول کی طرح کھل جاتا تھا۔''

یہی وجہ ہے کہ قرآن کی آیت، پیغمبرؐ کا فرمان اور صحابہ کرام کا ارشاد..... اس کے پیش نظر ہم نے پڑھا علی ولی اللہ!

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

تو **لا اله الله محمد رسول الله علی ولی الله** ہم نے پڑھ لیا۔ اب بن گئے مومن! اب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مومن جو بن گئے، اب جنت میں چلے جائیں گے۔ معاف کیجئے گا! جنت ضلع لاہور کا کوئی پنڈ نہیں ہے، کوئی تحصیل نہیں ہے کہ بستر بوریا سر پہ رکھے ہوئے جس کا جی چاہے چلا جائے۔ اس لئے کہ جنت نہ ہی اتنی سستی ہے اور نہ ہی وہ کوئی تحصیل ہے، نہ ہی وہ کوئی ضلع ہے۔ ارے بھائی! اس میں جانے کے لئے بھی شرطیں ہیں۔ پہلی شرط ہے مومن ہونا، لیکن معاف کیجئے گا! اگر ایمان پہ فقط جنت جانا ہے تو کائنات کی کوئی ایسی شے نہیں ہے کہ جو مومن نہ ہو۔

توجہ رکھئے گا!

کوئی شے ایسی نہیں ہے کہ جو مومن نہیں ہے۔ یہی علماء ہمیں بتلاتے ہیں کہ

کائنات کا ذرہ ذرہ مومن' پتا پتا مومن' زمین والے مومن' آسمان والے مومن' عرش والے مومن' فرش والے مومن' برار والے مومن' بہار والے مومن' پہاڑ والے مومن' بقول ان کے غار والے مومن ۔ ۔ تو اگر یہ سارے ہی مومن ہیں اور سب جنت میں چلے جائیں گے تو جو لڑائی' جھگڑا' فساد یہاں پیچھا نہیں چھوڑتا تو جنت محفوظ رہ جائے گی؟ بھائی ایمان سے بتائیں! اگر ہماری حکومت بھی چلی گئی جنت میں اور ایم۔ کیو۔ ایم والے بھی پہنچ گئے جنت! تو جنت کسی شریف کے قابل رہ جائے گی؟

ناراض تو نہیں بیٹھے آپ! اسی لئے علماء جب تقریریں کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ

"صاحب ذرا موٹے موٹے دنبے قربان کیا کرو' موٹے موٹے بکرے ..."

ہم نے علماء سے پوچھا:

"کس لئے بھائی؟"

انہوں نے کہا:

"جنت میں یہ جانے کا وسیلہ ہیں اور قیامت کے دن پل صراط سے یہی گزاریں گے انسان کو!"

اور پل صراط کی کیا تعریف فرماتے ہیں یہی علماء کرام کہ بال سے زیادہ باریک ہے' تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے' آگ سے زیادہ گرم ہے' نہ ادھر پکڑنے کا سہارا نہ ادھر پکڑنے کا سہارا ... پیچھے ہے جہنم' سامنے ہے جنت ... بیٹھ کے جانا ہے بھیڑوں پر! تصور آپ خود ہی کر لیں کہ کتنا شیر دل جانور ہے' کتنا بہادر جانور ہے۔

فرض کیجئے! ایک لائن لگی ہوئی ہو علماء کی' پل صراط پہ جا رہے ہیں' بھیڑوں پہ بیٹھے ہوئے۔ ہے دلیر جانور! پہنچے جنت کے دروازے پر! سامنے بیٹھا تھا اصحاب کہف

کا کتا اور اگر کہیں اس نے دیکھا اور بھونک پڑا اور ایک بھی واپس ہوئی تو سارا گلہ پیچھے پیچھے نہ جائے تو مجھے پکڑ لیں۔ او مولوی صاحبان اپنا بھی ناس کرو گے اور بیچارے جانوروں کا بھی ناس کرو گے۔

اسی لئے ہم غلامانِ حیدر کرارؑ کہتے ہیں کہ جب اتنا بال سے زیادہ باریک پل صراط ہے' نہ ادھر پکڑنے کا سہارا نہ ادھر پکڑنے کا سہارا تو خدا کے لئے یہ بھیڑوں کے سہارے کو چھوڑو' پیغمبرؐ جو تمہیں سہارے بتلا کر گیا ہے' وہ کیوں نہیں پکڑ لیتے ہو؟ یہ

"انی تارک فیکم الثقلین

میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں

کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی

ایک اللہ کی کتاب' ایک میری عترت اہل بیتؑ !

جب پل صراط سے گزرنے لگنا' دونوں کو تھامنا۔ اگر ادھر گرو گے

کتاب الٰہی سنبھالے گی' ادھر گرو گے میری آلؑ سنبھالے گی۔"

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر جنت میں جانے کا اتنا ہی شوق ہے اور شوق ہونا بھی چاہئے' اس لئے کہ سارے عمل تو ہیں جنت کے وعدے پر! مسلمان جو بھی عمل کرتا ہے وہ جنت کے لئے تو کرتا ہے۔

کیوں دوستو!

ہم جتنے بیٹھے ہیں' جتنے انسان اس دھرتی پر ہیں وہ اس دنیا کے حقیقی باشندے نہیں ہیں۔

توجہ ہے!

حقیقی باشندے اس دنیا کے نہیں ہیں۔ دو ملک ہیں، جس کے ہم مستقل باشندے ہیں۔ ایک ملک کو جنت کہتے ہیں، ایک کو جہنم کہتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص یا جنت کا باشندہ ہے یا جہنم کا! جو مستقل رہائش جس کی ہو گی وہاں...... جنت جہنم!

کیوں دوستو!

اللہ کے اختیار میں نہیں تھا، وہ جانتا تو تھا نا! کہ کون جنتی ہے کون جہنمی... تو جنت میں ہی پیدا کر دیتا، بھیج دیتا وہاں......تو معاف کرنا اگر سب کو جنت میں بھیج دیتا نا! تو کتنے ایسے ہوتے جو اچھی خاصی جنت کو جہنم بنا دیتے۔

بھائی روزمرہ کا آپ کو تجربہ ہے، لوگ کہتے نہیں ہیں کہ صاحب میرا گھر تو جنت تھا، جب سے یہ بہو بیاہ کے لایا ہوں۔ کہتے نہیں ہیں اس نے لڑ لڑ کے جہنم بنا دیا۔ کوئی کہتا ہے! صاحب گھر تو میرا جنت کا نمونہ تھا جب سے فلاں داماد صاحب آئے ہیں مقدمے لڑ لڑ کے جہنم بنا دیا اس نے۔... کوئی کہتا ہے صاحب! ہمارا پورا محلہ جنت تھا، جب سے فلاں صاحب منتخب ہوئے ہیں، جہنم بنا دیا۔ کہتے ہیں جناب ہمارا پورا صوبہ جنت تھا جب سے فلاں صاحب کرسی پہ بیٹھے ہیں جہنم بنا کے رکھ دیا۔ پورا ملک جنت تھا جب سے فلاں فلاں لیڈر آئے ہیں، جہنم بنا دیا...... یہ کہتے ہیں، نہیں کہتے، کہتے ہیں نا!

اسی طرح جنت میں بھی ہوتا۔ بھیج تو سب کو دیتا، کتنے ایسے ابھرتے وہاں اچھی خاصی جنت کو جہنم بنا دیتے۔ اچھا وہ یہ بھی کر سکتا تھا، کچھ کو جنت میں بھیجتا، کچھ کو جہنم میں پیدا کر دیتا۔ تو جنت والے تو بڑے خوش ہوتے۔ وہ کہتے سبحان اللہ کیا نظارے ہیں، کوثر کے کنارے ہیں، حوروں کے اشارے ہیں۔ بھائی مزہ آ رہا ہے۔

جنت میں...... اور جو جہنم میں پھینکے جاتے' وہ گھیراؤ جلاؤ کرتے' ہڑتال' روز اعلان کرتے' لانگ مارچ کرو۔

سمجھ میں آ رہی ہے بات!

اب وہ کہتے:

''ہمارا کیا قصور ہے؟ نہ کبھی ہم نے کوئی عمل کیا ابھی تک اور تو نے ڈائریکٹ جہنم میں بھیج دیا۔''

تو اللہ نے کہا:

''میں اپنے اوپر ذمہ داری کیوں لوں؟''

وہ عادل حقیقی ہے نا! اس نے کہا:

''نہ میں کسی کو جنت میں پیدا کرتا ہوں نہ جہنم میں! میں تھرڈ ورلڈ بنائے دیتا ہوں' تیسری دنیا ...... سمجھے اور اس تیسری دنیا میں تم سب کو بھیج دوں گا' جاؤ اور وہاں اس دنیا میں دونوں ملکوں کے سفارت خانے کھول دوں گا' جنت کے بھی' جہنم کے بھی! جس کا ویزہ لے آؤ گے وہیں بھیج دوں گا۔''

سیدھی سادی سی بات ہے کہ بھیا! جنت کا ویزہ لاؤ گے تو جنت میں بھیج دوں گا' جہنم کا لاؤ گے جہنم میں بھیج دوں گا۔ اس نے کہا میں اپنے اوپر کیوں ذمہ داری لوں اس لئے تیسری دنیا بنا دی۔

گھبرا تو نہیں گئے!

اب میں صرف اتنی گزارش کرتا ہوں۔ مولوی صاحبان سے کہ جنت میں جانے کے لئے بنیادی چیز یہ ہے' سب سے پہلے ذرا یہ دیکھ لیں کہ جنت ملکیت کس کی

ہے؟

توجہ ہے یا نہیں ہے!

بھائی جنت میں جو جا رہے ہیں وہ یہ دیکھ تو لیں نا! کہ جنت کے کاغذات ملکیت کس کے نام ہیں؟ جنت کی رجسٹری ہے کس کے نام؟ بھائی! آپ یہاں فیصل آباد میں، ایک چھوٹا سا کمرہ بھی لیتے ہیں ایک مرلے کا! تو سب سے پہلے چاہے جتنے ہی پیارے دوست سے خریدیں، آپ اس سے پوچھتے ہیں:

''ذرا بھیا! کاغذات ملکیت دکھا دو۔''

کہتے نہیں ہیں! اب اگر دوست کہے:

''یار بڑے افسوس دی گل اے، بیلی ہو کے کاغذات پچھداں ہیں توں۔''

اس نے کہا:

''بھائی یاری دوستی اپنی جگہ پر، یہ تو چلے گی ورنہ میں ... ہوسکتا ہے تیری میری یاری دوستی ہو، میری اولاد کی نہ ہو، میری نسلوں کی نہ ہو۔ اب ان کے پاس کوئی تو ثبوت ہو، لہذا کاغذات ملکیت دکھا دو۔''

خدا کی قسم! مرلے کے پلاٹ میں تو کاغذات ملکیت دیکھتے ہیں، ایک چھوٹا سا کمرہ خریدیں تو کاغذات ملکیت دیکھتے ہیں اور جنت جیسی شے خریدتے وقت ملا حضرات کیوں اتنے اندھے ہو جاتے ہیں؟ کہ وہ کاغذات ملکیت دیکھتے ہی نہیں کہ جنت کے کاغذات ملکیت ہیں کس کے نام؟ اور اگر ہم گفتگو کریں تو اس وقت بحث شروع ہو جاتی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جنت میں جانے سے پہلے دیکھ لو، کاغذات

ملکیت کس کے نام ہیں؛ جنت کی رجسٹری کس کے نام ہے اور جو جنت کے مالک تھے جب ہم ان کے دروازے پر پہنچے۔

ہم نے کہا:

''اے آلِ محمدؑ! جنت کی ملکیت کے کاغذات کس کے نام ہیں؟

اے اہل بیتؑ جنت کی رجسٹری کس کے نام ہے؟''

انہوں نے کہا:

''ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ ہم نے کاغذات ملکیت ہر کلمہ پڑھنے والے کے گھر میں رکھوا دیئے ہیں۔ جاؤ دیکھ لو کس کے نام ہے جنت کی ملکیت! کاغذات ملکیت کا نام قرآن ہے؛ رجسٹری کا نام سورۂ دہر ہے۔ ہمارے سوا کسی کے نام نکل آئے؛ ہمارا نام تبدیل کر کے رکھ دو!''

اب جو وہاں گئے؛ ہم نے کاغذات ملکیت جو وہاں کھولا؛ تو رجسٹری میں یہ لکھا ہوا تھا:

و جزھم بما صبروا جنة و حریرا (سورۂ دہر؛ آیت ۱۲)

''اللہ نے جنت اور حریر جنت؛ صبر کی جزا میں؛ آلِ محمدؑ کے حوالے کر دیں۔''

صبر کی جزا میں..... اور مزے کی بات یہ ہے کہ جنت کی ملکیت ہم نے پڑھی تو چار کے نام نکلی:

''علیؑ؛ فاطمہؑ؛ حسنؑ اور حسینؑ!''

اور پیغمبرؐ نے ان چاروں کے لئے کہا کہ

الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنة. فاطمة

سیدۃ نساء اھل الجنۃ

علیؑ کے لئے کہا:

حب علی جواز اللجنۃ

ادھر پیغمبرؐ کا فرمان ادھر قرآن کی آیت! حدیث اور آیت دونوں کو ہم نے ملا دیا۔

میری بات پہ غور ہے یا نہیں ہے!

اور آیت میں کیا ارشاد ہوا:

وجزھم بما صبروا جنۃ و حریرا (سورۂ دہر' آیت ۱۲)

''اللہ نے جنت اور حریر جنت' صبر کی جزا میں' ان کے حوالے کر دی ہے۔''

معاف کیجئے گا! ایک ایک لفظ پر توجہ رہے۔ لفظ ہے:

وجزھم بما صبروا

اللہ نے جنت اور حریر جنت' ان کو صبر کی جزا میں دی ہے' عطا میں نہیں۔ غور کیجئے گا! عطا میں نہیں۔ دیکھئے! اور جزا میں فرق ہے کہ فرق ہے' یہ ہے کہ فقیر نے کہا' اللہ دے ناں تے کجھ دے دیو' بولو! چلنا ہے جنت کی طرف یا کہیں اور جانا ہے؟ آپ جیسا کہیں۔

میرے دوستو!

یاد رکھئے آپ اس بات کو کہ ایک فقیر نے مجھ سے کہا کہ

''اللہ دے ناں تے کجھ دے دیو۔''

میں نے اسے پانچ روپے دیئے' وہ اکڑ گیا۔ اس نے کہا:

''بابا! اتنا وڈا مولوی ہو کے پنج روپے!''

مجھے آیا غصہ...... میں نے ساتھی سے کہا:

"کھولے ادے کولوں واپس لے لے۔"

یہ واپس میں نے کیوں لے لئے؟ یہ میری عطا تھی۔ عطا اسے کہتے ہیں جو واپس بھی ہو سکتی ہے۔

میں نے ایک شخص سے کہا:

"یہ میرا پنکھا خراب ہو گیا ہے جو ابھی آواز دے رہا تھا' ذرا اسے ٹھیک کر دو۔"

مستری نے کہا:

"میں پچاس روپے لوں گا۔"

میں نے کہا:

"میں دوں گا۔"

اس نے ٹھیک کر دیا۔ اب اگر میں اس کے دو روپے بھی رکھنا چاہوں تو نہیں رکھ سکتا' کیوں؟ یہ عطا نہیں ہے جزا ہے۔ جزا اسے کہتے ہیں جو واپس نہیں ہو سکتی۔ عطا اسے کہتے ہیں جو واپس لی جا سکتی ہے۔

اللہ نے کہا ہے میں نے یہ جنت جزا میں دی ہے اہل بیتؑ کو! اب میں اللہ بھی ان سے واپس نہیں لے سکتا کہ جنت ان کی ملکیت ہے' کوثر پر ان کا تسلط اور قبضہ ہے' لوائے حمد ان کے ہاتھ میں ہے' طوبیٰ ان کے زیر رہی ہے' صراط پر ان کا تصرف ہے' جنت ان کی ملکیت ہے' کوثر ان کی جاگیر ہے۔ اس لئے کہ میں نے جزا میں دے دی ہے۔

توجہ ہے دوستو!

اچھا! ایک چیز کی طرف پھر ذرا غور فرمایئے۔ دیکھئے دوستو! فضائل جتنے ہیں

سب پنجتنی ہیں۔ درود میں محمدؐ و آلِ محمدؐ ہے یا نہیں؟ نماز میں محمدؐ و آلِ محمدؐ ہے یا نہیں ہے' اذان میں محمدؐ و آلِ محمدؐ ہے یا نہیں ہے۔ بولو! ہین نا! چادر تطہیر میں محمدؐ و آلِ محمدؐ' حدیث کساء میں محمدؐ و آلِ محمدؐ ..... ہر جگہ محمدؐ و آلِ محمدؐ اکٹھے ہیں۔ مگر جنت کے بہلانے میں صرف آلِ محمدؐ! یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' تو یہ ہر جگہ محمدؐ و آلِ محمدؐ' جنت کے بہلانے میں صرف آلِ محمدؐ .....

یہ میرا چیلنج ہے' کوئی سنی شیعہ عالم مجھے یہ بتا دے کہ جب روزے رکھے تھے علیؑ اور پیغمبر اکرمؐ نے کہا کہ حسنینؑ کی صحت یابی کے لئے روزے رکھو۔ تو سب نے روزے رکھے اور جب افطاری کا ٹائم آیا' کبھی کوئی یتیم آ گیا' کبھی کوئی مسکین آ گیا' کبھی کوئی اسیر آ گیا تو سب کو اٹھا کر دے دیا۔ جو کی روٹیاں دے دیں' صبر کیا تین دن تک! اللہ نے صبر کی جزا میں جنت دے دی ان کو!

میرا چیلنج ہے کہ کہیں مجھے دکھا دیں کہ پیغمبرؐ نے بھی روزے رکھے ہوں ان کے ساتھ اور جنت کے بہلانے میں افطاری کے وقت پیغمبرؐ کی روٹیاں بھی شریک ہوئی ہوں۔ مجھے کسی تفسیر میں دکھا دیں' کسی حدیث میں دکھا دیں آپ! نہیں پیغمبرؐ نے صرف اتنا کہا کہ منت مان لو' صرف کہا منت مان لو! منت ...... پیغمبرؐ چلے گئے۔ اب پیغمبرؐ کی روٹیاں کیوں نہ گئیں؟ پیغمبرؐ نے روزہ کیوں نہ رکھا؟ مجھے کیا پتہ ہائی کمان کی پالیسی ہے! (توجہ!) پیغمبرؐ نے وہی کرنا ہے جو ہائی کمان کا ارشاد ہو گا۔ اب ہائی کمان کی پالیسی ہے پیغمبرؐ نہ روزہ رکھیں تو میں کیا کروں؟ نہ جو کی روٹیاں دیں تو میں کیا کروں؟ لیکن جب میں نے غور کیا' تو آپ کو پتہ ہے' میں طالب علمانہ طریق سے سوچتا ہوں۔ تو مسئلہ ایک جگہ میری سمجھ میں آیا۔ میں آ رہا تھا فیصل آباد رستے میں پڑا ایک باغ' اس میں لگے ہوئے تھے آم!

میں نے پوچھا:

''بھیا! یہ باغ کس کا ہے؟ میرا دل کرتا ہے آم کھانے کو!''

انہوں نے کہا:

''جناب! یہ باغ تو بک گیا۔''

(توجہ!) یہ بیچ دیا گیا میں نے کہا:

''خریدار کون ہیں؟''

اس نے پانچ نام بتائے۔ ان پانچوں میں سے ایک سے تو میری یاری دوستی تھی، چار سے میری ان بن تھی، چار سے میری بنتی نہیں تھی، مخالفت ایک سے میری دوستی! اب میں نے دل میں یہ سوچا کہ یہ تو جتنے چار ہیں اگر انہوں نے مجھے باغ میں دیکھ لیا تو میری تو دوزخ بنا دیں گے، ان سے میری بنتی نہیں۔ لیکن اللہ نے آخر عقل دی ہے اور پھر مولوی بنایا ہے۔ میں نے سوچا کہ مولویت سے کام لوں، میں سوچ کر باغ میں گھس گیا۔

میں نے کہا، جب آ جائیں گے تو میں کہوں گا یہ جو پانچواں میرا دوست ہے نا! میں نے اس کے حصے سے لیا ہے یہ سب کچھ! میں نے آم بھی توڑے، جیب بھی بھر لی۔ اتنے میں وہ آ گئے چاروں!

انہوں نے کہا:

''جناب! جب آپ کی ہماری بنتی نہیں ہے تو آپ نے گھسنے کی کوشش کیسے کی؟ یہ آم کیوں توڑے؟''

میں نے کہا:

''جناب یہ میں نے آپ کے حصے سے نہیں لئے وہ جو پانچواں میرا دوست ہے نا! اس کے حصے سے میں نے لئے ہیں۔''

تو جب تک وہ پانچواں بھی میرا مخالف نہیں بنے گا، وہ چار میرا کچھ نہیں بگاڑ

سکتے۔ میں ان سے کہوں گا' جب میرا حساب کتاب کرنا تو اس پانچویں کے حصے سے کہ جو میرا دوست ہے' اتنا حصہ کاٹ لینا۔ تو وہ بیچارے چاروں چپ ہو گئے۔ یہاں سے مسئلہ میری سمجھ میں آیا کہ جنت کے بہلانے میں پیغمبرؐ کی روٹیاں شامل کیوں نہ ہوئیں؟ صرف اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن ملا یہ کہہ کر جنت میں گھسنے کی کوشش کریں کہ ان چار سے ان بن کے بعد بھی ہم محمد مصطفیٰؐ کے حصے سے جنت لے جا رہے ہیں۔

اللہ نے کہا:

''میرے حبیبؐ! نہ تیری روٹیاں شامل ہوں اور نہ کوئی تیری آڑ لے کر جنت میں داخل ہو۔ اب جس نے جنت میں جانا ہے جب تک ان چاروں اہل بیتؑ کو مانے گا نہیں' جنت میں جائے گا نہیں۔''

(توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!)

اور یاد رکھئے گا میرے محترم سامعین!

شاید دنیا یہ سمجھے کہ جنت' رہبر' جنت کے مالک' وہ سب ایسے ہی ہیں کہ جیسے ہم عمل کر کر کے جنت میں جا رہے ہیں۔ میں بیان کو سمیٹنے سے پہلے قرآن مجید کی ایک آیت سناتا ہوں اور جتنے یہاں سن رہے ہیں خود فیصلہ کر لیں۔ نہ میں سنیت کے چکر میں پڑتا ہوں' نہ میں شیعیت کے چکر میں پڑتا ہوں' نہ میں کسی دیوبندیت کے' نہ بریلویت کے ...... میں سیدھا سادا سید زادہ ہوں' سب میرے نانا کے کلمہ گو ہیں' اس لئے میں نہ کسی کو اشارہ کرتا ہوں' نہ تنقید کرتا ہوں کسی پر! قرآن کی آیت پڑھتا ہوں اور سارے مسلمان خود سوچ لیں کہ جنت میں کون جائے گا۔

ارشاد ہوا:

ایطمع کل امریء منھم ان یدخل جنة نعیم کلا انا خلقنا ھم مما یعلمون (سورۃ المعارج' آیت ۳۸'۳۹)

''کیا ہر شخص یہ لالچ رکھتا ہے کہ میری نعمت والی جنت میں چلا جائے گا۔''

جاگیں آپ تھوڑا سا کیا ہر شخص یہ سمجھتا ہے میری نعمت والی جنت میں چلا جائے گا اور فرمایا:

کلا

ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا' یہ نہیں کہتا شیعہ ہے نہیں جائے گا' سنی ہے نہیں جائے گا' نہیں! اس نے کہا نہیں جائے گا' کیوں:

انا خلقنا ھم مما یعلمون

''ہم نے ان کو پیدا اسی نجات سے کیا ہے جسے یہ خود جانتے ہیں۔''

خداوند عالم نے قرآن میں وضاحت کر دی کہ نجاستوں سے بننے والا میری پاک جنت میں جا ہی نہیں سکتا۔ اب اگر نجاستوں سے بننے والا اس کی پاک جنت میں جا ہی نہیں سکتا تو اب اگر کسی نے جنت کا رہبر' جنت کا ہادی' جنت کا وسیلہ کسی ایسے کو بنا لیا جو خود ہماری طرح نجاستوں سے پیدا ہوا ہو تو جو خود نہیں جائے گا وہ ہمیں کب لے کر جائے گا؟ وسیلہ ایسا تلاش کرو کہ جس کے نزدیک نجاست آ نہ سکے۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے...... میرے محترم سامعین!

کہئے تو میں آپ سب کی طرف سے اللہ کے آگے ہاتھ جوڑ دوں کہ ''پروردگار! میں فیصل آباد کے سامعین کی طرف سے ایک گزارش

لے کر آیا ہوں۔"

اللہ نے کہا:

"کیا بات ہے میرے بندے؟"

میں نے کہا:

"یا اللہ! تو نے نمازیں پڑھوائیں جنت کے وعدے پر' روزہ رکھوایا جنت کے وعدے پر' حج کروایا جنت کے وعدے پر' خمس و زکوٰۃ دلوایا جنت کے وعدے پر' سارے اعمال کروائے جنت کے وعدے پر! کیا ہمارا کوئی وفد گیا تھا تیرے پاس کہ ہمیں نجاستوں سے پیدا کر؟ کیا ہم نے کوئی اپیلی کیشن (Application) دی تھی تجھے کہ ہمیں اس طرح کر دے۔ پیدا خود کیا' خود کہا جنت میں نجاستوں سے بننے والا جا نہیں سکتا۔ تو ہمارا کیا قصور ہے؟"

وہاں سے جواب ملا:

"میرے بندے! میری بارگاہ میں گستاخیاں نہ کر! میں نے تجھے عقل کا میٹر دیا ہے' ذرا اس کو بھی کام میں لا! ارے میں نے دنیا میں فقط تجھے نجاست سے نہیں بنایا' میں نے اور بھی بہت نجس چیزیں بنائی ہیں اور کوئی ایسا نجس نہیں بنایا جس کا پاک کرنے والا نہ بنایا ہو۔ تو میرے ساتھ کیوں بحث کرتا ہے؟ ہر نجس کا پاک کرنے والا میں نے بنایا۔ جا مجھ سے بحث نہ کر' اپنا پاک کرنے والا تلاش کر!"

اور پوچھئے شیعہ سنی علماء سے کہ اگر نجاسات گیارہ ہیں تو پاک کرنے والے چودہ ہیں۔ جا اپنا پاک کرنے والا تلاش کر' جو تیری خلقت کو پاک کر کے جنت میں لے جائے۔ کپڑا نجس ہو جائے اس کا پاک کرنے والا پانی کو بنایا' جوتے کا تلہ نجس ہو

جائے اس کا پاک کرنے والا مٹی کو بنایا' دیوار نجس ہو جائے اس کا پاک کرنے والا سورج کی شعاعوں کو بنایا' لوہا نجس ہو جائے اس کا پاک کرنے والا آگ کو بنایا' آگ میں سرخ کر دو پاک ہو جائے گا۔ مال نجس ہو جائے اس کا پاک کرنے والا خمس و زکوٰۃ کو بنایا ہے۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

دیکھئے! ہر شے ایک طریقے سے پاک نہیں ہوتی۔ کسی کو مٹی پاک کرتی ہے' کسی کو پانی پاک کرتا ہے' کسی کو آگ پاک کرتی ہے' کسی کو دھوپ پاک کرتی ہے' کسی کو بارش پاک کرتی ہے' کسی کو انتقال پاک کرتا ہے' کسی کو استحالہ پاک کرتا ہے' خمس و زکوٰۃ مال کو پاک کرتے ہیں' اسلام ظاہر کو پاک کرتا ہے' ایمان باطن کو پاک کرتا ہے اور علیؑ کی ولایت حسب نسب کو پاک کرتی ہے۔ اپنا پاک کرنے والا تلاش کرو.....

اور حد یہ ہو گئی کہ شریعت مطہرہ نے' فقہ نے' جتنے مسلمانوں کی فقہ رائج ہے اس میں آپ پڑھ کر دیکھیں کہ کتا اور خنزیر ڈبل نجس' ڈبل نجس ... یہ ڈبل نجس اس لئے ہیں کہ اگر کتا اور سور کسی شے کو چاٹ جائے آپ لاکھ سمندر میں غوطے دیتے رہیں وہ پاک نہیں ہو گا۔ یہ ڈبل نجس ہیں تو ان کو پاک کرنے والے بھی ڈبل چاہئیں۔ آپ پانی سے صاف کریں گے کتے اور سور کے چاٹے ہوئے کو تو وہ پاک نہیں ہو گا' آپ مٹی سے فقط پاک کریں گے تو وہ پاک نہیں ہو گا۔ یہ ڈبل نجس ہیں تو پاک کرنے والے ڈبل چاہئیں۔ اب اس میں فقہاء کیا کہتے ہیں کہ جسے کتا اور سور چاٹ جائے' اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پاک مٹی سے ملو پھر پاک پانی سے صاف کرو۔

توجہ!

فقہ کا مسئلہ بیان ہو تو آپ کو گھبرانا نہیں چاہیے' شریعت کے بغیر نہ دنیا نہ

آخرت! تو یہ عام مسائل ہیں کم از کم یہ مسئلے تو ذہن میں رکھیں۔ دوستو! کتے اور سور کا چاٹا ہوا تب پاک ہوتا ہے' پہلے پاک مٹی سے ملیں' پھر پاک پانی سے صاف کریں' تب کتے اور سور کا چاٹا ہوا پاک ہو گا۔ یہ ڈبل نجس ہیں تو پاک کرنے والے بھی ڈبل چاہئیں۔ (مسئلہ آ گیا ذہن میں!)

اب پلٹ کر ایک فقرہ میں کہتا ہوں۔ جب کتے اور سور کا چاٹا ہوا دو چیزوں سے پاک ہوتا ہے' مٹی سے اور پانی سے! اب اسی طرح اگر کسی پڑھے لکھے میں یا جاہل میں' ان پڑھ میں یا مولانے میں' کتے اور سور کی صفات ہیں' کتے اور خنزیر کے اثرات ہوں' اسے فقط محمدؐ کا کلمہ پاک نہیں کرے گا۔ جب تک ابوترابؑ کی محبت کی مٹی سے صاف نہیں کرے گا نجس کا نجس رہ جائے گا۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے...... میرے محترم سامعین!

شاید دنیا یہ سمجھے کہ جنت کے رہبر ایسے ہی ہیں جیسے ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہیں میرے محترم سامعین! جنت کے رہبروں کو ہماری اور آپ کی طرح نہیں بنایا۔ جب جنت کا پہلا رہبر بنایا ہے آدمؑ کو' تو آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے بنایا اور ہمیں ماں باپ سے بنایا۔ یہ بناتے ہی کیوں جنت میں بھیج دیا کہ آدمؑ! جاؤ جنت کی سیر کرو کونسے عمل کیے تھے آدمؑ نے؟ یہ کس عمل کی جزا میں جنت دی؟ (توجہ!) بھائی کس عمل کی جزا میں جنت دی؟ کوئی عمل وغیرہ نہیں ہے' مگر جنت کا رہبر بنایا تھا۔

تو اللہ نے کہا! اے آدمؑ! پہلے جنت دیکھتا جا' دیکھ کر جا! اس لئے کہ جنت کا رہبر وہی ہو گا جو پہلے جنت دیکھ کر جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تم جنت کی تبلیغ کرو اور پوچھ لے کوئی۔ بابا تم نے خود بھی جنت دیکھی ہے یا نہیں؟ تو سر نہ کھجاتے رہنا۔ نہیں پہلے جنت دیکھ کر جا! مگر آدم ایک بات کا خیال رکھنا' جنت میں جا رہے ہو' سیاح بن کے جانا' جنت کے مالک نہ بن جانا:

ولا تقربا هذه الشجرة (سورۂ بقرہ آیت ۳۵)

''دیکھنا اس شجرہ کے نزدیک نہ جانا۔''

توجہ!

اس شجرہ کے نزدیک نہ جانا تم اور ہو، شجرے والے اور ہیں۔ تم سیاح ہو، یہ شجرہ والے جنت کے مالک ہیں۔ تم جنت کے مالک نہ بن جانا۔ اسی لئے جب زمین پر بھیجا تو کہا یہ جنت کا لباس یہیں اتار دو۔ اتارو جنت کا لباس، تم زمین پر رہ کر جنت کا لباس نہیں پہن سکتے۔ کیوں؟ تم جنت کے مالک نہیں ہو اور یہ شجرے والے جو جنت کے مالک ہیں یہ بیٹھیں گے مدینے میں لباس جائے گا جنت سے، عیسیٰؑ کو بنایا اس کو بھی ہماری اور آپ کی طرح نہ بنایا۔ عیسیٰؑ کی ماں وہ بنائی جو بتول تھی۔ بتول کسے کہتے ہیں؟ زندگی کے ایک لمحے کے لئے بھی جہاں نجاست قریب نہ جا سکے، اسے کہتے ہیں بتول!

اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تھا:

اول ما خلق الله نوری

''سب سے پہلے، سب سے پہلے اللہ نے میرا نور بنایا اور اس وقت بنایا جب کسی نجاست کا تصور بھی نہ تھا۔''

تصور بھی نہ تھا حرکت وسکون ابھی کسی ساکن و متحرک کی انتظار میں دم بخود تھے، جب میرا نور بنایا، عناصر ترکیب مزاجی کے منتظر تھے، ارواح امر کن کی محتاج تھیں، کائنات کا ذرہ ذرہ لباس عدم پہنے ہوئے نیستی سے ہمکنار تھا، صاحبان فلک بے اعتنائی کا شکار تھا، اس لئے آفتاب کی نورانی قلعی اس پر لگائی نہ گئی تھی، زمین کا زمردی فرش بے اعتنائی سے دوچار تھا، اسی لئے مخملی سبزہ اس پر نمودار نہ ہوا تھا، یہ پھل پھول اپنے مادر گیتی کی آغوش سے محروم تھے، نہ غنچے مسکرائے تھے، نہ کلیاں ہنسی تھیں، بلبل شاخ

گل کے انتظار میں نہ چہکا تھا' نرگس آنکھیں بند کیۓ کھڑی تھی' دیکھنے کے لئے مناظر قدرت نہ تھے' آفتاب کا سایہ نظام شمسی کی کرنیں بے حقیقت تھیں' ماہتاب کا حسن لاوجودی کے سبب داغدار تھا' نہ گل تھا نہ بوٹا تھا' سارا جہاں سونا تھا' نہ سورج تھا نہ چمک تھی' نہ چاند تھا نہ دمک تھی' نہ ستارے تھے نہ جھلک تھی' نہ ڈالیاں تھیں نہ لچک تھی' نہ بلبل تھا نہ چہک تھی' نہ کلی تھی نہ مہک تھی' نہ غنچے تھے نہ چٹک تھی' نہ کسی کے دل میں ولائے علیؑ کا ہار تھا نہ کھٹک تھی' بھائی ماسوا اللہ سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ساری کائنات میں ایسی ہی خاموشی تھی جیسے اس مجمعے پہ چھائی ہوئی ہے۔ ساری کائنات میں سناٹا' گلزار جہاں سجانے کے لئے' اس نے اول مخلوق کو بنانا شروع کیا۔ ایک تھا وہ خالق بنانے والا' ایک تھا وہ مخلوق نور محمدؐ بننے والا۔ ایک لامکان بنا رہا تھا ایک لامکان بن رہا تھا' ایک لازمان بنا رہا تھا ایک لازمان بن رہا تھا' ایک بے مثال بنا رہا تھا ایک بے مثال بن رہا تھا' ایک لاشریک بنا رہا تھا ایک لاشریک بن رہا تھا اور اتنا بے مثال بنایا نور محمدیؐ کو کہ اس کا سایہ بھی اڑا دیا تا کہ اس کا ادنیٰ سایہ اس کی مثل نہ ہو جائے۔ ارے اپنے محبوب محمدؐ کو اتنا بے مثل بنایا کہ اس کا سایہ اڑا دیا تا کہ اس کا اپنا سایہ اس جیسا نہ ہو جائے۔ یہ بتلانے کے لئے جس میرے محبوب کا اپنا سایہ اس جیسا نہیں ہو سکتا تو ہمسایہ کب اس جیسا ہو گا؟ مکھی کی مجال نہیں کہ قریب آئے' مچھر کی طاقت نہیں کہ جسم اقدس کو چھو سکے۔ سرکار دو عالمؐ کا سایہ ہی ختم کر دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ معرکتہ الآراء بحثیں ہوئی ہیں کہ اللہ نے سرکارؐ کا سایہ کیوں اڑا دیا؟ ہر ایک نے اپنی اپنی دلیلیں دی ہیں' لیکن جو سب سے پیاری دلیل میری نگاہوں میں آئی وہ حضرت عثمانؓ کی ہے۔

حضرت عثمانؓ کہ جن کا لقب ہے ذوالنورین! کیوں علماء بتاتے ہیں یا نہیں بتاتے؟ بتاتے ہیں نا! ذوالنورین لقب ہے۔ میں نے ہر مولوی سے پوچھا کہ

''ذوالنورین کیوں؟''

کہا کہ

''تمہیں پتہ نہیں ہے سرکارؐ کی دو بیٹیاں ان کے گھر تھیں۔''

ٹھیک ہے نا! تو میں نے ان سے کہا کہ

''بیٹی کو تو بنت کہتے ہیں۔ عربی میں بنت کہتے ہیں تو آپ ذوالبنتین کیوں نہیں کہتے ہیں دو بیٹیوں والا۔''

انہوں نے کہا:

''نہیں نہیں آپ کو پتہ نہیں ہے چونکہ نبیؐ کی بیٹیاں تھیں اس لئے نور کہتے ہیں۔''

میرے سنی شیعہ بھائیو!

مجھے ان مولویوں کی بات آج تک سمجھ میں نہیں آئی کہ بیٹیاں نور ہیں اور باپ بشر ہے۔ یہ کیسا معمہ ہے جو میری سمجھ میں نہیں آیا؟ اتنے جلیل القدر صحابی نے صحابہ کرام کی محفل میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دیکھو! اللہ نے سرکار دو عالمؐ کا سایہ اس لئے نہیں رکھا کہ اگر سورج ادھر ہے اور حضورؐ ادھر جا رہے ہیں تو سایہ چلتا آگے۔ (توجہ رہے!) سایہ آگے رہتا اور اللہ نے فرمایا:

لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ (سورۂ حجرات' آیت ۱)

''خبردار! اللہ اور اس کے رسول سے کوئی آگے رہنے کی کوشش نہ کرے۔''

ارے! حضرت عثمانؓ کا فرمان ہے کہ

'' اس لئے سایہ اللہ نے نہیں رکھا کہ ان کا اپنا سایہ حضورؐ کے آگے نہ چلے اور اگر سورج ادھر نکلا ہے اور سرکارؐ ادھر جا رہے ہیں

تو سایہ رہے گا پیچھے! پیچھے آ رہے ہیں ہم سب کلمہ پڑھنے والے!
کلمہ پڑھ کر ہم بہت کچھ ہیں' کلمہ پڑھنے سے پہلے کچھ نہیں تھے۔
کسی نے بت پوجے' کسی نے ڈاکے ڈالے' کوئی کسی بزم میں رہا'
کوئی کسی بزم میں رہا' سرکار دو عالمؐ کا صدقہ ہوا کہ ہم سے سب
کچھ چھوٹا۔ اب ہم سرکارؐ کے حاشیہ نشین اور صحابی کہلائے لیکن اگر
سایہ پیچھے رہتا تو ہم پیچھے چلتے' ہمارے قدم سرکارؐ کے سائے پر
پڑتے۔ اللہ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ ہمارے قدم حضورؐ کے سائے پر
پڑیں۔"

توجہ!

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں اس لئے اللہ نے سایہ اڑا دیا تاکہ نہ سایہ آگے چلے' نہ سایہ پیچھے رہے کہ ہمارے قدم سرکارؐ کے سائے پر نہ آ جائیں۔ میری لاکھوں تقریریں حضرت عثمانؓ کی اس تقریر پر قربان ہوں۔ مولویوں کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے کم از کم انہوں نے ملت مسلمہ کو اشارے سے سمجھا دیا کہ ہم میں اور آلؑ میں فرق سمجھو! ہم صحابی ہیں ہمارے قدم سرکارؐ کے سائے پر نہیں آ سکتے اور جو آلؑ ہیں' انہوں نے قدموں کو چھوڑ کر مہر نبوت پر سوار ہو کر بتایا! ہمیں پہچانو ہم کون ہیں۔

توجہ ہے صاحبان یا نہیں ہے!

یاد رکھئے' دوستانِ محترم! آلِ محمدؐ وہ ہیں کہ جو اللہ کے بھی پیارے ہیں' آلِ محمدؐ وہ ہیں جو اللہ کے رسولؐ کے بھی پیارے ہیں' جو صحابہ کرام کے بھی پیارے ہیں۔

میرے دوستانِ محترم!

خدا کی قسم! میرے کتنے سنی دوست یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ میرے بچپن

کے ساتھی بھی مجھے یہاں نظر آ رہے ہیں اور وہ اکثر کہتے ہیں' آپ کی مجالس میں صحابہ کرام کا ذکر نہیں ہوتا۔ اس سے زیادہ اور کیا تذکرہ ہو' میں نے پہلی روایت سنائی' وہ حضرت ابوبکرؓ کی تھی انہوں نے تصدیق کی' دوسری روایت سنائی وہ حضرت عثمانؓ کی تھی۔ اب تیسری روایت بھی اگر سننا چاہیں تو سن لیں۔ پڑھیے داتا صاحب کی کشف المحجوب پڑھیے اور اس میں حضرت عمرؓ اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینے کی گلیوں میں ان آنکھوں سے دیکھا کہ پیغمبرؐ سواری بنے ہوئے ہیں' حسینؑ کاندھے پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ پیغمبرؐ نے اپنی زلفیں اپنے نواسے کے ہاتھ میں دے رکھی ہیں۔ حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ جدھر وہ نواسہ موڑتا تھا پیغمبرؐ مڑتے چلے جاتے تھے' جہاں وہ روکتا تھا وہاں پیغمبرؐ رک جاتے تھے۔ ہم سارے صحابہ کرام سرکار دو عالمؐ کے پیچھے پیچھے یہ منظر دیکھتے جا رہے تھے۔ ہم خوش ہوتے جا رہے تھے کہ نواسے کے ہاتھ میں زلفیں اور پیغمبرؐ کہہ رہے تھے:

''بیٹا! یہ میری زلفیں نہیں ہیں میں تیری سواری ہوں' یہ سواری کی باگ ہے' جدھر چاہے موڑ دے' جدھر چاہے روک لے۔''

میں کہتا ہوں مہار اسی کو کہتے ہیں نا! یہ کس کی زلفیں مہار بنی ہیں؟ جو امام الانبیاءؐ ہے جو سردار انبیاءؐ ہے۔ جس کے لئے اللہ نے نبیوں کو حکم دیا ہے:

''ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیو! تم ادھر جانا جدھر میرا حبیب محمدؐ جائے۔ تم ادھر مڑنا جدھر میرا حبیب محمدؐ مڑے۔''

آدمؑ ادھر جائیں گے جدھر سرکارؐ' نوحؑ ادھر مڑیں گے جدھر سرکارؐ مڑیں گے' ابراہیمؑ ادھر مڑیں گے جدھر سرکارؐ مڑیں گے' موسیٰؑ' عیسیٰؑ ادھر مڑیں گے جدھر سرکارؐ مڑیں گے۔ اب بھی شخصیت حسینؑ سمجھ میں نہیں آئی۔ نبی ادھر مڑیں جدھر سرکارؐ مڑیں اور سرکارؐ ادھر مڑیں جدھر حسینؑ موڑے۔

اختتام پر ایک جملہ کہتا ہوں! سنی شیعہ ذہن میں بٹھا لو اور گھروں میں جا کر

سوچنا کہ حسینؑ کس شخصیت کا نام ہے۔ اللہ کی اتنی بڑی رسالتؐ کا رخ موڑ دینا یہ حسینؑ کے بچپن کا کھیل ہے اور جس کے بچپن کا کھیل یہ ہے اس کی جوانی کا عالم کیا ہو گا؟ اب یہیں سے رخ کو موڑ دیتا ہوں۔

خدا کی قسم! حسینؑ ابن علیؑ نے دنیا میں کارنامہ جو کیا ہے وہ اپنے ناناؐ اور اللہ کی منشاء پہ کیا ہے۔ جو اللہ چاہتا رہا وہی ناناؐ چاہتا رہا' جو ناناؐ چاہتا رہا وہی حسینؑ کرتا رہا۔ حسینؑ نے وہی کیا جو رسولؐ نے چاہا' حسینؑ نے وہی کیا جو اللہ نے چاہا۔ لیکن حسینؑ کو اللہ نے ایک بھائی دیا تھا

اب ایک فقرہ اور سن لیں۔ یہیں سے میں نے رخ موڑ دیا بیان کا! حسینؑ نے وہی کیا جو اللہ نے چاہا اور حسینؑ کے بھائی نے وہی کیا جو حسینؑ نے چاہا اور وہ بھائی جو حسینؑ کی چاہت پہ چلتا رہا اس کا نام ہے عباسؑ! عباسؑ خدا کی قسم! مظہر العجائب کا مظہر العجائب بیٹا' علیؑ کا علیؑ بیٹا' معجز نما باپ کا معجز نما بیٹا اور یہ بیٹا جس علیؑ نے کبھی کوئی شے اپنی ذات کے لئے طلب نہ کی تھی' خدا کی قسم! یہ بیٹا علیؑ نے خدا سے مانگ کے لیا تھا اور کب مانگا تھا' جب سرکارؐ مباہلے سے واپس آئے تھے۔ اللہ نے حسنؑ اور حسینؑ کو مباہلہ میں محمدؐ کا بیٹا بنا دیا اور علیؑ نے اور جناب سیدہؑ نے مصلّٰی بچھا دیا اور اللہ سے کہا:

''یا اللہ! تو نے دو بیٹے دیئے تھے حسنؑ اور حسینؑ' مباہلہ کے بعد وہ ہو گئے محمدؐ کے بیٹے!''

اب علیؑ نے کہا:

''یا اللہ! تو مجھے ایسے میرا بیٹا عطا کر جو میری وراثت کا وارث بنے۔''

جناب سیدہؑ نے بھی اپنا دوپٹہ پھیلا دیا:

''یااللہ! تو مجھے ایسی بیٹی عطا کر جو میری وراثت کی وارث بنے۔''

علیؑ نے کہا:

''یااللہ! میری شجاعت کا وارث مجھے دے۔''

سیدہؑ نے کہا:

''میری عبادت اور عصمت کی وارث مجھے دے۔''

اللہ نے دونوں کی دعا کو قبول کیا۔ علیؑ کو علیؑ جیسا بیٹا دیا' سیدہؑ کو سیدہؑ جیسی بیٹی عطا کی۔ وہ زہراؑ تھی تو وہ ثانی زہراؑ تھی اور علیؑ کو علیؑ بیٹا عطا کیا اور جس دن فاطمہ کلابیہؑ کے بطن طیبہ و طاہرہ سے یہ بیٹا پیدا ہوا ہے تو جناب فاطمہ کلابیہؑ نے کہا کہ

''یا علیؑ! اس نے ابھی تک آنکھ نہیں کھولی۔''

کہا:

''یہ نہیں کھولے گا' یہ میرا بیٹا ہے۔ میں نے آنکھ نہیں کھولی تھی جب تک پیغمبرؐ آئے نہیں تھے۔ یہ آنکھ نہیں کھولے گا جب تک نبیؐ کا فرزند نہیں آئے گا۔''

اور یہ کہہ کر کہا:

''حسینؑ ذرا قریب آؤ۔''

میرا شہزادہ حسینؑ جب قریب گیا۔ تو اب تاریخ کا جملہ عجیب و غریب ہے۔ اس نے پہلے آنکھ نہ کھولی بلکہ دونوں ہاتھ آگے کر دیئے۔ دنیا یہ سمجھی کہ شاید گود میں آنا چاہتا ہے' لیکن یہ معرفت عباسؑ تھی' بچپن سے ہی اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کے اشارہ کیا کہ مولاؑ آنکھیں بعد میں کھولوں گا' پہلے میرے ہاتھوں کا نذرانہ قبول کرو۔ اس کے بعد آنکھیں کھولیں اور جیسے ہی آنکھ کھولی' علیؑ نے ایک کان میں اذان دی' ایک کان میں اقامت کہی۔ جب اذان اور اقامت کہہ کر علیؑ الگ ہو گئے۔ تو اب کیا ہوا جناب

ثانی زہراؑ قریب گئی اور عباسؑ کے کان میں کچھ کہا۔

مولاؑ نے پوچھا:

''بیٹا! یہ تو نے عباسؑ کے کان میں کیا کہا ہے؟''

کہا:

''میں نے اماں کی وصیت!''

کہا:

''بیٹا وہ کیا؟''

''اماں مجھے کہہ گئی تھیں کہ جب فاطمہ کلابیہؑ کے بطن سے میرا بیٹا عباسؑ پیدا ہو اور علیؑ اذان اور اقامت کہہ چکیں تو کان میں جا کر کہنا اماں سلام کہتی ہے۔ ماں کا سلام پہنچایا ہے۔''

عباسؑ پروان چڑھنا شروع ہوا۔ خدا کی قسم! اب سائے کی طرح حسینؑ کے ساتھ ساتھ' کسی کو خط لکھیں تو کاتب عباسؑ' کسی سے مشورہ کرنا ہو تو مشیر عباسؑ' عورتوں کا نگران عباسؑ' بچوں کا بہلاوا عباسؑ' بھائیوں کا بھائی عباسؑ' مظہر العجائب کا مظہر العجائب بیٹا

میرے محترم سامعین!

کیا دل میں اس کے حسرتیں تھیں کہ میرے باباؑ نے مجھے مانگا ہے شجاعت کا وارث بنا کر اور دل میں کیا تمنائیں تھیں کہ اگر کبھی شجاعت کے مظاہرے کا موقعہ آیا تو میں زمین و آسمان کو تہہ و بالا کر کے رکھ دوں گا۔ ان جذبات اور حسینؑ کے ساتھ ساتھ وہ کربلا پہنچ گیا' کربلا پہنچ گیا۔

میرے محترم سامعین!

دو کو پہنچا۔ چار پانچ تاریخ تک وہ کہیں خیمے لگاتا رہا' کہیں بیبیوں کو ڈھارس

دیتا رہا' کہیں بچوں کا دل بہلاتا رہا۔ وقت گزرتا گیا اور جب آج کی تاریخ آئی سات آج سات محرم ہے نا!

میرے سامعین!

ذرا دل پر ایک جملہ لکھ لیں کہ آج سات محرم وہ انوکھی تاریخ ہے کہ کائنات نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا' مگر آج ایک منظر دیکھا کہ میزبانوں نے مہمانوں کا پانی بند کر دیا۔ میزبانوں نے مہمانوں کا پانی بند کر دیا۔ اب عباسؑ کے دل میں یہ حسرت تھی کہ میرا مرشد مجھے یہ حکم دے تو میں ابھی انہیں درس دوں کہ پانی کیسے بند کیا جاتا ہے۔ لیکن میں نے جیسا عرض کیا' عباسؑ نے وہی چاہا جو حسینؑ نے چاہا۔

حسینؑ نے کہا عباسؑ حوصلے میں رہنا' حوصلے میں رہنا' عباسؑ جوش میں نہ آنا۔ حتیٰ کہ نومحرم آ گئی' نومحرم کا دن جب آیا فوجیں بڑھنا شروع ہوئیں۔ رسالوں پہ رسالے آنے شروع ہوئے' فوجوں پہ فوجیں آنا شروع ہوئیں اور جب ہر طرف فوجوں کی آوازیں آنے لگیں تو یہ قریب جا کر دونوں ہاتھ جوڑ کے کہتا ہے:

''میرے مولاؑ' مولاؑ! یہ فوجیں آ رہی ہیں۔''

دل میں حسرت تھی کہ کہہ دیں گے عباسؑ جاؤ ان کو روک دو۔ بھائی اتنی ہی اجازت چاہئے' پھر میں جانوں میرا کام جانے۔ لیکن خدا کی قسم! جیسے ہی کہا:

''میرے مولاؑ میرے لئے کیا حکم ہے' کیا حکم ہے؟''

سرکارؑ اٹھے' سینے سے لگایا' سر پر ہاتھ رکھ کے کہتے ہیں:

''عباسؑ جاؤ! ان سے ایک رات کی مہلت مانگو۔''

بھائی یہ سننا تھا پاؤں پہ گر گئے۔ پاؤں پکڑ کر کہا:

''مولاؑ! مہلت اور میں مانگوں' مہلت اور میں.....''

کہا:

''عباسؑ ! میں امام وقت حکم دیتا ہوں جاؤ مہلت مانگو۔''

علیؑ کا علیؑ بیٹا' کمر پکڑ کے چلا' آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلا۔ گھوڑے کے قریب پہنچا۔مولاؑ نے حکم دیا:

''حبیبؓ' زہیرؓ جلدی جاؤ' میرے غازیؑ کو آج خود گھوڑے پر بٹھاؤ۔''

ادھر سے حبیبؓ چلے' ادھر سے زہیرؓ چلے۔ کہا:

''جب یہ فوج کے قریب جائے' تو ساتھ ساتھ رہنا۔''

حبیبؓ اور زہیرؓ ساتھ ساتھ گئے۔ عباسؑ کو آتا دیکھا تو فوجوں کے قدم رکے۔ اور اس کے بعد کہا:

''چچا حبیبؓ! مہلت والی بات میری زبان سے نہیں نکلتی' یہ مہلت آپ مانگ لیں۔''

حبیبؓ نے کہا:

''نہیں عباسؑ ! مولاؑ نے تمہیں حکم دیا۔''

کہا:

''اچھا! لیکن میرے ساتھ رہنا' لفظ مہلت میری زبان سے نکل نہیں سکتا۔''

قریب گئے' قریب جا کر بڑی مشکل سے دل پہ ہاتھ رکھ کر کانپتی ہوئی آواز سے کہا:

''میرے مولاؑ نے ایک رات کی ''

فوراً حبیبؓ نے جملہ مکمل کیا:

''مہلت مانگی ہے۔''

مہلت مانگی ہے ایک رات کی اور جب واپسی پر چلنے لگے تو حبیبؓ نے

زہیرؓ سے کہا:

''زہیرؓ! تجھے معلوم ہے جب اس نوجوان کی ماں سے علیؑ نے شادی کی تھی تو کیا کہا تھا؟''

''علیؑ نے کہا تھا! اس سے جو میرا بیٹا پیدا ہوگا وہ میری شجاعت کا وارث بنے گا۔''

بھائی یہ جملے عباس غازیؑ نے سن لئے۔ انگڑائی جو لی ہے تو عبا کے بند ٹوٹے، گھوڑے کی رکابیں ٹوٹ گئیں اور ایک دم کہتے ہیں:

''چچا حبیبؓ! چچا زہیرؓ! میرے باپ کا فرمان یاد دلا کر مجھے جوش میں نہ لاؤ، دیکھو! میں یہیں کھڑا ہوا ہوں وہ سامنے فوج ہے میں یہاں ہوں، جاؤ میرے شہنشاہؑ سے مجھے اجازت لا دو۔ اگر شام ہونے سے پہلے کوفہ کے دارالامارہ پر حسینؑ کا پرچم نہ لہرا دوں تو مجھے عباسؑ نہ کہنا۔ جاؤ!''

جیسے ہی آواز بلند ہوئی، مولا حسینؑ جلدی سے دوڑے اور دوڑ کے کہتے ہیں:

''عباسؑ! جوش میں نہ آؤ، عباسؑ غصے میں نہ آؤ، عباسؑ''

کہ اتنے میں اماں فضہؓ خیمے سے نکل پڑی اور کہنے لگی:

''عباسؑ! شہزادیؑ کہہ رہی ہے، عباسؑ سے کہو عباسؑ تجھے میرے حق کی قسم! تجھے میرے حق کی قسم عباسؑ تو واپس خیمے میں آ جا! جوش میں نہ آ عباسؑ!''

خدا کی قسم! کس طرح خیمے میں پہنچے، کس طرح چلے نہ میرے سینے میں دم ہے کہ بیان کروں، نہ لفظوں میں طاقت ہے۔ خدا کی قسم! حسینؑ کا وہ یوسف تھا عباسؑ کہ اگر کربلا میں سارے یوسفؑ جمع ہو جاتے اور اس یوسفؑ کی ایک ادا دیکھ

لیتے خدا کی قسم! اپنے ہاتھوں سے اپنی گردنیں کاٹ دیتے۔ جب اڑتالیس بچوں کے نرغے میں اڑتالیس پیاسے بچے' پیاسے بھی کیسے روایات سناؤں جن کی زبانیں تالو سے لگی ہوئی تھیں' بول سکتے نہیں تھے' کھڑے ہو جائیں تو بیٹھ نہیں سکتے تھے' بیٹھ جائیں تو کھڑے نہیں ہو سکتے تھے' چل نہیں سکتے تھے' کہنیوں کے بل چلتے ہوئے عباس غازیؑ کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اور عباسؑ کی یہ ادا اگر کوئی دیکھ لیتا یوسف اپنے ہاتھوں سے گردنیں کاٹ لیتے۔ جب گرم ریت کے ٹیلے پر دونوں گھٹنے جھکا کر پونے چار سال کی بچی سے کہہ رہا تھا:

''سکینہؑ! یہ مشک اپنے ہاتھوں سے میرے گلے میں ڈال دو۔ میں قیامت کے دن عباسؑ بن کے نہیں آنا چاہتا' میں تیرا ماشکی بن کے آنا چاہتا ہوں۔''

اور جیسے ہی بی بی سکینہؑ نے مشک گلے میں ڈالی' عباسؑ وہاں سے چلے۔ سکینہؑ کو گود میں لئے ہوئے۔ میرے مولا حسینؑ نے جو آتا دیکھا تو آگے بڑھ کر عباسؑ کو تو کچھ نہیں کہا مگر سکینہؑ سے کہا:

''سکینہؑ بیٹا! تو سفارشی بن کے آئی ہے؟ سکینہؑ تو سفارشی بن کے آئی ہے۔ سکینہؑ! میری بات سن! چچا کو بھیج کے بہت پچھتائے گی' سکینہؑ تجھے چچا بہت یاد آئے گا۔''

اور یہ کہہ کر عباسؑ سے کہا:

''عباسؑ! کیا کہنا چاہتے ہو؟''

تو عباسؑ نے سر جھکا کر ایک جملہ کہا:

''مولاؑ میں مرنا چاہتا ہوں۔''

مولاؑ نے کہا:

''عباسؑ ! تو تو میری فوج کا علم بردار ہے۔''

ٹھنڈی سانس لے کر کہا:

''مولاؑ ! وہ فوج کہاں ہے جس کا میں علم بردار ہوں۔ میرے سپاہی تو کوثر پہ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ مولاؑ' مولاؑ ! مجھے مرنے کی اجازت دے دیں۔''

مولاؑ نے کہا:

''عباسؑ ! جنگ نہیں کرنی۔''

یہ سننا تھا کہ عباسؑ نے اپنی تلوار نیام سے نکال کر گھٹنوں کے زور سے توڑ کے مولاؑ کے سامنے پھینک دی۔ کہا:

''مولاؑ ! تیرے حکم کی تعمیل کروں گا' یہ تلوار' نیام یہیں چھوڑے جاتا ہوں' ایسا نہ ہو کہ مجھے کہیں غصہ آ جائے۔ میں تیرے حکم کی تعمیل نہ کر سکوں۔''

یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ سکینہؑ کو حوالے کیا جناب فضہؓ کے' سکینہؑ نے سارے بچوں سے کہا:

''بچو! اب رونا نہیں میرے چچا نے کہا ہے جب تک میں نہ آؤں سکینہؑ تم بچوں کو رونے نہ دینا' میں پانی لے کر آ رہا ہوں۔ بچو! رونا نہیں۔''

اور یہ کہہ کر عباس غازیؑ جو گئے ہیں' بیس ہزار سے مقابلہ کرا' میمنہ کو میسرہ پر میسرہ کو میمنہ پر پھینکتا ہوا قلب لشکر سے گزرتا ہوا۔ اب جو علیؑ کا علیؑ بیٹا گزرا تو فضہؓ نے یہ منظر دیکھا۔ جلدی سے دوڑ کے خیمے میں گئی۔ آواز دیتی ہے:

''سیدانیو! جلدی آؤ' غیر سیدانیوں جلدی آؤ۔''

بی بی زینبؑ وام کلثومؑ نے پوچھا:

''اماں فضہؓ! کیا ہوا؟''

کہا:

''تم مجھ سے پوچھا کرتی تھیں! بابا خیبر میں کیسے لڑے تھے؟ بابا خندق میں کیسے لڑے تھے؟ شہزادیو! اگر بابا کی جنگ دیکھنی ہے تو بھائی کا جانا دیکھو۔''

خدا کی قسم! اس طرح فوجوں سے گزر کر فرات پر قبضہ کر کے پانی چلو میں لیا' غور سے دیکھو۔ جیسے ہی پانی پر نظر پڑی بچوں کے ہونٹ خشک نظر آئے۔ واہ رے وفادار! ایسا وفادار تاریخ میں آپ مجھے دکھا دیں۔ مشک سکینہؑ کو بھرا' دوش پہ رکھا' مشک بھرتے وقت ہاتھ بھیگے۔

میرے استاد مرحوم نے لکھا کہ جیسے ہی ہاتھ بھیگے' عباسؑ نے ٹھنڈی سانس لی۔ ٹھنڈی سانس لے کر دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور اللہ سے کہا:

''پروردگار! تجھے میرے اس سردار کی غربت کا واسطہ! پروردگار میں بچوں کے لئے پانی لینے آیا ہوں' پانی بھرتے وقت میرے ہاتھ گیلے ہوئے' ہاتھ ایسے عالم میں گیلے ہوئے ہیں کہ سکینہؑ کے ہونٹ خشک ہیں۔ سکینہؑ کے ہونٹ خشک رہیں' میرے ہاتھ بھیگ جائیں' یہ میری وفا کے دامن پر داغ لگ گیا۔ تجھے واسطہ ہے میرے سردار کی غربت کا کہ اب جو میرا اور میرے مرشد حسینؑ کا آمنا سامنا ہو' یہ بھیگے ہوئے ہاتھ میرے ساتھ نہ ہوں۔ مجھے وہ ہاتھ نہیں چاہئے کہ بچوں کے ہونٹ خشک رہیں' میرے ہاتھ بھیگ جائیں۔''

یہ کہہ کر وہاں سے علیؑ کا بیٹا روانہ ہو گیا۔ علم فوجوں میں نظر آ رہا تھا۔ ایک دم بیبیوںؑ نے دیکھا کہ وہ دائیں سے بائیں آیا' بائیں سے سامنے آیا' سامنے

سے جھکنے لگا اور جیسے ہی جھکنے لگا' شہزادی زینبؑ نے کہا:

''بھیا حسینؑ! دیکھئے وہ علم جھک گیا' وہ علم جھک گیا۔''

اور مولا حسینؑ فرماتے ہیں:

''زینبؑ! فقط علم نہیں جھکا' میری کمر بھی ٹوٹ گئی۔''

فقط علم نہیں جھکا میری کمر بھی ٹوٹ گئی......

اور دوستو!

میں نے تاریخ میں پڑھا کہ عباسؑ نے دونوں بازو کٹنے کے بعد بھی سکینہؑ کی مشک کو سنبھالا تو میں بڑا پریشان تھا کہ کیسے سنبھالا؟ میں نے پچھلے دنوں ایک کتاب میں پڑھا کہ کیسے سنبھالا؟ مشک پہلے دانت میں پکڑ لی' پھر مشک کو آگے زین پہ رکھ دیا' زین پہ رکھ کر اپنا سینہ مشک کے اوپر رکھا' مشک کو سینے سے دبا کر بے تحاشہ میدان سے آ رہا تھا۔ جتنے تیر آ رہے تھے جو مشک کی طرف تیر آیا' اپنی پسلیاں آگے کر دیں' ادھر آیا پسلیاں آگے کر دیں' جب ساری پسلیوں میں تیر لگ گئے تو ایک تیر پسلی سے نکل کر مشک میں لگا۔ عباسؑ کی آس ٹوٹ گئی' عباسؑ کی آس ٹوٹ گئی اور جیسے ہی مشک سکینہؑ سے پانی گرا' عباسؑ نے پلٹ کر خیمے کو دیکھا۔ فضہؓ گود میں جناب سکینہؑ کو اٹھائے ہوئے تھی۔ جناب سکینہؑ نے آخری دفعہ چچا کو دیکھا' چچا نے گرنے سے پہلے بھتیجی کو دیکھا' یہ دونوں کی آخری ملاقات تھی پھر دونوں کی ملاقات نہ ہو سکی۔ اس لئے کہ چچا نہر پر رہ گیا' بھتیجی شام چلی گئی۔ بچی شام چلی گئی' چچا نہر پہ رہ گیا۔ مولا حسینؑ جو پہنچے ہیں' کہا:

''عباسؑ! میں آ گیا۔''

عباسؑ نے کہا:

''مولاؑ! میری لاش خیمے میں نہ لے جائیں ایک گزارش' دوسری

گزارش یہ ہے زین العابدینؑ کو میرا سلام کہیں، کہیں تیری امامت کا اقرار کر کے دنیا سے جا رہا ہوں اور زین العابدینؑ سے میری ایک گزارش اور کر دیں کہ وہ ہر ایک کی قبر بنائے گا، ہر قبر پہ شہید کا نام لکھے گا، میری قبر پہ میرا نام نہ لکھے۔ میری قبر پر صرف اتنا لکھ دے ''اس ماشکی کی قبر جو پیاسا مر گیا''۔ یہ اس ماشکی کی قبر ہے جو پیاسا مر گیا اور زین العابدینؑ سے جا کر کہیں کہ جب شام سے واپس مدینے جائے، میری ماں کو میرا سلام کہے۔ میری ماں سے کہہ دے اماں! ہم نے تیری وصیت پر پورا عمل کر کے دکھا دیا۔''

دوستو تقریر میری ختم ہوئی، آیئے مل کر آج ام البنینؑ کو ایک پرسہ دیں۔ جب یہ قافلہ شام سے مدینے پہنچا تھا اور بشیر نے روضہ رسولؐ پر آواز دی:

''لوگو!

قتل الحسین بکربلا

حسینؑ کربلا میں مارا گیا۔''

بڑے حوصلے سے جب میں اشارہ کروں گا تب علم آئے گا۔ دوستو! اطمینان سے بیٹھیں جب میں کہوں گا تو علم برآمد ہوگا۔ ام البنینؑ کو ذرا پرسہ دے کر، پھر علم کی زیارت کریں آپ! ام البنینؑ ... جیسے ہی بشیر نے ندا دی:

''لوگو! بے جرم و خطا حسینؑ مارا گیا۔''

بشیر کہتا ہے:

''مجھے نہیں بھولتا مدینے کے مرکزی شہر میں ایک دروازے کا کھلنا، اس سے ایک بیمار بچی کا نکلنا، بیمار کا ٹھوکر کھا کے گرنا، اس کے

پیچھے ایک سفید بالوں والی بوڑھی خاتون کا آ کر گر جانا۔"

کہتا ہے:

"میں نے دیکھا' اس بوڑھی خاتون نے جس کے بال سفید تھے'
بچی کو پکڑے ہوئے میرے قریب آ کر پوچھا! بشیر کون مارا گیا؟
بشیر کون مارا گیا؟"

میں نے کہا:

"کربلا میں حسینؑ مارا گیا۔"

تو ایک دم وہ بوڑھی خاتون کہتی ہے:

"بشیر کوئی آیا بھی ہے؟"

میں نے کہا:

"ہاں شہر سے باہر خیمے لگے ہوئے ہیں۔"

تو اس خاتون نے کہا:

"بشیر! تو آگے چل میں ساتھ چلتی ہوں۔"

آگے آگے بشیر پیچھے پیچھے بوڑھی خاتون! جب خیمے کے سامنے پہنچا بشیر تو اس نے اشارہ کیا:

"بی بی وہ خیمہ ہے سیاہ رنگ کا' اس میں چلی جائیں۔"

بشیر پیچھے ہٹ گیا۔ ام البنینؑ بچی کو لئے ہوئے آگے بڑھی۔ دیکھا خیمے سے باہر ایک سفید سر کا بوڑھا کمر پکڑے ہوئے زمین پہ بیٹھا ہوا ہے تو ام البنینؑ نے کہا:

"یا شیخ! او بوڑھے راستے سے ہٹ جا' میں گزرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے اٹھنے کی کوشش کی' اٹھا نہ گیا۔ ام البنینؑ نے کہا:

"تو نہیں جانتا میں کون ہوں؟ میں علیؑ کی بیوہ ہوں۔ میں حکم

دیتی ہوں کہ راستے سے ہٹ جا!''

دیکھا وہ بوڑھا پھر نہ اٹھ سکا۔ جلال میں آ کر کہا:

''تو نہیں جانتا میں کون ہوں۔ میں عباس غازیؑ کی ماں ہوں' میں عباسؑ کی ماں ہوں۔ میں حکم دیتی ہوں کہ راستے سے ہٹ جا!''

عباسؑ کا نام آیا وہ بوڑھا کمر پکڑ کے اٹھا۔ کانپتے ہوئے ہاتھ ماتھے پر رکھ کے کہتا ہے:

''دادی! میرا سلام ہو' دادی میرا سلام!''

ایک دم پوچھا:

''ارے! تو کون ہے کہ..... دادی پہچان! میں ہوں زین العابدینؑ' دادی پہچان میں ہوں سید الساجدینؑ!''

اک دم ام البنینؑ نے کہا:

''بیٹا! یہ بائیس سال کی عمر میں بال سفید ہو گئے۔''

تو اچانک ایک بچہ آگے بڑھا' اس نے ام البنینؑ کا دامن کھینچا' کہا:

''کون ہے میرا دامن پکڑنے والا؟''

تو کہا:

''اماں! پہچان میں تیرے عباسؑ کا فضلؑ ہوں۔''

ایک دم ام البنینؑ نے کہا:

''ارے فضلؑ! تو آ گیا' سکینہؑ کیوں نہیں آئی؟ ارے سکینہؑ کہاں چلی گئی؟''

بیمار نے کہا:

''اماں! تیرے عباسؑ نے کمال کر دیا' کمال کر دیا۔''

میری مائیں بہنیں یہ فقرہ سن لیں۔ جیسے ہی کہا تیرے عباسؑ نے کمال کر دیا ...تو ام البنینؑ نے کہا:

''میں عباسؑ کا نام سننے نہیں آئی۔ بتا میرا حسینؑ کہاں ہے' بتا میرا حسینؑ کہاں ہے؟''

کہا:

''اماں بات سن' تیرے عباسؑ نے حد کر دی۔''

کہا:

''پہلے بتا میرا حسینؑ کہاں ہے؟''

کہا:

''اماں تیرے حسینؑ پر مصیبت کی انتہا گزر گئی' تیرے حسینؑ پر مصیبت کی حد گزر گئی۔''

تو ایک دم کہتی ہیں:

''وہ کیسے؟''

کہا:

''اماں! مصیبت کی انتہا یہ تھی کہ زینبؑ نے رکاب پکڑی' حسینؑ زین پہ بیٹھا۔''

زینبؑ نے رکاب پکڑی اور حسینؑ زین پر بیٹھا... ام البنینؑ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ نجف کی طرف منہ کیا اور کہا:

''یا علیؑ! تو اسی عباسؑ کو وفادار کہتا تھا' یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ زینب رکابیں پکڑتی رہی ...''

کربلا کو منہ کر کے کہا:

''عباسؑ! میں تجھے دودھ نہیں بخشوں گی۔''

بی بی زینبؑ ایک دم پاؤں پہ گر گئیں۔ کہا:

''اماں! میرے عباسؑ کے شکوے نہ کر۔''

کہا:

''اماں! میرا عباسؑ زندہ نہیں تھا۔''

ایک دم کہا:

''اچھا! ایک بات بتا! میرا حسینؑ عباسؑ سے خوش گیا تھا۔''

خوش گیا تھا... کہا:

''اماں بہت خوش!''

بہت خوش... کہا:

''کیسے؟''

کہا:

''اماں میں نے رستے میں قاتلوں کے منہ سے سنا، قسمیں قسمیں کھا کھا کر عمر سعد سے کہہ رہا تھا۔ عمر سعد نے پوچھا ایک بات بتا جب تیرا خنجر چل رہا تھا حسینؑ کیا کہہ رہے تھے؟ تیرا خنجر چل رہا تھا حسینؑ کیا کہہ رہے تھے؟ شمر نے کہا پالنے والے کی قسم! او سعد کے بیٹے! جب میں نے پہلی ضرب لگائی حسینؑ نے اللہ کو یاد کیا، دوسری ضرب لگائی ناناؐ کو یاد کیا، تیسری ضرب لگائی اس نے اماں کو یاد کیا۔ میں ضربیں لگاتا رہا، وہ ایک ایک کو یاد کرتا رہا۔ جب میں نے سر جدا کر دیا میں نے نجس ہاتھ پاکیزہ زلفوں میں

ڈالے اور میں نے حسینؑ کا سر اٹھایا تو حسینؑ کے زخمی لب ہلنے لگے۔ میں نے کان لگا کے سنا تو تین دفعہ آواز آئی عباسؑ، عباسؑ، عباسؑ!''

بھائی یہ سننا تھا کہ بی بی زینبؑ نے علم کا پٹکا نکالا اور کہا:

''دادی اماں! یہ عباسؑ کا علم تیرے حوالے۔''

ہائے حسینؑ، ہائے حسینؑ...!!

مجلس ہفتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یآیھا الذین امنوأ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (صلواۃ)

ارشادالٰہی ہورہا ہے:

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو' اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔''

اللہ کی اطاعت' اللہ کے رسولؐ کی اطاعت..... رسول کا لفظی ترجمہ ہوتا ہے بھیجا ہوا۔ جسے اللہ نے خلق کے لئے اور خلق کی ہدایت کے لئے اور جنت کا راستہ دکھانے کے لئے بھیجا ہو' اسے کہتے ہیں رسول! یہ لفظ نکلا ہے ارسال سے۔ جس کے معنی ہوتے ہیں بھیج دینا۔

دوستانِ محترم!

چنانچہ پیغمبرؐ کے ارسال کا تذکرہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ہے' جیسے

ارشاد ہوا:

وما ارسلنک الا رحمة للعالمین (سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۷)

"میرے حبیبؐ! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر عالمین کے لئے رحمت قرار دیتے ہوئے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے:

یاآیھا النبی انا ارسلنک شاھدا (سورۂ احزاب، آیت ۴۵)

"اے پیغمبرؐ! ہم نے آپ کو بھیجا۔"

یہاں پھر لفظ ارسال آیا:

انا ارسلنک شاھدا (سورۂ فتح، آیت ۸)

"ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے۔"

کس کا گواہ بنا کر بھیجا ہے، اس خالق کا جو لفظوں میں آتا نہیں، فکر میں سماتا نہیں، الفاظ اس کا احاطہ کر سکتے نہیں، تخیل وہاں تک پہنچتا نہیں۔ زمانی وہ نہیں ہے، مکانی وہ نہیں ہے، قابل تحلیل وہ نہیں ہے، لائق اشارہ وہ نہیں ہے، قابل تجزیہ وہ نہیں ہے، حلول اس کا ممکن نہیں ہے، تو کیسے پتہ چلے کہ وہ کون ہے؟ کیسے پتہ چلے کہ وہ کیا ہے؟

تو اللہ نے کہا:

"میں نہ ذہن میں آؤں گا، نہ نظر میں آؤں گا، نہ فکر میں سماؤں گا۔ میرے حبیبؐ تو جا کر گواہی دے میرے وجود کی کہ میرا وجود ہے۔ میں نے آپؐ کو اپنا گواہ بنا کر بھیجا ہے۔"

پھر ایک جگہ ارشاد ہو رہا ہے:

قد جاء کم برھان من ربکم (سورۂ النساء، آیت ۱۷۴)

"دیکھو! یہ تمہاری طرف فقط میرا حبیب محمدؐ نہیں آیا بلکہ تمہارے

رب کی دلیل لایا ہے۔"

توجہ فرما رہے ہیں میری بات پر!

ارشاد یہ ہو رہا ہے کہ فقط یہ میرا رسولؐ نہیں آ رہا' میرا حبیب محمدؐ نہیں آ رہا:

برهان من ربكم (سورۃ النساء' آیت ۱۷۴)

"یہ تمہارے رب کا برہان ہے۔"

برہان کہتے ہیں دلیل کو! یعنی میرا رسولؐ تمہارے رب کی دلیل بن کے آیا ہے۔ پھر ذہن میں بٹھا لیں! خدا کہنا یہ چاہتا ہے کہ میں ہوں دعویٰ اور میرے وجود کی دلیل ہے محمدؐ! میں دعویٰ میرا حبیبؐ میری دلیل ہے۔

میرے سنی شیعہ بھائیو!

یہاں ایک بات میں یہ عرض کروں۔ ذرا فلسفہ قانون پڑھیں آپ! تو فلسفہ قانون ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ دعویٰ اگر زندہ رہتا ہے تو دلیل پر! دیکھئے اگر دلیل مر جائے تو دعویٰ بھی مردہ ہو جاتا ہے۔ اب اگر کسی نے محمد مصطفیٰؐ کو مردہ قرار دیا تو خدا کو بھی مردہ سمجھنا پڑے گا۔ (ذرا مل کے باآواز بلند صلواۃ پڑھ لیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر!)

توجہ فرما رہے ہیں صاحبان!

برهان من ربكم (سورۃ النساء' آیت ۱۷۴)

"یہ تمہارے رب کی دلیل بن کے آیا ہے۔ میرا حبیب محمد مصطفیٰؐ!"

تو کہیں کہا' دلیل بن کے آیا' کہیں فرمایا میں نے اس کا ارسال کیا اور اس کو میں نے گواہ بنا کر بھیجا۔

دوستانِ محترم!

گواہ کے لئے جو لفظ استعمال کیا اللہ نے، وہ ہے:

شاھداً

''شاہد!''

ذرا غور سے سنئے گا!

ذرا سی اگر علمی بحث آ جائے تو آپ گھبرائیں گے تو نہیں! کوشش تو میری ہوتی ہے کہ علم کلام کے مسئلہ کو جتنا آسان ہو سکے، آسان کرنے کی کوشش کرتا رہوں۔ لیکن بہرحال میرا علم محدود ہے۔ ہو سکتا ہے میں تمام حضرات کو نہ سمجھا سکوں، لیکن جو صاحبانِ فکر ہیں وہ غور کریں۔

ارشاد ہو رہا ہے کہ

''میرے حبیبؐ! میں نے آپ کا ارسال کیا اور میں نے آپؐ کا
ارسال بطور گواہ کیا، میرے وجود کا گواہ بن کے گیا۔''

دوستو! شاہد کہتے ہیں گواہ کو، عربی زبان میں! اور شاہد اس گواہ کو کہتے ہیں کہ جو آثار، علامات اور قرائن سے گواہی دے۔ آثار دیکھے، علامتیں دیکھے اور پھر گواہی دے۔ عربی زبان میں گواہ کے لئے دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ایک ہے شاہد اور ایک ہے شہید!

غور کیجئے گا!

شاہد کے معنی بھی گواہ ہیں، شہید کے معنی بھی گواہ ہیں۔ مگر ایک زبان کے دو الفاظ مکمل طور پر ہم معنی نہیں ہوتے۔ ان کے معنی میں فرق ہوتا ہے تو الفاظ الگ الگ

آ جاتے ہیں۔ تو شاہد کے معنی بھی گواہ اور شہید کے معنی بھی گواہ! مگر باریک فرق یہ ہے کہ جو آثار علامات سے گواہی دے' اسے کہتے ہیں شاہد! اور جو آنکھوں سے دیکھ کے گواہی دے اسے کہتے ہیں شہید!

تو اگر آپ مجھ سے پوچھیں:

''نسیم صاحب! سورج نکلا ہوا ہے یا نہیں؟''

میں کہوں:

''نکلا ہوا ہے۔''

آپ کہیں:

''جناب آپ نے دیکھا تو ہے نہیں' گواہی کیسے دے دی؟''

میں نے کہا:

''جناب! میں نے سورج کو تو نہیں دیکھا' لیکن میں دھوپ کو دیکھ رہا ہوں۔''

یہ جو دھوپ ہے یہ علامت ہے اس بات کی کہ سورج موجود ہے۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

تو ایسے گواہ کو عربی میں کہتے ہیں شاھدا اور یہ بھی ذہن عالی میں رہے کہ قرآن مجید نے مسلسل اس امر کو پیش کیا کہ جیسا مدعی ہوتا ہے ویسا ہی گواہ لایا جاتا ہے۔ جیسا مدعی ویسے ہی گواہ! اب میں ساری گواہیاں تو پیش نہیں کر سکتا۔ مصر میں شہنشاہِ مصر کے محل میں ایک نبیؑ کی عصمت خطرے میں پڑ گئی۔ نبیؑ بھی کیسا...... حسن کا پیکر' نبیؑ بھی کیسا کہ جس کے لئے مصر کی کافرہ عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ اس لئے کہ زلیخا کے پیچھے پڑ گئیں کہ ہمیں بھی دکھاؤ یوسفؑ کی جھلک' اعتراض کرتی تھیں۔

ملکہ مصر اگر چاہتی تو سب کو کوڑے مار اور ڈنڈے لگا کر خاموش کرا دیتی۔ مگر اس نے کہا کہ اس طرح اگر میں نے چپ کرایا تو دل میں پیدا ہونے والا اعتراض تو ختم نہیں ہوگا' لہٰذا اس نے کہا اچھا پھر اس طرح کرو تم آ جاؤ میرے محل میں' میں تمہیں یوسفؑ کی جھلک دکھلا دیتی ہوں۔ ساری کافرہ عورتیں بیٹھ گئیں۔ یہ قرآن کا قصہ ہے' نہ میری بنائی ہوئی کہانی ہے نہ کسی اور کی..... اب وہ بیٹھ گئیں ساری کی ساری! تو زلیخا نے کہا اس طرح کرو ایک ہاتھ میں لو چھری! ایک ہاتھ میں چھری پکڑائی ایک ہاتھ میں کھٹا پھل دیا لیموں کا پھل تھا۔ یہ لیموں کیوں دیا؟ تا کہ اعتراض کا نشہ اس کی کھٹائی سے اترے اور کہا کہ جیسے ہی یوسفؑ سامنے آئے تو تم نے چھری سے اس پھل کو کاٹنا ہے۔ آج تمہیں سچی محبت پر اعتراض کرنے کا پھل ملے گا۔ اب سامنے ہے کمرہ اس میں ہے یوسفؑ! پڑی ہوئی ہے چلمن' ادھر کھڑی ہے زلیخا! زلیخا نے کہا ہوشیار! عورتوں نے چھری اور پھل اٹھایا۔ اس نے کہا! اب میں حکم دے رہی ہوں تیار ہو جاؤ۔ ادھر اس کے ہاتھ میں تھا فرداز' سامنے کھڑی تھی کنیز! زلیخا نے رومال ہلایا' کنیز نے پردہ اٹھایا۔ یوسفؑ باہر نکل آیا' حسن کی بجلی چمکی' چھریاں چل گئیں۔

میں قرآن سے پوچھتا ہوں کہ

''ان کافرہ عورتوں کی زبان سے جملہ کیا نکلا؟''

تو قرآن نے آواز دی:

''بے ساختہ پکار اٹھیں

حاش للہ حاش للہ

توبہ توبہ!

ما ھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم (سورۂ یوسف' آیت ۳۱)

توبہ توبہ! یہ کوئی بشر نہیں ہے یہ بشر نہیں ہے یہ تو کوئی کریم فرشتہ

ہے۔"

میں کہتا ہوں مصر کی کافرہ عورتیں آج کل کے تنگ نظر لوگوں سے زیادہ معرفت رکھتی تھیں کہ نبی کو بشر نہ کہہ سکیں۔ اب قرآن مجید نے کہا کہ زلیخا کی کوشش کہ جال میں پھنسا لے اللہ کے اس پیغمبرؑ کو! تو اس نے پہلے مادی جذبات کو بھڑکانا چاہا، مگر نبوت کی عصمت کبھی مادی جال میں پھنستی نہیں۔

یوسفؑ سے کہا:

"یوسفؑ! تیرا قد کتنا خوبصورت ہے۔"

کہا:

"ملکہ مصر! یہ منوں مٹی تلے دب کے مٹی ہو جائے گا۔"

کہا:

"تیرے رخسار کتنے گلابی ہیں۔"

کہا:

"موت کا جھونکا آئے گا گلاب کی کلیاں بکھر جائیں گی۔"

کہا:

"تیری آواز میں کتنی جاذبیت ہے۔"

کہا:

"اس کا کوئی سننے والا بھی نہیں رہے گا۔"

جب ہر طرح سے مایوس ہوئی تو اس نے دامن یوسفؑ تک ہاتھ بڑھا دیا۔ اب جو تعاقب کیا اچانک سامنے سے عزیز مصر آ گیا۔ عزیز مصر کو دیکھا آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ تو فوراً پکار اٹھی، عزیز مصر کو دیکھ کر:

ماجزاء من اراد باهلك سوء ا

"کیا خیال ہے تیرا اس شخص کے بارے میں جو تیرے اہل کے لئے برائی کا ارادہ کرتا ہے؟"

اب قرآن مجید نے کہا' قبل اس کے کہ عزیز مصر یوسفؑ پر کوئی حکم جاری کرتا یا جزاء اور سزاء کا آرڈر دیتا' ساتھ ہی گہوارہ پڑا تھا اس میں ایک بچہ تھا:

فشهد شاهد

وہ بچہ گواہ صفائی بن کے پکار اٹھا اور کہنے لگا:

"عزیز مصر! یوسفؑ کو کچھ کہنے سے پہلے میری بات سن لے۔ کون گنہگار ہے اتنا کر' چاک دامانی کو دیکھ لے' داغ دامانی کا پتہ کر لے۔ اگر دامن یوسفؑ آگے سے چاک ہے تو یہ گنہگار ہے' یہ تعاقب کر رہا تھا وہ دامن چھڑا رہی تھی اور اگر پیچھے سے چاک ہے تو پھر یہ معصوم اور بے گناہ ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ تعاقب کر رہی تھی' یہ دامن چھڑا رہا تھا۔"

میرے محترم سامعین!

جب اس گواہ نے نبیؑ کی عصمت کو ثابت کر دیا کہ یہ معصوم ہے اور بے گناہ ہے اور بے خطا ہے۔ تو اب شیعہ سنی مفسرین نے لکھا کہ آگے چل کر جناب یوسفؑ کو یہ فکر ہوئی کہ میرے بعد میرا وزیر' میرا وصی اور میرا جانشین کون ہو گا؟ اللہ نے آواز دے کر کہا' یوسفؑ ادھر ادھر جانے کی ضرورت نہیں ہے وہ گواہ کہ جس نے بچپن میں تیری عصمت کی گواہی دی تو قرآن مجید نے ایک گواہ پیش کیا۔ دوسرا گواہ پھر قرآن نے پیش کیا۔ اب ایک معصومہؑ کی عصمت خطرے میں تھی۔ کن کے ہاتھوں؟ یہودیوں کے ہاتھوں' دنیا کی بدترین قوم کے ہاتھوں' بدترین قوم کے بدترین افراد کے ہاتھوں! بی بی بتول بی بی معصومہؑ گود میں معصوم بچہ بدترین قوم نے دامن کو داغدار

کرنے کے لئے کہنا شروع کیا:

ما کان ابوک امرا سوء و ما کانت امک بغیا

''مریمؑ! نہ تیری ماں ایسی تھی' نہ تیرا باپ اس امر کا مالک تھا' تو یہ
بچہ کہاں سے لے کر آ گئی؟ جبکہ تجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں
ہے' یہ تو خود کہتی رہی ہے اور نہ تیری شادی ہوئی نہ بیاہ! یہ بچہ
کہاں سے لے کر آ گئی؟''

مریمؑ خاموش:

فا شارت الیہ

بچہ کی طرف اشارہ کر دیا..... کہنے لگے:

کیف نکلم من کان فی المھد صبیا

''اب بھی ہمارے ساتھ مذاق کرنے سے باز نہیں آتی۔ جو گود
میں ہے ہم اس سے کیسے بات کر سکتے ہیں؟''

بھائی! یہ کہنا تھا! یہ عیسیٰؑ گواہ صفائی بن کے بول پڑا:

''میری ماں پر تہمت لگانے والو! خاموش

انی عبداللہ اتنی الکتب و جعلنی نبیا (سورۂ مریمؑ آیت ۳۰)

اللہ کا بندہ ہوں' کتاب لایا ہوں' نبی بن کے آیا ہوں۔''

میرے سنی شیعہ دوستو!

قابل غور بات یہ ہے کہ جیسے ہی عیسیٰؑ نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں' کتاب لایا ہوں' نبی بن کے آیا ہوں.... خدا کی قسم! سب یہودی چپ ہو گئے' خاموش ہو گئے۔ مجھے کسی کتاب میں نہیں دکھا سکتے' آپ! بائبل سے لے کر قرآن مجید تک' تورات سے لے کر انجیل تک! ساری آسمانی کتابیں آپ پڑھ لیں اور سب کی تفسیریں کہ اس

کے بعد پھر یہودیوں نے کوئی اعتراض کیا ہو۔ چپ کر کے چلے گئے۔

میں آپ سب کی طرف سے پوچھ سکتا ہوں' یہودیو! تم بڑے چالاک بنتے تھے' دنیا کی چالاک ترین قوم ہو' مگر یہاں بے وقوف بن گئے۔ تم نے اعتراض کیا ہے اس بچہ کی ماں پر! (توجہ) تم نے اعتراض کیا ہے مریمؑ کے کریکٹر (Character) پر! تو اس گواہ نے ماں کی تو صفائی نہیں دی۔

توجہ رہے!

بھائی اس بچہ نے ماں کی تو صفائی نہیں دی۔ اس کو کہنا چاہئے تھا کہ میری ماں معصومہ ہے' میری ماں کے دامن پہ داغ نہیں ہے' میری ماں بے عیب ہے۔ مگر اس نے اپنی ماں کی صفائی نہیں دی' اپنی تعریف شروع کر دی' اللہ کا بندہ ہوں' کتاب لایا ہوں' نبی بن کے آیا ہوں اور تم چپ کر کے جا رہے ہو۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ انہوں نے کہا دیکھو مسلمانو! ہم تمہاری نگاہوں میں یہودی سہی' ہم تمہاری نگاہ میں کافر سہی مگر کافر ہو کر اتنی عقل ہم بھی رکھتے ہیں کہ یہ بچہ کہہ رہا ہے میں نبی بن کے آیا ہوں اور ہم اتنا یقین رکھتے ہیں کہ جو نبی بن کے آئے' نبی کے ماں باپ گنہگار نہیں ہو سکتے۔

توجہ ہے دوستو!

اب میں نہ منطق کی بحث میں پڑتا ہوں' نہ آپ کو لے جانا چاہتا ہوں' سیدھا سادہ سا نتیجہ نکلتا ہے کہ جو بھی کسی معصوم یا معصومہ کی بچپن میں گواہی دیتا ہے' آگے چل کر یا نبی ہوتا ہے یا نبی کا وصی ہوتا ہے۔ اب اللہ نے بھیج دیا اپنا محبوب اس کے لئے کہا:

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

''میرے حبیبؐ! ہم نے آپؐ کو عالمین کے لئے رحمت قرار

دے کر بھیجا۔"

اور پیغمبر اکرمؐ نے جیسے ہی اعلان رسالت کیا کہ

لوگو!

انی رسول الله الیکم

اور پیغمبرؐ نے کیسے پرہول ماحول میں اعلان کیا۔ ایک طرف تمام کفار عرب تھے' ایک طرف اللہ کا رسولؐ تھا' ایک طرف تمام جمہور تھا اور ایک طرف اللہ کا نور تھا۔ تنہائی تھی اور بے کسی تھی۔ ایک طرف عوام تھے' ایک طرف اس کا بھیجا ہوا امام تھا اور فرما رہے تھے کہ میں اللہ کا رسولؐ بن کے آیا ہوں اور سب پر ایک دفعہ سناٹا چھایا۔ جیسے ہی کہا میں رسولؐ بن کے آیا ہوں۔ سناٹے کو جو توڑا ہے تو ایک آواز سے توڑا:

و یقول الذین کفروا لست مرسلا

کافر پکار اٹھے آپؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں' ہم آپؐ کو رسول نہیں مانتے۔ اب ایک سچے انسان کے لئے اس سے بڑھ کر کیا دردناک دکھ ہو گا کہ ساری زندگی جسے صادق اور امین کہا' جب اس نے کہا میں رسول ہوں تو وہی کہہ رہے ہیں آپؐ رسول نہیں ہیں۔ تو اللہ نے اپنے حبیبؐ کو فوراً ارشاد فرمایا:

"میرے حبیبؐ! اگر یہ تجھے نہیں مانتے رسول تو گھبرانے کی بات نہیں ہے

قل کفی باللہ شھیدا بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب

"ان سے کہہ دو! میری رسالت کے دو گواہ کافی ہیں' ایک اللہ اور دوسرا وہ کہ جس کے پاس الکتاب کا سارا علم صرف کتاب کا نہیں "

الکتاب ... الکتاب! یہ "ا- ل" وہی فائدہ دیتا ہے کہ جو انگلش میں لفظ

''دی'' (The) دیا کرتا ہے۔ ''بک'' عام کتاب' ''دا بک'' (The Book) خاص کتاب   کتاب عام کتاب! الکتاب خاص کتاب ... لفظ کتاب سے گھبرا تو نہیں گئے!

اس لئے کہ ہمارے ہاں جو سب سے بڑی ایک قباحت پیدا ہوگئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سماعت پہ زور دیتے ہیں مگر کتاب کے پڑھنے پہ زور نہیں دیتے۔ یہ ہمارے نوجوانوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ کتابیں دیکھیں' کتابیں پڑھیں' کتابوں کا مطالعہ کریں اور الحمدللہ ایک زمانہ ایسا تھا' نہ پریس تھے' نہ چھاپے تھے اور نہ لکھنے کا کوئی سامان تھا اور آج تو خدا کے فضل سے جگہ جگہ کتابیں ہیں' جگہ جگہ سٹال لگے ہوئے ہیں۔ میں یہاں سے آتا ہوں اور دیکھتا ہوں' باقاعدہ کتابوں کے سٹال ہیں اور مجھے بڑی خوشی ہوئی وہاں یہ دیکھ کر کہ مہنگی ترین کتابوں کو سستے ترین داموں میں یہاں پر بیچا جا رہا ہے اور یہ ہمارا فریضہ بنتا ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ وہ خریدیں' اپنے بچوں کو دیں اور ان میں مطالعہ کا ذوق اور شوق پیدا کریں۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عام کتابیں جتنی بھی ہیں وہ صرف کتاب ہے اور الکتاب کا جب لفظ آتا ہے تو اس سے مراد وہ خاص کتاب ہے کہ جس کے اندر کائنات کی ساری کتابیں بند ہیں۔ توریت بھی اسی میں' زبور بھی اسی میں' انجیل بھی اسی میں' صحف اولیٰ بھی اسی میں' صحف ابراہیم اور موسیٰ بھی اسی میں! اب اللہ کہہ رہا ہے کہ دو گواہ کافی ہیں' ایک میں خدا اور ایک وہ کہ جس کے پاس الکتاب کا سارا علم ہے اور گواہی کے لئے اللہ نے لفظ استعمال کیا ہے:

و کفی باللہ شھیدا (سورۃ النساء آیت ۷۹)

شہید   میری تمہید یاد ہے' شہید کس گواہ کو کہتے ہیں' جو آنکھوں سے دیکھے اور گواہی دے' جس کو عدالت میں چشم دید گواہ کہتے ہیں اور ساری سنی شیعہ کتابوں میں ملے گا کہ اللہ نے جناب آدم کی خلقت سے بعض روایتوں میں ہے چودہ ہزار سال پہلے' بعض میں ہے دو لاکھ سال پہلے' بعض میں ہے چودہ لاکھ سال پہلے! نور محمدیؐ کو پیدا کر کے نبوت اور رسالت دے دی تھی۔

توجہ ہے!

یعنی آدم کا پتلا چودہ لاکھ سال بنا اور سرکار دو عالمؐ کو نبوت اور رسالت چودہ لاکھ سال پہلے دے چکا تھا۔ اب میں صاحبان فکر کی توجہ کے لئے ایک بات عرض کرتا ہوں' نبوت اور رسالت دینے والا ہے خدا! خدا سے چھپی ہوئی کوئی شے نہیں۔ تو پیغمبرؐ کو جب وہ نبوت اور رسالت دے رہا تھا تو دے بھی رہا تھا' دیکھ بھی رہا تھا۔ گواہ ہے نا! تو نبوت اور رسالت دے بھی رہا تھا اور دیکھ بھی رہا تھا۔ ایک یہ گواہ! اچھا دوسرا گواہ وہ ہے کہ جس کے پاس الکتاب کا سارا علم ہے۔ فرض کیجئے اس کا پتہ چلتا ہے مکہ میں! جب مکہ میں پیغمبرؐ نے کہا! میں رسول ہوں' تو اس کو وہاں پتہ چلا! تو معاف کیجئے گا وہ دوسرا گواہ جو ہے وہ پھر علامات' آثار اور قرائن دیکھے گا رسالت کے' پھر گواہی دے گا اور اگر وہ علامتوں سے گواہی دے تو پھر شاہد تو ہو سکتا ہے شہید نہیں ہو سکتا۔

توجہ رہے!

شاہد ہو سکتا ہے' شہید نہیں ہو سکتا...... اور قرآن نے کہا کہ نہیں جیسے اللہ شہید ہے' ویسے وہ بھی شہید ہے۔ تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب آدم کی خلقت سے چودہ لاکھ سال پہلے اللہ نبی کو نبوت اور رسالت دے رہا تھا تو دوسرا گواہ بھی اسی موقع پر کھڑا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

توجہ ہے دوستو!

اچھا اور پھر ایک شے اور قابل غور ہے یہاں اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے دوسرے گواہ کا نام نہیں بتایا' نہیں بتایا...... اس لئے کہ اگر نام لے لیتا' خدا جانے کتنے اس نام کے کھڑے ہو جاتے۔ مشہور شعر ہے کسی کا کہ

جب کہہ کے ریاض اس نے پکارا سرِ محفل

بن بن کے کئی آدمی اس نام کے اٹھے

اللہ نام لے لیتا' اس نام کے کئی آدمی کھڑے ہو جاتے کہ جناب وہ گواہ' میں ہوں' میرے پاس الکتاب کا سارا علم ہے۔ تو اللہ نے اس گواہ کا نام نہیں لیا' صرف اتنا بتایا کہ اس کے پاس الکتاب کا سارا علم ہے۔ اب تلاش کیجئے کوئی ہے ایسا گواہ کہ جس کے پاس الکتاب کا سارا علم ہو تو قرآن مجید نے پھر آواز دی:

الرحمن علم القران خلق الانسان و علمه البيان

''رحمٰن نے سب سے پہلے علم قرآن عطا کیا' پہلے علم قرآن دیا پھر ایک خاص انسان کو خلق کیا اور جیسے ہی اسے پیدا کیا.....''

علم البیان وہ انسان ہے کون کہ جس نے آتے ہی دنیا میں بیان کرنا شروع کر دیا ہو؟ جس نے قرآن سنانا شروع کر دیا ہو۔ تو بعض لوگ تو مصلحتاً خاموش ہو گئے لیکن اچانک ہماری پریشانی کو دیکھ کر رجب کے مہینے نے آواز دی کہ

''تم کو یہ لوگ نہیں بتلائیں گے تم میرے پاس آؤ میں تمہیں بتاؤں گا' وہ کہ جس نے پیدا ہوتے ہی قرآن سنایا۔''

ہم نے رجب کے مہینے سے کہا:

''ہم کب آئیں تیری خدمت میں؟''

کہا:

''تیرہ رجب کو آنا ''

اور تیرہ رجب کو جب آؤ گے تو تم دیکھو گے کہ رات کا سہانا وقت' عروس شب' نور کی سہانی چادر اوڑھے ہوئی تھی' تارے نکل نکل کر کائنات کی مانگ میں موتی بھر رہے تھے کہکشاں آسمانی پیشانی پہ افشاں چھڑک رہی تھی' سیارے ستارے کسی گواہ

کی خوشی میں رقصاں تھے، نوابت نگراں تھے، قطب اپنی جگہ جما ہوا دیکھ رہا تھا کہ اچانک ابوطالبؑ کے بیت الشرف سے ایک بی بیؑ خراما خراما نکل کر قبلہ کی طرف قدم بڑھا رہی تھی اور در کو چھوڑ کے دیوار کی طرف جا رہی تھی، کیونکہ جانتی تھی کہ حیدر آ رہا ہے، شہر علم کا در آ رہا ہے، در کبھی در میں نہیں بلکہ در ہمیشہ دیوار میں لگا کرتا ہے اور خراما خراما چلتی چلتی وہ حجر اسود کے قریب آئی۔ حجر اسود کو چھوا، طواف کرتے ہوئے رکن یمانی کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور آسمان کو دیکھ کر ایک جملہ زبان سے نکالا:

اللهم انی مومنه بک

''پروردگارا! میں تجھ پر مکمل ایمان رکھتی ہوں، مکمل ایمان ....''

و بما جاء من عندک من کتب و رسل

''اور تیری طرف سے جتنی کتابیں آئی ہیں، جتنے رسول آئے، ان سب پہ مکمل ایمان رکھتی ہوں۔''

اور اس سے اگلا جملہ سنیں۔ اب ارشاد فرماتی ہیں:

بحق مولود الذی عندی

''تجھے واسطہ ہے اس مولود کا جو میرے پاس تیری امانت ہے۔''

سهل علی معضلتی

''ذرا میری مشکل کو آسان کر دے، مشکل کو آسان کر دے۔''

میری سمجھ میں یہ فقرہ نہیں آیا کہ کیا فصاحت بھرا جملہ کہا۔ یہ نہیں فرمائیں کہ تجھے واسطہ ہے:

بحق جنین الذی

اس جنین کا جو میرے شکم میں پروان چڑھ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ اگر علمی بحث آئے تو پریشان نہ ہوئیے گا۔ دوستو عربی

زبان میں وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں پروان چڑھے اسے کہتے ہیں جنین!

توجہ!

اسے جنین کہتے ہیں ...اور مولود اسے کہتے ہیں ماولد جو پہلے پیدا ہو چکا ہو۔ اسی لئے جو پیدا ہو چکا ہے اسے ولد کہتے ہیں۔ پیدا ہونے والے کو مولود کہتے ہیں، باپ کو والد کہتے ہیں۔ ماں کو والدہ کہتے ہیں۔ کیا فصاحت بھرا کلام ہے۔

سنی شیعہ دوستو!

یہ کون بول رہی ہے؟ یہ عرب کی کوئی عام عورت نہیں ہے، صاحب نہج البلاغہ کی والدہ گرامی بول رہی ہیں۔ یعنی اس کی زبان سے یہ نہیں نکلتا کہ اس کا واسطہ کہ جو میرے شکم میں پروان چڑھ رہا ہے، نہیں! تجھے اس مولود کا واسطہ جو پہلے پیدا ہو چکا ہے۔ اب میرے پاس تیری امانت ہے، میری مشکل کو آسان کر دے۔ خدا جانے کس ادا سے گفتگو کی تھی کہ دیوار کعبہ کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

آواز آئی:

اُدخلی یا فاطمۃؑ

''فاطمہؑ! بے فکر ہو کے اندر آ جاؤ۔''

اور جیسے ہی اندر گئیں، دیوار بند ہو گئی۔ ساری دنیا تین دن تک پریشان رہی کہ فاطمہؑ بنت اسد کہاں گئیں؟ کہاں گئیں؟ ... کبھی ابوطالبؑ سے پوچھا، کبھی پیغمبرؐ سے پوچھا۔ ابوطالبؑ نے کہا مجھے کیا پتہ! گھر سے گئی تھیں اتنے محتاج، اتنے مسکین، اتنے یتیم کہ جوان کی مدد سے پل رہے تھے، تیسرے دن سے پریشان ہیں، تو کہا جاؤ کعبے کی طرف دیکھو! تو کہا! کہیں کعبے کے اندر تو نہیں ہیں۔ آپ کلید بردار ہیں کعبے کے، چابیاں پھینک دیں، جاؤ دیکھو! اندر تو نہیں ہیں ... تین دن تک بقول مورخین کے!

اس وقت کے انجینئر' لوہار زور لگا لگا کے تھک گئے' نہ تالا کھلا نہ تالا ٹوٹا تو کسی نے کھڑے ہو کر کہا کہ

''تالا نہیں کھلتا نہیں ٹوٹتا تو فکر نہ کرو۔''

ایک نے کہا:

''مجھے لات کی قسم! (جو ان کے خدا تھے' اس کا نام لیا) میں نے ایک خاتون کو کالے پتھر کے پاس دیکھا تھا۔''

سارا مجمع دوڑ کے گیا کہ دیکھیں:

''کوئی نشان ہے؟''

کہا:

''کوئی نشان نہیں ہے۔''

دوسرے نے کہا:

''مجھے منات کی قسم! میں نے کعبے کے دوسرے کونے پہ دیکھا تھا۔''

سارا مجمع دوڑ کے وہاں آ گیا:

''کوئی آثار ہیں؟''

کہا:

''کوئی آثار نہیں۔''

کسی نے کہا:

''مجھے شمس کی قسم! میں نے رکن یمانی کے پاس ایک خاتون کو دیکھا تھا۔''

وہ سارا مجمع دوڑ کے وہاں آ گیا:

''کوئی نشان' کوئی علامت؟''

کہا:

''کوئی نشانی اور آثار نہیں ہیں۔''

پریشان ہو کر مجمع اب دوڑ رہا ہے کبھی یہاں، کبھی وہاں ... بیچ میں کعبہ ہے، ارد گرد دوڑ ہو رہی ہے اور اللہ نے علیؑ کی ماں سے کہا:

''اطمینان سے بیٹھی رہو، یہ جو تمہاری تلاش میں دوڑ ہو رہی ہے اگر میں نے یادگار کے طور پر اسے طواف کعبہ نہ بنا دیا تو ''اللہ'' میرا نام نہیں۔''

اور بالآخر اللہ کے حبیبؐ سے سارا مجمع جا کر گزارش کرنے لگا کہ

''سرکار! آپؐ ہماری نشاندہی کریں۔''

تو اب مورخین نے لکھا کہ سرکار دوعالمؐ، معصوم قدم اٹھاتے ہوئے، خراماں خراماں اسی پوائنٹ پر آئے جہاں فاطمہؑ بنت اسد کھڑی تھیں۔ اسی طرح دیوار پہ ہاتھ رکھا اور آسمان کو دیکھ کر کہا:

اللھم ارنی ولیا

''پروردگار! مجھے تو اپنے ولی کا دیدار کرا۔''

دیوار کعبہ پھر مسکرائی۔ پیغمبرؐ اندر گئے اور جیسے ہی اندر قدم رکھا، ایک آواز آئی:

السلام علیک یا رسول اللہ

پیغمبرؐ نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا اور خود پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی ادھر سے سلام ہوا تو

قسمت فاطمہ

تو جناب فاطمہؑ بنت اسد مسکرائیں۔

میں کہتا ہوں کہ فاطمہؑ بنت اسد کی مسکراہٹ بھی ابھی تک بعض لوگوں کو نہیں بتلا سکی کہ ایمان کس بلند منزل پر ہے۔

کیوں میرے سنی شیعہ بھائیو!

اگر کسی ہاسپٹل میں پیدا ہوتے ہی بچہ بول پڑے تو کیا ماں مسکرائے گی؟ ماں کا ہاٹ نہ فیل ہو جائے تو مجھے پکڑلیں۔ سوچے گی یہ جن ہے' بھوت ہے۔ یہ کیا ہے؟ یہ پیدا ہوتے ہی بول پڑا۔ بچہ پیدا ہوتے ہی ڈاکٹر سے خطاب شروع کر دے۔ ارے مسٹر ڈاکٹر! گڈ مارننگ!...... ٹکے گا کوئی ڈاکٹر وہاں! لیکن فاطمہؑ بنت اسد کی مسکراہٹ یہ بتلا رہی تھی کہ اللہ کے رسولؐ تو جس کو چھوڑ کے آ گیا تھا' عالم نور کا وہ بچھڑا ہوا مسافر بھی آ گیا۔ آپؐ کو ہدایت کے لئے آنے کی جلدی تھی یہ ذرا سنبھل کے آیا' آپ جلدی آئے' آپ جلدی آئے' عبداللہ کے گھر آ گئے۔ یہ سنبھل کے آیا' اللہ کے گھر آ گیا۔ اور یہ کہہ کر' یہ کہہ کر علیؑ کے چہرے پر جو نظر ڈالی تو جناب فاطمہؑ بنت اسد نے کہا:

"آمنہؑ کے لالؐ! عجیب بات ہے' نہ اس نے آنکھ کھولی ہے' نہ اس نے کوئی غذا حاصل کی۔"

پیغمبرؐ نے کہا:

"چچی اماں! یہ آپؑ سے غذا کیوں لے؟ گواہوں کا بھاڑا خرچہ مدعی کے سپرد ہوتا ہے۔ یہ گواہ بن کے آیا ہے میرا' تو کھانا پینا میرے سپرد کیجئے۔"

یہ کہہ کر ہاتھوں پہ اٹھایا اور جیسے ہی چومنا چاہا' علیؑ نے ہمک کر زبان رسالتؐ اپنے معصوم ہونٹوں میں لے لی۔

توجہ کیجئے گا!

اور اس کے بعد پھر ایک اجنبی زبان میں گفتگو جو چھیڑی' تو پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

"چچی اماں! میرا بھائی زبور سنا رہا ہے' مگر داؤد سے بدرجہا بہتر۔"

پھر گفتگو چھیڑی' کہا:

"چچی اماں! اب یہ میرا بھائی انجیل سنا رہا ہے مگر عیسیٰؑ سے کئی گنا بڑھ کر۔"

اب جو عربی میں گفتگو کی' تو فرمایا:

"چچی اماں! پالنے والی کی قسم ہے' علیؑ اس طرح کتاب الٰہی سنا رہا ہے کہ جیسے میں محمدؐ پڑھا کرتا ہوں۔"

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

اب یہاں پر اکثر و بیشتر کچھ لوگ ایک اعتراض کر دیتے ہیں کہ "اے کداں ہو سکدا انکہ جیا بال کداں بول سکدا اے..... چھوٹا سا بچہ کیسے بول پڑے گا؟"

ہم اس سے یہ کہتے ہیں کہ بھائی علیؑ پر ایسا اعتراض نہ کرو کہ جس کی زد میں رسالت آ جائے' ایسا اعتراض نہ کرو کہ جس سے توہین نبوت ہو جائے۔ ارے میں کہتا ہوں اگر علیؑ پر یقین نہیں ہے تو کم از کم ان ہاتھوں ہی کی لاج رکھ لو کہ جس پر علیؑ بول رہا ہے۔ ارے یہ ہاتھ تو وہ مبارک ہاتھ ہیں کہ جن پر پتھر بول پڑتا ہے تو کیا علیؑ نہیں بول سکتا۔ بھائی ایسا نعرہ لگائیں کہ خانہ کعبہ تک آواز جائے۔ (نعرۂ حیدریؑ!)

توجہ ہے صاحبان!

قل کفی باللہ شھیدا بینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب

''دو گواہ کافی ہیں ایک اللہ اور دوسرا وہ کہ جس کے پاس الکتاب کا سارا علم ہے۔''

دوستانِ محترم!

جب یہ دو گواہ ہوئے رسالت کے! ایک اللہ اور دوسرا صاحب علم الکتاب! معاف کیجئے گا! یہاں وکلاء بھی بیٹھے ہوں گے یہاں مجسٹریٹس صاحبان بھی ہیں' یہاں ججز (Judges) بھی تشریف رکھتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ماہرین قانون بیٹھے ہیں۔ میں ذرا ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ گواہوں کے سلسلے میں سب سے پہلا قانون' سب سے پہلا اصول کیا ہے؟ اور کیا دیکھا جاتا ہے کہ گواہوں کا سٹیٹس (Status) کیا ہے؟

گھبرا تو نہیں گئے!

دیکھا یہ جاتا ہے کہ گواہوں کا سٹینڈرڈ کیا ہے۔ اگر سٹیٹس میں زمین و آسمان کا فرق ہو تو کیس مشکوک ہو جاتا ہے۔ نہیں سمجھا سکا! بھائی ایک مقدمہ ہے اب اس میں ایک گواہ تو میں لے آؤں صدر محترم کو! دوسرا گواہ پکڑ کر لے آؤں واپڈا کا کوئی لائن مین

غور کیجئے گا!

یعنی ایک گواہ تو ہے صدر مملکت' دوسرا گواہ میں پکڑ کے لے آؤں کوئی واپڈا چپڑاسی! خدا کی قسم مخالف وکیل دو منٹ میں کیس کو اڑا کر پھینک دے گا۔ وہ کہے گا جناب کیس مشکوک ہے۔ گواہوں کے سٹینڈرڈ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بھائی ایک گواہ اتنا بلند' دوسرا گواہ اتنا پست!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر صدر گواہ ہے تو دوسرا گواہ کم از کم وزیر اعظم تو ہو۔ یہ کیا ہے کہ ایک صدر اور دوسرا چپڑاسی! کیس مشکوک ہو جائے گا۔ اب میں دیکھنا یہ چاہتا ہوں کہ رسالت کے دو گواہ ہیں' دو گواہ..... ایک تو ہے اللہ!

غور کیجئے گا!

اب دوسرا گواہ ایسا لایئے جو اللہ کے سٹینڈرڈ کا ہو۔ اللہ کے سٹینڈرڈ کا دوسرا کوئی ہے نہیں۔ اللہ نے کہا:

لیس کمثلہ شئی

''میرے سٹینڈرڈ کا' میری مثل کوئی بھی نہیں ہے۔''

میرے دوستو...... سنی شیعہ بھائیو!!

لحہ فکریہ ہے یا نہیں ہے کہ ایک گواہ ہے اللہ' دوسرا اس کے برابر کا کوئی ہے نہیں' سٹینڈرڈ کو گرانا بھی نہیں۔ تو کم از کم اتنا تو سوچیں کہ اگر ایک گواہ اللہ ہو تو دوسرا ایسا تو ہو کہ اگر اللہ نہ ہو تو اس پر اللہ ہونے کا دھوکہ تو ہو یعنی اگر ایک گواہ اللہ ہے۔

❁ ❁ ❁

مجلس ہشتم

اعوذ باللہ من الشیطن اللعین الرجیمO

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یآیھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (صلواۃ)

معصومؑ ارشاد فرماتے ہیں:

ارفعوا اصواتکم علینا بالصلوۃ لانھا تذھب بالنفاق

بلند آواز سے اس لئے درود پڑھا کرو تا کہ دلوں سے منافقت کا خاتمہ ہو جائے۔ ایک فرمان اور سن لیجئے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

ارفعوا اصواتکم علینا بالصلوۃ. طھارۃ و تزکیۃ لا نفسکم

''ہم پہ با آواز بلند اس لئے درود پڑھا کرو تا کہ تمہاری خلقت میں پاکیزگی آتی رہے۔''

دوستانِ محترم!

میرے ایک پڑھے لکھے دوست نے کل مجھ سے عصمت کے بارے میں

پوچھا اور انہوں نے کہا کہ آپ کی تقریریں مسلسل سن رہا ہوں اور ہم سب سرکار سیدالشہداءؑ کے غلام ہیں' ان کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ معلومات کا ایک ذخیرہ ہے جو ان مجالس کے صدقہ میں ہمیں ملتا ہے تو ایک ذرا سے امر کی وضاحت انہوں نے یہ چاہی کہ آپ کے ہاں یہ جو تصور عصمت ہے کہ آپ کا ہر امامؑ معصوم ہے۔ اس عصمت کے مفہوم کو ذرا سا واضح کیجئے۔

میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کوئی علامہ' مجتہد یا بہت بڑا فاضل نہیں ہوں۔ صرف باب مدینۃ العلم کی یونیورسٹی کا ایک چھوٹا سا طالبعلم ہوں۔ میں اپنے طالب علمانہ انداز میں یہ عرض کروں کہ انسان مرکب ہے دو چیزوں سے' ایک بدن اور ایک روح! اصل طاقت اصل قوت بدن میں نہیں ہے بلکہ اس روح میں ہے جو بدن میں پوشیدہ ہے۔

توجہ فرمائیے گا!

افسوس کہ میری آواز میں اتنا دم خم نہیں ہے' کچھ آپ تعاون کریں گے' کچھ میں کوشش کروں گا کہ میں منزل تک پہنچ سکوں تو اصل طاقت جو ہے وہ اس روح میں ہے جو بدن میں پوشیدہ ہے۔

دوستو!

بدن فنائے محض ہے' روح بقائے محض ہے۔ روح باقی رہنے والی ہے اور بدن فنا ہو جانے والا ہے۔ بدن بنا ہے یہاں کی چیزوں سے...... ارشاد ہوتا ہے:

منھا خلقنا کم (سورۂ طٰہٰ' آیت ۵۵)

"ہم نے تمہیں اس زمین اور اس دھرتی کی چیزوں سے بنایا ہے۔"

یعنی جتنے اجزاء آپ کے بدن میں ہیں' وہ تھوڑے ہیں' اس کا اصل خزانہ' اصل ذخیرہ تو اس زمین میں ہے۔ جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو ڈاکٹر کہتا ہے کہ اس میں ''وٹامن سی'' کی کمی ہے' ''اے'' کی کمی ہے' ''بی'' کی کمی ہے یا مثلاً اس میں آئرن کم ہوگیا ہے' اس میں کیلشیم کم ہوگیا ہے۔ تو ڈاکٹر باہر سے لیتا ہے' انجکشن کے ذریعے اور کیپسول کے ذریعے' گولیوں کے ذریعے وہ چیزیں بدن میں داخل کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے جو چیزیں آپ کے اندر ہیں' ان کا خزانہ باہر ہے۔ ڈاکٹر باہر سے لیتا ہے' بدن میں داخل کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن جس دن روح نکلتی ہے' مجھے کوئی ایسا ڈاکٹر نہ ملا کہ جو انجکشن لگا کر اس روح کی کمی کو پورا کر دے' جو کیپسول کھلا کر' گولیاں دے کر اس روح کی کمی کو پورا کر دے۔ اب اگر روح کا خزانہ بھی باہر ہوتا تو ڈاکٹر وہاں سے لیتا اور انجکشن کے ذریعے اس کو پورا کر دیتا۔ لیکن روح آئی ہے کہیں اور سے! روح کا خزانہ ہے کسی اور کے قبضے میں!

دوستو! بدن بیمار ہوتا ہے تو بدن کی بیماریاں ہیں نزلہ' زکام' کھانسی' ٹی بی وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح روح بھی بیمار ہوتی ہے

میری بات پہ غور ہے یا نہیں ہے!

بدن بیمار ہوتا ہے تو اس کی بیماریاں ہیں نزلہ' زکام' کھانسی وغیرہ۔ اسی طرح روح بھی بیمار ہو جاتی ہے اور روح کی بیماری کا نام ہے حسد' جلن' کفر' شرک' نفاق یہ کہلاتی ہیں روحانی بیماریاں۔ بدن بیمار ہوتا ہے تو آپ علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں' حکیم کے پاس جاتے ہیں' دیہات میں سنیاسی وغیرہ مل جاتے ہیں جو بدن کا علاج کرتے ہیں لیکن جب روح بیمار ہوئی تو میں مریض کو کہیں بھی لے جاؤں' میں فیصل آباد لے آؤں بہترین ڈاکٹر کے پاس اور میں کہوں:

''جناب! یہ مریض لایا ہوں' ایسا انجکشن لگائیں یہ جھوٹ بولتا ہے'

سچ بولنے لگ جائے۔"

کیا ہے کسی کے پاس ایسا انجکشن؟ آپ کہیں:

"یہاں نہیں یہ لاہور میں ہے۔"

میں لاہور لے گیا۔ میں نے کہا:

"ڈاکٹر صاحب! بڑی دور سے مریض لایا ہوں ایسا انجکشن لگائیں یہ منافق ہے مومن ہو جائے۔"

اس نے کہا:

"ابھی تک ایسا کوئی انجکشن ایجاد نہیں ہوا۔"

میں نے کہا:

"شاید امریکہ یا سوئٹزرلینڈ میں..."

وہاں لے گیا۔ میں نے کہا:

"حضرت! یہ بہت حاسد ہے ایسا انجکشن لگائیں کہ اس کے دل سے حسد کا خاتمہ ہو جائے۔"

انہوں نے کہا:

"ابھی تک ایسا کوئی انجکشن ایجاد نہیں ہوا۔"

میرے سنی شیعہ بھائیو!

مجھے ذرا سوچ کے بتایئے گا' بدن بیمار ہوا تو اس کے علاج کرنے والے ہر جگہ مل گئے اور جب روح بیمار ہوئی تو اس کا کہیں علاج کرنے والا نہ ملا۔ اس کی وجہ' اس کا سبب بالکل سیدھا سادہ ہے۔ بدن بنا ہے یہاں کی چیزوں سے' تو علاج کرنے والے بھی یہیں سے آئیں گے اور روح جہاں سے آئی ہے' علاج کرنے والے بھی وہیں سے آئیں گے۔ بدن کے علاج کرنے والے کو حکیم' ڈاکٹر' سنیاسی کہتے ہیں اور

روح کے علاج کرنے والے کو نبی' ولی اور امام کہتے ہیں اور یہی آیت کا مفہوم ہے کہ دیکھنا ان کی اطاعت کرنا:

اطیعوا اللہ

اللہ کی اطاعت

اطیعوا الرسول

رسولؐ کی اطاعت

و اولی الامر منکم

اور اولی الامر کی اطاعت!''

کیا مطلب! جو یہ کہیں گے۔ اگر اس پر چلو گے تو روحانی بیماریوں سے محفوظ رہو گے۔

میرے محترم سامعین!

بدن بیمار ہوا' موضوع یاد ہے نا! کہ عصمت کا جو کانسپٹ (Concept) ہے آپ میں وہ کیا ہے؟ اس سے زیادہ آسان الفاظ میں' میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے علم کلام' فلسفہ اور منطق کو سادہ سادہ مثالوں سے' ان دنوں میں واضح کرنے کی کوشش کی' تا کہ ہر مکتبہ فکر کا انسان قطع نظر اس کے کہ وہ کس فرقے سے ہے۔ وہ سمجھے اور اسلام کے فلسفے کو دل و دماغ میں بٹھائے۔

دوستو!

اس لئے میں عرض کر رہا ہوں کہ مجھے کھانسی ہوئی' مجھے نزلہ ہوا' میں گیا حکیم کے پاس تا کہ کھانسی کی دوا لوں۔ وہاں گیا تو حکیم صاحب بے ہوش پڑے تھے۔ ارے میں نے پوچھا:

"انہیں کیا ہوا؟"

انہوں نے کہا:

"حکیم صاحب کو کالی کھانسی ہے۔ یہ کھانستے کھانستے بے ہوش ہو گئے ہیں۔"

جب میں نے دیکھا کہ اس کو کھانسی ہے تو میں چپ کر کے اپنی کھانسی کو گھر لے آیا۔ میری آنکھیں خراب ہوئیں' ڈاکٹر کے پاس گیا' دیکھا وہ ہری ہری پٹیاں باندھے بیٹھے ہیں۔ ارے میں نے کہا:

"یہ کیا ہوا؟"

کہا:

"بات یہ ہے اس کی آنکھ خراب ہے' یہ بیچارہ دوائیں ڈال کے پٹیاں باندھے بیٹھا ہے۔"

میں آنکھوں کی خرابی کو گھر لے آیا' کس لئے؟ کامن سنس (Common Sense) بتائے گی آپ کو! اس لئے کہ جس بیماری کا علاج کرانے گیا تھا' جب وہی مجھے علاج کرنے والے میں نظر آئے گی تو میں کسی ایسے حکیم اور ڈاکٹر سے اپنی بیماری کا علاج نہیں کراؤں گا جو خود اس مرض کا مریض ہو اور جب میری روح بیمار ہوئی اور روح کی بیماریوں کو حسد' جلن' کفر' شرک اور نفاق کہتے ہیں اور علاج کرنے والے کو نبی' ولی اور امام کہتے ہیں۔ تو میں روح کا معالج کسی ایسے کو نہیں بنا سکتا کہ جو خود روحانی مرض میں مبتلا ہو۔ لہٰذا میں نبی' ولی اور امام ایسا تلاش کروں گا جو کبھی جلنے والا نہ رہا ہو' جو کبھی مشرک نہ رہا ہو' جو کبھی کافر نہ رہا ہو' جو کبھی منافق نہ رہا ہو اور جو اس معیار پر پورا اترے جس میں کوئی روحانی بیماری نہ ہو۔ اس کو فقہ جعفریہ میں معصوم کہتے ہیں۔ اسی کو فقہ جعفریہ میں معصوم کہتے ہیں۔ یاد رکھئے! جو ہر قسم کی بیماری سے پاک ہو وہی معصوم

ہے۔ معصوم کا مطلب یہ ہے کہ جس میں کسی قسم کا نقص نہ ہو، جس میں کسی قسم کا عیب نہ ہو، جس میں کسی قسم کا سہو نہ ہو، جس میں کسی قسم کا نسیان نہ ہو، اسی کو معصوم کہتے ہیں۔

میرے دوستو!

ایک بات اور بتا دوں، سارے انبیاءؑ معصوم ہیں اور سرکار دو عالمؐ بھی معصوم ہیں۔ نبیؑ بھی معصوم، سرکارؐ بھی معصوم...... مگر یہ نہ سمجھ لیجئے گا کہ سرکارؐ کی عصمت ویسے ہی ہے جیسے باقی نبیوںؑ کی......

توجہ...... دوستو!

عصمت کلی مشکک ہے۔ پڑھے لکھے دوستوں کے لئے عرض کروں۔ کلی مشکک منطق میں کسے کہتے ہیں؟ کلی مشکک اسے کہتے ہیں کہ جس کے افراد میں فرق ہوتا ہے، جس کے افراد میں فرق ہو اسے کہتے ہیں کلی مشکک! اب میں کیسے سمجھاؤں؟ یہ جو لفافہ ہے دوستو! اس کا رنگ کیا ہے؟ سفید! اور اس کا رنگ کیا ہے؟ سفید! اور یہ جو بینر کا کپڑا ہے اس کا رنگ کیا ہے؟ سفید! یہ بھی سفید ہے، یہ بھی سفید ہے، بینر کا یہ کپڑا بھی سفید ہے اور جنہوں نے سفید قمیصیں پہنی ہوئی ہیں ان کا رنگ بھی سفید ہے۔ یہ بھی سفید، یہ بھی سفید، وہ بھی سفید اور یہ جو بلب کی روشنی ہے یہ بھی سفید! یہ چاروں سفید ہیں۔ غور سے دیکھئے گا! کیا ان میں کوئی فرق ہے یا کوئی فرق نہیں۔ ان چاروں میں؟ دیکھیں! سفید وہ بھی ہے، وہ بھی ہے، وہ بھی ہے اور یہ بھی ہے۔ مگر اس کی سفیدی اور ہے، اس کی سفیدی اور ہے، بلب کی سفیدی اور ہے، کپڑے کی سفیدی اور ہے۔ اسے کہتے ہیں کلی مشکک! کہ جس کے افراد میں فرق ہے۔ معصوم آدمؑ بھی ہیں، معصوم ابراہیمؑ بھی ہیں، معصوم جناب موسیٰؑ اور جناب عیسیٰؑ بھی ہیں، معصوم سرکار ختمی مرتبتؐ بھی ہیں، معصوم باقی سب ہیں اور یہ چودہ بھی ہیں مگر عصمت کلی مشکک ہے۔ ان کی

اور ان کی عصمت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ سب معصوم ہیں، غلطی نہیں کرتے مگر جب کام کرتے ہیں پہلے کام کو دیکھتے ہیں، جو کام انہیں بہتر لگتا ہے خیر ہوتا ہے، پھر اس کام کو کرتے ہیں۔ لیکن یہ جو سرکار ختمی مرتبتؐ اور ان کی آلؑ ہیں، یہ جو معصوم ہیں، یہ کام کو نہ دیکھتے ہیں، نہ بہتر دیکھتے ہیں، نہ خیر دیکھتے ہیں، نہ حق دیکھتے ہیں، جو یہ کر دیتے ہیں وہی بہتر ہے، وہی خیر ہے، وہی حق ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے! باقی سارے معصوم حق کے پیچھے جاتے ہیں مگر حق ان کے پیچھے جاتا ہے۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

اب یہاں جو طلبہ بیٹھے ہیں، ان کے لئے ایک بات عرض کروں، یہاں کہ لفظ نبی اور لفظ رسول بذات خود معصوم ہونے کی دلیل ہے۔

تھوڑی سی توجہ!

دیکھئے دوستو! نبی کا لفظ بنا ہے نباء سے! نباء کہتے ہیں خبر کو نبی کہتے ہیں باخبر کو! کس کی خبر لاتا ہے؟ خدا! کون خدا؟ جو نگاہوں میں سماتا نہیں، جو فکر میں آتا نہیں، الفاظ اس کا احاطہ کر سکتے نہیں، تخیل وہاں تک پہنچتا نہیں، زمانی نہیں ہے، قابل تجزیہ وہ نہیں ہے، حلول اس کا ممکن نہیں ہے، کیسے پتہ چلے کہ وہ کون ہے؟ کیسے پتہ چلے کہ وہ کیا ہے؟ تو نبی اس کی خبر دیتا ہے کہ تمہارے ذہن میں وہ آئے گا نہیں، میں بتاتا ہوں کہ وہ خدا کون ہے۔

میرے محترم سامعین!

آپ یاد رکھئے گا! جب نبی اس کی خبر لے کر آتا ہے تو کس کی طرف آتا ہے؟ مخلوق کی طرف! تو جس کی خبر لا رہا ہے وہ خدا ہے، جو لا رہا ہے وہ نبی ہے اور جن

کی طرف خبر لے کر آ رہا ہے وہ مخلوق ہے۔ تو اب میرا ذہین مجمع ذرا سوچ کے بتا دے کہ خبر لانے والا جو نبی ہے' وہ خبر لانے سے پہلے عقلی اور فکری طور پر کس کے قریب ہو گا۔ اس کے قریب ہو گا جس کی طرف سے آ رہا ہے یا ان کے قریب ہو گا جن کی طرف آ رہا ہے۔ بولیں! اس کے قریب ہو گا نا! جس کی طرف سے آ رہا ہے۔ وہ کون ہے؟ خدا! خدا کی تعریف کیا ہے؟ میرا مولا نہج البلاغہ میں فرماتا ہے:

لا یبلغ مدحته القائلون

''اس کی مدح کرنے والوں کی مدحتیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں' وہاں تک پہنچ نہیں سکتیں' مدح کرنے والا اس کی مدح کر ہی نہیں سکتا۔''

اور اس کی نعمتوں کو گننے والے جب اس کی نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتے تو اس کی منزل کا کیا شمار کریں گے؟ تو وہ خدا جو لفظوں میں نہیں آتا' جو فکر میں نہیں سماتا' اس کے لئے سنی شیعہ علماء نے جو ماہرین علم کلام ہیں' خدا کی ایک ہی تعریف کی ہے منطق' فلسفہ' علم کلام' ہیئت' جتنے علوم ہیں ان کو سامنے رکھ کر کہ خدا نام ہے کمال کے نقطہ اول کا اور نقطہ آخر کا! یعنی جہاں کمال ہی کمال ہے' اس نقطہ کو خدا کہتے ہیں۔ نبیؐ' نبی بننے سے پہلے اس نقطہ کمال کے قریب ہو گا اور یاد رکھئے کمال کے قریب نقص جا نہیں سکتا۔ اگر کمال کے قریب نقص چلا جائے تو کمال کمال نہیں رہتا۔ تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ نبیؐ' نبی بننے سے پہلے ان تمام نقائص سے بری ہو گا کہ جو مخلوق میں پائے جاتے ہیں اور جو تمام عیبوں سے پاک ہو اسی کو فقہ جعفریہ میں معصوم کہتے ہیں۔

اب بنیادی فرق یہ ہے کہ دنیا جہان کے فقہاء نے یہ کہا کہ جب نبی کو نبوت ملتی ہے تو وہ نبی معصوم ہو جاتا ہے۔ فقہ جعفریہ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے' کیوں کہ معصوم ہوتا ہے اس لئے نبی بنتا ہے۔

توجہ کیجئے گا!

باقیوں کے نزدیک پہلے نبوت ہے پھر عصمت ہے، ہمارے ہاں پہلے عصمت ہے پھر نبوت ہے۔ اس کی دلیل ہمارے پاس یہ ہے کہ کیا وجہ ہے پیغمبرؐ کو چالیس سال تک کیوں اللہ نے خاموش رکھا؟ کیوں نہیں آتے ہی اعلان کروا دیا کہ کہہ دو کہ میں نبی ہوں، کہہ دو میں رسول ہوں۔ کیوں نہیں کہا کہ تلاوت قرآن جاتے ہی شروع کر دو؟ یہ چالیس سال تک کیوں خاموش رہے؟ اللہ نے خاموش رکھ کر بتلانا یہ چاہا کہ عصمت پہلے ہے، میرے حبیبؐ چالیس سال تک اپنے کریکٹر (Character)، اپنے کردار سے ثابت کر دے کہ ہر اعتبار سے تو معصوم ہے، تیرے اندر کوئی خطا نہیں، تیرے اندر کوئی نقص نہیں، تیرے اندر کوئی عیب نہیں۔ پیغمبرؐ نے چالیس سال تک اپنا کریکٹر دنیا کے سامنے پیش کیا اور جب خون کے پیاسے دشمن بھی مان گئے کہ یہ صادق بھی ہے، یہ امین بھی ہے۔

تو پیغمبرؐ نے اعلانِ رسالت کیا، پہلے عصمت کو ثابت کیا، پھر نبوت کا اعلان کیا۔

میرے دوستو!

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ چالیس سال تک پیغمبرؐ کے پاس نہ علم نبوت تھا نہ علم قرآن تھا اور اگر کسی کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہے تو مجھ طالب علم کا یہ چیلنج ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی کو نبی اکرمؐ کے اس چالیس سال کے عرصے میں یہ شبہ ہے کہ نہ علم قرآن کے واقف تھے نہ نبوت کے واقف تھے، تو میرا چیلنج یہ ہے کہ آپ اس چالیس سال کے دوران نبیؐ کا کوئی قول وفعل مجھے ایسا دکھا دیں، جو خلاف نبوت گیا ہو یا خلاف قرآن گیا ہو۔ کوئی ایک قول وفعل دکھا دیں جو نبوت کے خلاف گیا ہو یا

قرآن کے خلاف گیا ہو۔ اللہ نے کہا نہیں میرے حبیبؐ بات صرف اتنی ہے پہلے قرآن نہ سنا' پہلے نبوت کا اعلان نہ کر' پہلے اپنے کریکٹر کو ثابت کر! نہیں اگر آپ کو لطف نہیں آیا تو میں لفظوں کو بدل دیتا ہوں۔ اللہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ پہلے قرآن بن کے دکھا دے پھر قرآن پڑھ کے سنا دے۔

اے کم علم انسان' اے سرکار دو عالمؐ کی ذات میں عیب ڈھونڈنے والے کم پڑھے لکھے ملا' مجھے ایک بات کا جواب دیں۔ یہ سہو عیب ہے' نسیان عیب ہے' بھول جانا عیب ہے' بشریت عیب ہے کہ آج تک کسی نے کسی عیب دار کی قسم کھائی ہے۔ بولو! میں سنی شیعہ سب سے پوچھتا ہوں۔ آپ کی خاموشی بتلاتی ہے' شاید فیصل آباد میں رواج ہے۔ کسی نے قسم کھائی ہے۔ قسم ہے مجھے ٹیڑھے منہ کی' قسم ہے مجھے تیری لنگڑی ٹانگ کی' معلوم ہوا کوئی کسی عیب کی قسم نہ کھاتا اور خدا کیا کہتا ہے:

لعمرک

''اے حبیبؐ! مجھے تیری ساری زندگی کی قسم!''

تمام زندگی کی قسم! دیکھئے! نبی اکرمؐ کی زندگی کو تقسیم کر کے قسمیں نہیں کھاتا کہ چالیس سال بعد کی قسم' چالیس سال پہلے کی قسم' ارے تیرے بڑھاپے کی قسم' تیری جوانی کی قسم' نہیں پوری زندگی کی قسم کھانا یہ بتلاتا ہے کہ اگر نبیؐ کی پوری زندگی میں ذرا برابر کہیں نقص اور عیب ہوتا' خدا پوری زندگی کی قسم نہ کھاتا اور قسم بھی کیسی کھاتا ہے:

لا اقسم بهذا البلد و انت حل بهذا البلد

(سورۂ البلد' آیت ۱'۲)

''میرے حبیبؐ! میں اس سرزمین مکہ کی قسم یقیناً کھاؤں گا' جب تیرے قدم اس سرزمین پر آ جائیں گے۔''

کیوں دوستو!

خدا کب کھا رہا ہے قسم اس سرزمین کی، جب سرکارؑ کے قدم آتے ہیں، تو کیا قدم لائق قسم ہوتے ہیں۔ کیوں میرے خاموش دوستو، بولو! کیا قدم لائق قسم ہوتے ہیں۔ ارے لوگ سر کی قسمیں کھاتے ہیں یا قدم کی، بولو! بھائی آپ نے سر اور قدم کا فرق شاید نہیں محسوس کیا۔ آپ نے کہا:

''سلام علیکم!''

اور میں ٹانگ سے جواب دوں:

''وعلیکم السلام!''

آپ کہیں گے بڑا بدتمیز مولوی ہے۔ سلام کرتے ہیں ہاتھ سے جواب دیتا ہے ٹانگ سے! لیکن جب میں نے سر ہلایا:

''وعلیکم السلام...... وعلیکم السلام!''

اب آپ بڑے خوش! آپ کی زیادتی نہیں ہے۔ بھائی ٹانگ بھی میری سر بھی میرا، دونوں ایک ہی بدن میں ہیں۔ ٹانگ ہلے تو ناراض، سر ہلے تو خوش...... حالانکہ یہ ٹانگ بڑی قابل رحم ہے۔ یہ میری کمر کو میرے پیٹ کو، میرے سینے کو، میری گردن کو، میرے سر کو، میرے ہاتھوں کو، میرے بوجھ کو اٹھائے اٹھائے نہیں پھرتی۔ تو آپ کو اس بوجھ لادنے والے سے کیوں نفرت ہے؟ بھائی دیکھئے نا! یہ قدم بیچارہ سارا وزن اٹھائے پھر رہا ہے۔ نہیں ابھی نہیں سمجھا سکا۔ یہ اگر سر والا اتار کے آپ کے قدموں پہ رکھ دوں ایمان سے بتاؤ پچھلے گناہ بھی معاف نہیں کر دو گے، کر دو گے نا! اور اگر پیر والا اتار کے سر پہ رکھ دوں خدا کی قسم! مار ڈالو گے جان سے! کہ وہ پاگل مولوی کبھی نہ بلانا اسے کہ وہ پیر والا اتار کے سر پہ رکھ دیتا ہے۔

آپ کہتے ہیں بھائی سر والے کی عزت ہے، پیر والے کی عزت نہیں ہوتی

ہے۔ تو میں صرف ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں' یہ قدم لائق عظمت نہیں ہوتے لیکن خدا کہتا ہے:

''دیکھو! تمہارے قدم اور ہیں میرے محبوبؐ کے قدم اور ہیں۔
تمہارے قدم میرے محبوب کے قدموں جیسے نہیں ہیں۔ تمہارے
قدم بے جا اٹھیں تو جوتیاں کھائیں' میرا محبوبؐ کسی سرزمین پر
قدم رکھ دے تو میں اللہ قسمیں کھاؤں۔''

میرے سنی شیعہ دوستو!

یہ قدم لائق قسم نہیں ہوتے لیکن اگر محمد مصطفیؐ کسی سرزمین پر قدم رکھ دیں تو وہ زمین قابل قسم ہو جائے اور اگر وہ کسی منہ میں زبان رکھ دے۔

توجہ فرما رہے ہیں یا نہیں!

دیکھئے! ہمارے ہاں نبوت کہتے کسے ہیں؟ نبی کسے کہتے ہیں؟ افسوس ہے کہ میرے پاس آج وقت بہت محدود ہے زیادہ ٹائم نہیں ہے میرے پاس!

میرے محترم سامعین!

یاد رکھئے گا کہ نبی کسے کہتے ہیں؟ لیجئے ہمارے الفاظ میں سنئے' نبی ہوتا ہے آئینہ کمال قدرت' نبی ہوتا ہے آئینہ جمال قدرت یعنی اللہ کے کمال و جلال کے آئینہ کو نبی کہتے ہیں۔

نہیں سمجھ میں آئی بات!

ارے بزرگ تو سمجھ گئے لیکن بچے شاید نہ سمجھے ہوں۔ میں اس کو اور آسان کر

دوں۔ میرے بھائی آئینہ دیکھا ہے۔ بولو! شیشہ شیشہ دیکھا ہے نا! بھائی ایک شیشے کو آپ لگا دیجئے۔ اس کے سامنے میں کھڑا ہو جاؤں' ایمان سے بتایئے گا شیشے میں کون نظر آئے گا؟ میں! ٹھیک ہے نا! شیشے میں کون ہے؟ میں! ٹھیک ہے! پھر بتائیں شیشے میں کون ہے؟ میں! حالانکہ میں نہیں ہوں میں تو باہر ہوں۔ (توجہ!) شیشے میں کون؟ میں نے کہا میں! حالانکہ میں نہیں ہوں' میں تو باہر ہوں کیا شیشہ مجھ میں گھس گیا یا میں شیشہ میں گھس گیا۔ نہ شیشہ مجھ میں گھسا نہ میں شیشے میں گھسا' شیشہ شیشہ رہا' میں میں رہا۔ مگر شیشے میں میں ہوں اور نہیں ہوں۔ اب اس سے زیادہ میں اور کیا فلسفہ کو آسان کر کے بیان کروں۔ شیشہ میں میں نظر آ رہا ہوں حالانکہ میں باہر ہوں تو میں اس میں ہوں بھی سہی' میں نہیں بھی ہوں' ٹھیک ہے نا! اچھا شیشہ شیشہ ہے میں میں ہوں۔ اب جو شیشے میں کھڑا ہوں۔ میں چپ کر کے کھڑا ہو جاؤں۔ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا' منہ مانگا انعام دوں گا۔ آپ ایک کام کر کے دکھا دیں مجھے کچھ نہ کہیں میں چپ رہوں بلوا کے دکھا دیں خدا کی قسم! میں اپنی جان تک آپ کے قبضے میں دے دوں گا' کر کے دکھا دیں۔

اچھا! میں ہاتھ یوں رکھوں ذرا شیشے والے کے ہاتھ ہلا کے دکھا دیں۔ میں انعام دوں گا منہ مانگا۔ آپ کہیں سر! یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں؟ کہ وہ جو اس میں نظر آ رہا ہے وہ تو آپ ہی کے کمال و جمال کا آئینہ ہے۔ ٹھیک ہے نا! لاکھ کوشش کریں یہ نہیں بولے گا۔ کس لئے؟ یہ بولتا نہیں! جب تک آپ نہ بولیں۔ آپ کے ہونٹ ہلیں گے تو اس کے ہلنے لگیں گے' آپ کا ہاتھ ہلے گا تو اس کے ہاتھ ہلنے لگیں گے۔ نبی کیا ہے؟ آئینہ جمال قدرت! نبی کیا ہے آئینہ کمال قدرت! اب بھی سمجھ میں نہیں آیا۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

''میرا حبیبؐ! تو بولتا نہیں جب تک میں نہ بولوں۔''

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (سورۂ انفال' آیت ۱۷)

''میرے حبیبؐ! یہ تیر تو نے نہیں پھینکا' یہ مجھ اللہ نے پھینکا ہے۔''

کام کرتا ہے وہ نظر آتا ہے اس میں! میں ابھی بھی وضاحت نہیں کر سکا۔ میرے دوست! شیشہ کب دیکھتے ہیں آپ؟ کیا اس مجمع عام میں کوئی دیکھ رہا ہے؟ ذرا غور سے دیکھئے! دائیں بائیں چیک کیجئے۔ ایسا تو نہیں کوئی چپکے چپکے دیکھ رہا ہو' آپ کہیں سر! کمال کرتے ہیں آپ! کون پاگل ہو گا جو مجمع عام میں شیشہ دیکھے۔ ارے شیشہ دیکھا جاتا ہے تنہائی میں' خلوت میں۔ اب خلوت میں تنہائی میں' میں کھڑا ہوں۔ شیشہ میرے ہاتھ میں ہو۔ (توجہ!) ہو میرے ہاتھ میں اور تنہائی میں! کیا میں اس کے اندر زاویے بناتا ہوں' کبھی یوں کر رہا ہوں' کبھی یوں کر رہا ہوں' کبھی یوں کر رہا ہوں' دیکھ دیکھ کے میں اپنا جلوہ خوش ہو رہا ہوں اور جیسے ہی معلوم ہوا کوئی آ رہا ہے' آنے کی آہٹ آئی۔ میں شیشے کو میز پر رکھ کر پھر ٹھیک ٹھاک ہو جاتا ہوں۔ آؤ سائیں آؤ سائیں جناب کیا حال ہے؟ اور جب کوئی نہیں ہوتا اب میں شیشے کو غور سے دیکھ بھی رہا ہوں' خوش بھی ہو رہا ہوں' جیسے ہی کسی کے آنے کی آہٹ آئی' فوراً میز پر رکھ دیتا ہوں۔

نبی کیا ہے؟ آئینہ جمال قدرت! نبی کیا ہے آئینہ کمال قدرت! اللہ نے اس کمال و جمال کے آئینہ کو اس وقت بنایا جب کائنات میں سناٹا تھا۔ جب تنہائی ہی تنہائی تھی' جب کائنات میں کچھ نہیں تھا ایک اللہ تھا اور ایک اس کے کمال و جمال کا آئینہ تھا۔ اس میں دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا اور جیسے ہی بشریت کی آہٹ آئی' فوراً زمین پہ رکھ دیا۔ گھبرا تو نہیں گئے آپ! بھائی ذرا مل کے دو نعرے لگا دیں تا کہ مدینے تک آواز پہنچ جائے۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے...... میرے محترم سامعین!

پھر میں عرض کرتا ہوں نبی کیا ہے؟ آئینہ جمالِ قدرت اور نبی کیا ہے آئینہ کمالِ قدرت! اچھا آئینہ لیجئے صحن میں رکھ دیجئے۔ جھانک کے دیکھئے! اگر سورج نکلا ہے تو شعاعیں نظر آئیں گی یا نہیں؟ بولو! آئیں گی نا! اچھا یہ جو میری ٹوپی ہے یہ میری عزت ہے' اس کی خاطر تخت الٹ جاتے ہیں' گردنیں کٹ جاتی ہیں' اگر اس کی توہین کریں' عزت کہلاتی ہے نا! پگڑی یا ٹوپی! میں اس آئینے کے ساتھ اپنی یہ ٹوپی رکھ دیتا ہوں۔ ایک دن نہیں' دو دن نہیں' تین دن نہیں' تین سال نہیں یہ قیامت تک ساتھ ساتھ رہے۔ ذرا دیکھئے! اس میں بھی کوئی جھلک پیدا ہوئی' کوئی شے نظر آئی۔ قیامت تک رہے۔ مگر کوئی جھلک اس میں نہیں آ سکتی' کیوں؟ چاہے پاس پاس ہے مگر اس کی جنس اور ہے۔ جب جنس الگ الگ ہو تو کوئی جھلک نہیں پیدا ہوگی۔ لیکن جس بڑی فیکٹری میں آئینہ بن رہا تھا' جب میں اس فیکٹری میں گیا تو جتنے چھوٹے چھوٹے اس کے ٹکڑے ٹوٹ کے بکھرے۔ میں وہ وہاں سے اکٹھا کر لایا اور میں نے بارہ چودہ ٹکڑے بڑے آئینے کے اردگرد لگا دیئے۔ اب جو میں نے جھانک کے دیکھا تو جو شے بڑے میں نظر آ رہی تھی۔ وہی چھوٹے میں! وہی اس میں' وہی اس میں' وہی اس میں' وہی اس میں! اب ہر ٹکڑا پکار اٹھا کیا حیران ہو کر دیکھتا ہے؟ ہم میں فرق نہیں ہے:

اولنا محمد اوسطنا محمد و آخرنا محمد کلنا محمد

توجہ فرما رہے ہیں صاحبان!

بس یاد رکھئے! باقی انبیاء میں اور سرکار دو عالمؐ میں بنیادی فرق یہی ہے کہ باقی انبیاء کو حکم یہ ملا ہے کہ

لتئمنن بہ و لتنصرنہ

''دیکھنا میرے حبیب محمد مصطفیٰؐ پر اے نبیو! تم ایمان لے آنا اور فقط ایمان لانا کافی نہیں ہے مصیبت پڑے تو مشکلوں میں اس کی مدد بھی کرنا۔''

پھر پوچھا:

''آخر تم کیا تم اس کا قرار کرتے ہو:

قالوا اقررنا''

سب نے کہا:

''ہاں اقرار کرتے ہیں:

قال فاشهدوا''

پھر کہا:

''تم گواہ رہو:

و انا معکم من الشاهدین

تمہارے ساتھ میں گواہ رہوں گا' لیکن ایسا نہ کرنا کہ نبوتیں لینے کے لئے وعدے کرلو:

ومن تولی بعد ذلک فاؤلئک هم الفاسقون

جو اپنے عہد سے پھر جائے گا وہ نبی نبی نہیں رہے گا بلکہ فاسق ہو جائے گا۔''

تو انبیاء میں اور سرکار دو عالمؐ میں یہ فرق ہے کہ اگر تمام نبی سرکارؐ پر ایمان نہ لائیں یا اگر ایمان لائیں لیکن مصیبتوں میں مدد نہ کریں تو نبی نبی نہیں رہتے' وہ فاسق ہو جاتے ہیں۔ اب میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں' مجھے ایمان سے بتایئے گا۔ کیا آپ کا عقیدہ ہے یا نہیں کہ انبیاء سرکارؐ پر ایمان لائے؟ بولو! لائے نا! ایمان لانے والے کو

کہتے ہیں مومن! ٹھیک ہے! سارے انبیاء سرکار دو عالمؐ کے ہیں مومن! ہیں یا نہیں ہیں؟ آدم سرکارؐ کے کیا ہیں؟ نوحؑ کیا ہیں؟ موسیٰؑ، عیسیٰؑ، ابراہیمؑ، جناب یوسفؑ، جناب یعقوبؑ یعنی الگ الگ آئیں یہ سارے نبی تو مومن محمدؐ۔

غور سے سنئے! بیان یہیں آج سمیٹ دوں گا۔ اگر یہ الگ الگ آئیں تو یہ سب مومن محمدؐ اور اگر اکٹھے ہو کے آ جائیں تو مومنین نہیں سمجھے! ارے بھیا انبیاء الگ الگ آئیں تو مومن اور اکٹھے ہو کے آ جائیں تو مومنین! اب آپ سب مومنین مجھے حساب کر کے بتا دیں کہ جس محمدؐ کے یہ نبی مومنین ہیں ان مومنین میں امیرالمومنینؑ کیا ہو گا؟

توجہ ہے صاحبان!

جہاں یہ انبیاء مومنین تو ان میں امیرالمومنینؑ کیسا ہو گا؟ تو امیرالمومنینؑ وہ ہو گا جس کے اندر ان تمام مومنین کا علم ہو گا۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

جس کے اندر یہ تمام پائے جائیں، آدمؑ بھی اسی میں ہو، نوحؑ بھی اسی میں ہو، موسیٰؑ بھی اسی میں ہو، عیسیٰؑ بھی اسی میں ہو، ابراہیمؑ بھی اسی میں ہو۔ جو ان تمام انبیاء کے کمالات کا خلاصہ ہو، اسے کہتے ہیں امیرالمومنینؑ!

میری بات پہ غور ہے یا نہیں ہے!

امیرالمومنینؑ کی خصوصیت کیا ہے کہ جس کے اندر آدمؑ کا علم ہے، نوحؑ کا حلم ہے، موسیٰؑ کی ہیبت ہے، عیسیٰؑ کی طریقت ہے، یوسفؑ کا حسن ہے۔ یہ تمام کے تمام اکٹھے ہو جائیں اوصاف نبی ...تو پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں کہ

''جو آدمؑ کا علم دیکھنا چاہے' نوحؑ کا حلم دیکھنا چاہے' موسیٰؑ کو ہیبت میں دیکھنا چاہے' عیسیٰؑ کو طریقت میں دیکھنا چاہے' یحییٰؑ کو زہد میں دیکھنا چاہے:

فلینظر الی وجهه علی ابن ابی طالبؑ

تو وہ میرے بھائی علیؑ کا چہرہ دیکھ لے۔''

میرے بھائی علیؑ کا چہرہ دیکھ لے..... اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تمام انبیاء کی خصوصیات جمع ہوں' اسے علیؑ کہتے ہیں۔

توجہ کیجئے گا!

یعنی اگر اوصاف نبی جمع ہو جائیں تو علیؑ اور اوصاف علی بکھر جائیں تو نبی..... ہوسکتا ہے کوئی میرا دوست کہے کہ دیکھئے! کہ آپ نے علیؑ کو بڑھا دیا۔ ارے میں نے بڑھایا نہیں ہے کیوں؟ اس لئے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ سرکار دو عالمؐ میں انبیاء کے اوصاف جمع ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں ایسا نہیں ہے۔ سرکارؐ کے وصی میں انبیاء کے اوصاف جمع ہیں اور سرکارؐ میں بذات خود خدا کے اوصاف جمع ہیں۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

اس لئے کہ وہ رحمان اور رحیم ہے تو یہ مجسم رحمت ہے' وہ لوگوں کے لئے رؤف الرحیم تو یہ ہے بالمومنین لرؤوف الرحیم ... تو یہ مومنین کے لئے رؤف اور رحیم ہیں تو جو خصوصیات اس نے اپنی بیان کیں' وہی آمنہؑ کے لالؐ کی بیان کیں۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں ہے!

اور پھر اگر کوئی کہے کہ صاحب نہیں آپ نے تو حد سے بڑھا دیا۔ میرے

دوست پہلے تو مجھے یہ بتا دیں کیا آپ اس کی حد دیکھ کر آئے ہیں۔ پہلے یہ بتا دیں آپ! کہ بھائی یہاں تک محمدؐ و آلِ محمدؑ کی حد ہے‘ اب اس سے آگے نہ بڑھنا۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ ان کی حد نہیں ہے۔

غور سے سنئے گا!

اللہ کے سوا جو بھی ہے اس کی ایک خاص حد ہے۔ لامحدود ذات صرف اللہ کی ہے‘ لیکن آلِ محمدؑ کی حد ہے۔ مگر ایسا ہی ہے جیسے کائنات کی حد ہے۔ اب بتا سکتے ہیں کہ کائنات کی حد کہاں کہاں تک ہے؟ ایسے ہی ہے جیسے سمندر کی حد ہے۔ آپ بتا سکے ہیں کہ سمندر کی حد کہاں کہاں تک ہے؟ یاد رکھئے! جیسے کائنات کی حد صرف اللہ کے علم میں ہے‘ سمندروں کی حد صرف اللہ کے علم میں ہے۔ تو اہل بیتؑ بھی سمندر ہیں۔ یہ میں خود نہیں کہہ رہا۔ خدا کہتا ہے:

مرج البحرین یلتقیان (سورۂ رحمٰن‘ آیت ۱۹)

”یہ اہل بیتؑ سمندر ہیں جو میں نے ملا دیئے ہیں۔“

ایک بحر عصمت ہے‘ ایک بحر ولایت ہے اور یہ سمندر جو اس فضائل کے ہیں ان کی حد صرف اللہ کے علم میں ہے۔ ہمارے اور آپ کے علم میں نہیں آ سکتی۔

توجہ ہے دوستو!

ہم تو تھوڑا بہت ان کی حد کا یا ان کی فضیلت کا ادراک کرتے ہیں‘ صرف ادراک کرتے ہیں‘ تھوڑی بہت کوشش کرتے ہیں کہ سمجھ میں آ جائے اور اس کے لئے یہ ہماری مجالس ہوتی ہیں۔ اس میں بڑے بڑے علماء کو بلاتے ہیں‘ بڑے بڑے فاضلوں کو بلاتے ہیں‘ صرف اس لئے تاکہ وہ ذرا سا یہ وضاحت کر دیں کہ آلِ محمدؑ کے فضائل کی حد کیا ہے۔ تھوڑی بہت ہمیں ان کی معرفت ہو جائے۔

توجہ ہے دوستو!

اور یہیں سے میں اس ادارے کے منتظمین کی فرمائش پوری کرتے ہوئے دو چار منٹ کے لئے اتنی گزارش کرتا ہوں کہ یہ جتنا اہتمام آلِ محمدؑ کی معرفت کے لئے کیا جاتا ہے اس پر جتنے اخراجات ہوتے ہیں، جتنے علماء پڑھنے کے لئے بلائے جاتے ہیں ان کی خدمت کے لئے اور ان کو اتنا کچھ عطا کرنے کے لئے کہ وہ زیادہ زیادہ مطالعہ کریں، زیادہ سے زیادہ کتابیں خریدیں، زیادہ سے زیادہ وہ اپنے بیان کو معراج کمال تک پہنچائیں۔ اس کے لئے دوستو! آپ کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے ادارے والے یہ چاہتے ہیں کہ جتنے مومنین ہیں وہ اس ادارے کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں حسب استطاعت وہ آلِ محمدؑ کی خوشنودی کے لئے کریں۔

اب اس کے بعد اگر آپ چاہیں تو میں پانچ منٹ اور لے لوں ورنہ بیان کو یہیں ختم کر دوں۔ یاد رکھئے! کہ یہ وہ معصومینؑ ہیں کہ جہاں نہ نقص ملتا ہے، نہ عیب ملتا ہے، نہ کسی قسم کا خَلقی اور نہ خُلقی عیب ان میں نظر آتا ہے۔

توجہ فرمائی آپ نے!

یہ وہ معصومؑ ہیں جو زمین پر بیٹھ کر لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ چاہے ان کا بچہ ہو، چاہے ان کا بڑا! لوح محفوظ کا مطالعہ کرنے والا میرا امامؑ ہے جن کا نام ہے سرکار امام حسن مجتبیٰؑ ......بس!

میرے دوستو!

یہ وہ میرا معصوم امامؑ ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنے اس شہزادے کا تعارف بھی اسی انداز سے کروایا جیسے کربلا کے شہنشاہ کا کروایا۔ کبھی کاندھے پر بٹھا کر، کبھی نماز عید پہ جاتے ہوئے، کبھی مدینے کی گلیوں میں، کبھی اپنے دولت کدہ پر، کبھی صحابہ کرام کے مجمع

میں

اور ارشاد فرماتے رہے کہ

''لوگو!

الحسنؑ و الحسین سیدا شباب اهل الجنة

دیکھو! یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔''

اچھا میں بھی یہی سمجھتا رہا کہ حدیث مبارک کے معنی یہی ہیں کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں یعنی لوگ جب جوان ہو کر جنت جائیں گے تو وہاں ان کی سرداریؑ میں رہیں گے۔ لیکن جب میں نے غور کیا ایک طالب علم کی حیثیت سے تو وہاں مجھے لفظ ملا:

سیدا شباب اهل الجنة

''اہل جنت کے یہ سردار ہیں۔''

اہل جنت کے اہل کسے کہتے ہیں؟ یعنی سرکار دو عالمؐ نے جنت میں جانے والوں کی نشانی بتائی ہے۔ لفظ اهـل لگا کر! مثلاً آپ مجھے کہتے ہیں' یہ ہم کتاب لائے ہیں' ڈکشنری ہے عربی کی' یہ ہم آپ کو دیتے ہیں کیوں کہ آپ اس کے اہل ہیں۔

سمجھ میں آ رہی ہے بات!

آپ اس کے اہل ہیں' یہ کتاب ہم آپ کو دیتے ہیں۔ تو جو کسی کے شایان شان ہو اور جو جس شے کا اہل ہو اس کو وہ چیز دی جاتی ہے۔ تو پیغمبرؐ جنت میں جانے والوں کی نشانی بتا رہے ہیں کہ جو حسنؑ اور حسینؑ کو اپنا سردار مانتا ہو' وہ ہے جنت میں جانے کا اہل!

سمجھ میں آ رہی ہے بات!

اور جوان کو سردار نہیں مانتا وہ اہل جنت نہیں ہے۔ ان کا تعارف سرکار دو عالمؐ

نے کبھی اپنے دولت کدہ میںؐ کروایا، کبھی مسجد میں کروایا، کبھی منبر مدینہ پہ کروایا، کبھی مباہلہ کی طرف جاتے ہوئے کروایا، کبھی وہاں سے واپسی پر جگہ جگہ رک کر ان کے فضائل بیان کر کے کروایا۔

یہ دو شہزادے تھے جو اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کی بیٹی کو دیئے اور مباہلہ میں دونوں کو بیٹا بنا دیا سرکار دو عالمؐ کا ابناء نا کہہ کر! اور سرکارؐ کے لئے کتنے پیارے تھے۔ خدا کی قسم! حسنینؑ سرکار دو عالمؐ کے بھی پیارے تھے، اللہ کے بھی پیارے تھے، صحابہ کرام کے بھی پیارے تھے۔ قیامت تک آنے والے صحیح النسب انسانوں کے بھی پیارے ہیں۔ لیکن جن کو سرکارؐ نے زلفیں تھما تھما کر متعارف کروایا، کاندھے پہ اٹھا اٹھا کے متعارف کروایا، سجدے کو طول دے دے کے متعارف کروایا، پیٹھ پر بٹھا بٹھا کر متعارف کروایا۔ افسوس ہے کہ امت نے انہی شہزادوں کو کسی کو زین سے گرایا، کسی کو زہر سے ختم کرایا۔ میں آپ سب کی طرف سے آمنہؑ کے لالؐ کو عالمین کے سردار کو آج کی تاریخ کی مناسبت سے پرسہ دیتا ہوں۔ اللہ کے رسولؐ! اللہ نے تجھے دو فرزند دیئے، ایک حسنؑ اور ایک حسینؑ! مگر دونوں کا مقدر عجیب نکلا، دونوں کی قسمت میں تیر تھے، حسنؑ کی قسمت میں بھی تیر، حسینؑ کی قسمت میں بھی تیر! فرق صرف اتنا تھا کہ ایک کے جنازے پہ تیر تھے۔ ایک کے جنازے پر تیر، دوسرے کا تیروں پر جنازہ ایک کے جنازے پر تیر، دوسرے کا تیروں پر جنازہ

میں خود نہیں کہتا میرا بارہواں امامؑ فرماتا ہے:

''میرا سلام ہو اس جد مظلوم پر جو نہ زین پہ تھا نہ زمین پہ! جنازہ تیروں پہ معلق ہو گیا۔''

امام حسن مجتبیٰؑ کے جنازے پہ تیر تھے مگر وہ سب نے نکال دیئے۔ بھائیوں نے نکالے ہیں، بہنوں نے نکالے ہیں، بیٹوں نے نکالے ہیں، رفیقہ حیات نے نکالے

ہیں۔ لیکن دوستو! جس کا تیروں پہ جنازہ تھا اس کے بھی تیر کسی نے نکالے؟ سوچ کے جواب دیں آپ! کیا کوئی نکالنے والا نہیں تھا؟ نہیں اللہ رکھے اس کی بہن تو تھی' اس کی بیٹی بھی تھی' پھر کیوں نہ نکالے؟ ہوسکتا ہے آپ سوچیں کسی نے لاش پہ نہیں جانے دیا ہو گا' نہیں بیٹی بھی لاش پہ گئی' بہن بھی لاش پہ گئی۔ میں پوچھتا ہوں پھر کیوں نہ تیر نکالے؟

دوستو!

بس اشارہ کرتا ہوں تیر نکالے جاتے ہیں ہاتھوں سے' تیر نکالے جاتے ہیں ہاتھوں سے اور میرا بارہواں امامؑ فرماتا ہے:

''میرا سلام ہو ان مخدرات عصمت پر' جن کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوئے تھے۔''

دوستو!

بہن کا مقدر عجیب تھا۔ اس نے بڑے بھائی کے جنازے پہ تیر دیکھے' چھوٹے بھائی کا تیروں پہ جنازہ دیکھا اور جب بڑا بھائی اس دنیا سے چلا گیا تو ساری زندگی اس بہن کی' بھائی کی اولاد کی نگرانی کرتے ہوئے گزری۔ ساڑھے تین سال کا قاسمؑ اور ام فروہؑ قاسمؑ کی ماں اور بی بی زینبؑ! جب یہ تینوں بیٹھتے' آپ کو پتہ ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو پالتی ہیں لیکن عام ماؤں کے پالنے کا انداز اور ہوتا ہے مگر بیوہ کے پالنے کا انداز اور ہوتا ہے۔ بیوہ کا بچہ اگر کم سنی میں یتیم ہو جائے تو بیوہ جس انداز سے پالتی ہے' اس کا آپ تصور نہیں کر سکتے۔ بڑے بڑے حسین تاج محل ذہن میں بناتی رہتی ہے۔ اب یہ جوان ہو گا' پھر میں اس کی شادی کروں گی' پھر میں اس کی دلہن لاؤں گی' پھر میرا گھر آباد ہو گا۔ امام حسنؑ کی بیوہ بھی اسی تصور میں قاسمؑ کو پروان چڑھاتی رہیں کہ میرا قاسمؑ جوان ہو گا' میں اس کی شادی کروں گی' اس کی دلہن لاؤں گی۔ ہر

سال شادیوں کے جوڑے تیار کرتی رہی' چلی جاتی شہزادی سے کہتی:

''بی بیؑ! میں تو کنیز ہوں' یہ مال تو آپ کا ہے۔ بی بیؑ میں آپ کے ہاتھوں سے اس کی سالگرہ مناؤں گی۔ بی بیؑ یہ آٹھ سال کا ہو گیا ہے' چشم بددور نو سال کا ہو گیا ہے۔''

جب قاسمؑ بارہ سال کا ہو گیا اور یہ میں آپ کو بتا دوں' خاندان بنی ہاشم میں سب سے زیادہ نازک مزاج دو بچے تھے پورے خاندان بنی ہاشم میں ایک حسنؑ کا یتیم اور ایک میرا بیمار امام زین العابدینؑ!

میرے دوستو!

بنی ہاشم میں ان دونوں سے زیادہ نازک مزاج کوئی نہیں تھا۔ دیکھئے! قاسمؑ بارہ سال کا ہو گیا تھا مگر آج تک اس کی ماں نے لقمہ نہیں توڑنے دیا۔ اپنے ہاتھ سے لقمے توڑ توڑ کر منہ میں دیتی تھیں اور جب بارہ سال کا ہوا تو ایک دن کہنے لگی:

''میری شہزادیؑ! اب یہ میرا بیٹا بارہ سال کا ہو گیا ہے۔ میری زندگی کا بھروسہ کوئی نہیں' بس اگلے سال میں اس کی شادی کر دوں گی۔''

اور یہ کہہ کر کہا کہ

''ذرا میری سفارشی بن جا! میں شہنشاہ حسینؑ سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں۔''

''کیا وعدہ؟''

کہ

''جب میں اس کی شادی کروں گی نا! اگلے سال' اس کا سہرا میں حسینؑ کے ہاتھ سے بندھواؤں گی۔''

جب سرکار امام حسینؑ نے یہ سنا تو سرکارؑ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے اور ٹھنڈا سانس لے کر کہا:

''بہن زینبؑ! ام فروہؑ سے کہہ دو کہ قاسمؑ کی شادی نہ تیرے اختیار میں ہے نہ میرے اختیار میں ہے۔''

جب تیرہواں سال شروع ہوا' کربلا کی طرف چلنے کا حکم مل گیا۔ یہ بیوہ ماں شادیوں کے جتنے جوڑے تیار کر کے بیٹھی تھی وہ سب ساتھ لے کر کربلا آ گئی۔ کربلا میں دو تاریخ سے لے کر نو تاریخ تک شادی کا ایک ایک جوڑا پہناتی رہی۔ قاسمؑ کو اپنے سامنے چلا چلا کے دیکھتی رہی۔

میرے دوستو!

جب سات محرم کو پانی بند ہو گیا۔ دوستو! رات آ گئی جسے کہتے ہیں شام شہیداں! یہ جو کل رات آئے گی نا! کل جو رات آئے گی وہ کہلاتی ہے شام شہیداں! اور اس کے بعد جو رات آئے گی وہ کہلاتی ہے شام غریباں! وہ شہیدوں کی رات' وہ غریبوں کی رات! جب وہ رات آئی ہے تو ام فروہؑ کو یقین ہو گیا کہ قاسمؑ کی شادی کس سے ہوگی۔ قریب بلایا' بلانے کے بعد سینے سے لگایا اور ماتھا چوم کر کہا:

''قاسمؑ! بڑی آرزو تھی تیرے سہروں کی' بڑی آرزو تھی کہ میں تجھے دولہا بناؤں گی' اس وقت تم باہر جاؤ اور سیدھا امام عالی مقامؑ کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر پوچھو کہ کیا کل کے مرنے والوں میں تیرا نام ہے؟''

کل کے مرنے والوں میں تیرا نام ہے خدا کی قسم دوستو! جیسے ہی قاسمؑ باہر نکلے اور امام حسینؑ نے آتا دیکھا' بھائی حسنؑ کی تفسیر نگاہوں میں پھرنے لگی۔ کھڑے ہو کر حسنؑ کے یتیم کا استقبال کیا۔ قریب جا کر قاسمؑ نے صرف اتنا پوچھا:

''چچا جان! کیا کل کے مرنے والوں میں میرا نام ہے؟''

مورخ نے لکھا کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ حسینؑ بھتیجے کو گلے لگا کر اتنا روئے اتنا روئے کہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔

کیوں میرے دوستو!

مجھے آپ بتائیں گے اگر کوئی بے ہوش ہو جائے تو اس کو ہوش میں لانے کے لئے پانی چھڑکتے ہیں۔ جب دونوں بے ہوش تھے تو اردگرد کھڑے ہوئے انصار گھبرا کے دیکھ رہے تھے' پانی کہاں سے لائیں؟ کیسے چھینٹیں؟ آنسوؤں سے چھڑکاؤ کیا۔ چچا بھتیجا پھر ہوش میں آئے۔ پھر قاسمؑ نے کہا:

''چچا! کیا کل کے مرنے والوں میں میرا نام ہے؟''

تو امام حسینؑ نے ٹھنڈا سانس لے کر صرف اتنا کہا:

''بیٹا قاسمؑ! تو تو بہت بڑا ہے' کل کے مرنے والوں میں تو تیرے بھیا علی اصغرؑ کا بھی نام ہے۔''

بس دوستو!

یہ سننا تھا کہ ہاشمی خون غیرت بن کے چہرے پر اُمنڈ گیا۔ انگڑائی جو لی ہے تو عبا کے بند ٹوٹ گئے اور اک دم کہتا ہے:

''چچا جان! یہ میں کیا سن رہا ہوں' میرے بھائی علی اصغرؑ کا بھی نام ہے؟ کیا یہ بے حیا قوم خیمے میں آ جائے گی؟ کیا یہ بے غیرت لوگ اصغرؑ کے جھولے تک پہنچ جائیں گے؟''

امامؑ نے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا:

''میرے لالؑ! جوش میں نہ آؤ قاسمؑ تیری زندگی میں کوئی خیمے

میں نہیں آ سکتا۔ قاسمؑ جاؤ تیری بیوہ ماں تیرے انتظار میں ہے۔"

یہ کہہ کر قاسمؑ کو جو واپس بھیجا تو قاسمؑ اپنی ماں کے پاس آ کر چپ کر کے بیٹھ گیا۔ اترا ہوا چہرہ' ٹھنڈی آہیں ... ماں نے کہا:

"میرے یتیم! تو کیوں خاموش ہے؟"

قاسمؑ نے ماں سے اتنا کہا:

"ماں! مجھے فقیرانہ لباس پہنا' مجھے یہ شادیوں کے جوڑے نہ پہنا مجھے پرانا لباس پہنا دے۔ ماں میں وہ پرانا لباس پہن کر یہ جو آپ بتاتی ہیں کہ یہاں کوئی قریب جگہ ہے نجف' وہاں تیرے دادا کا مزار ہے مجھے فقیروں والا لباس پہنا دے میں دادا کے مزار پہ جا کے بیٹھ جاؤں گا اور میں دادا سے رو رو کے کہوں گا کہ میرے چچا حسینؑ نے مجھے مرنے کی اجازت نہیں دی۔"

یہ سننا تھا کہ قاسمؑ کی بیوہ ماں اٹھی اور کہا:

"میرے یتیم تو اپنے دل کو ملول نہ کر' چل میں تجھے لے کر چلتی ہوں۔"

قاسمؑ کا بازو پکڑ کر ... اتنی غیرت مند خاتون تھی کہ جب سے بیاہ کے اس گھر میں آئی تھی' پہلی دفعہ حسینؑ کے سامنے آئی۔ پہلی دفعہ ... امامؑ نے جو آتا دیکھا' استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور کہا:

"میری بہن! آپؑ نے کیوں زحمت کی مجھے وہیں بلا لیا ہوتا؟"

ام فروہؑ نے کہا:

"امام زمانہؑ میں بیوہ ہوں' یہ یتیم ہے۔ آج اگر حسنؑ ہوتے تو وہ

خود آتے۔ وہ نہیں ہیں' میں ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے خود
حاضر ہوئی ہوں۔ یہ بیوہ کا ہدیہ ہے' اسے واپس نہ کرو' یہ یتیم ہے
اس کا دل نہ توڑو' اسے شہادت کی اجازت دے دو۔"

امام حسینؑ نے جو یہ سنا تو ٹھنڈی آہ لے کر بیٹھ گئے۔ دونوں کو بٹھا لیا اور بٹھانے کے بعد کہا:

"فکر نہ کر میری بہن! کل کے شہیدوں میں سب سے انوکھا شہید
تیرا بیٹا ہوگا۔"

کل کے شہیدوں میں سب سے انوکھا شہید تیرا بیٹا ہوگا یہ سن کر خوش ہو گئی امام حسنؑ کی بیوہ۔ آ کر اپنے خیمے میں' قاسمؑ کو ایک ایک جوڑا پہنا کر آخری دفعہ امام حسنؑ کا عمامہ سر پہ رکھا' سبز جوڑا پہنایا اور کہا:

"قاسمؑ! میرے سامنے ٹہل کے مجھے دکھا۔"

تیرہ سال کا قاسمؑ ٹہلتا رہا' ماں دیکھتی رہی کہ اچانک سرکار غازیؑ خیمے میں آئے' کہا کہ

"اگر آپ اجازت دیں تو میں قاسمؑ کو اپنے ساتھ خیمے میں لے
جاؤں۔"

عباس غازیؑ خیمے میں لے گئے اور خیمے میں لے جا کر عباسؑ نے درس دینا شروع کیا:

"قاسمؑ کل میدان میں یوں جانا' دیکھنا ہنستے ہوئے جانا' مسکراتے
ہوئے جانا' دیکھنا چہرہ پھول کی طرح ہو' ایسے عالم میں جانا دشمن
آئے تو یوں جنگ کرنا' دشمن ادھر آئے تو یوں تلوار چلانی ہے۔"

ماں سنتی رہی' سنتی رہی ایک دم جا کے کہتی ہے:

''عباسؑ' عباسؑ !! یہ چیزیں اسے سکھائی جاتی ہیں جو لڑنے جا رہا ہو میں تو مرنے بھیج رہی ہوں۔''

اور یہ کہہ کر بسم اللہ پڑھ کے فاطمہؑ کے لالؑ کے حوالے قاسمؑ کو کر دیا۔ قاسمؑ کو باہر لا کر میرے مولا حسینؑ نے اس نازک مزاج بچے کو' اپنی گود میں اٹھایا' زین پہ بٹھایا اور مورخ لکھتا ہے کہ اتنا کم سن بچہ تھا یہ کہ رکابوں تک اس کے قدم نہیں پہنچ رہے تھے۔ قاسمؑ کو بسم اللہ پڑھ کر روانہ کر دیا۔ قاسمؑ روانہ ہو گئے' جوں جوں قاسمؑ بڑھتے گئے' جوں جوں قاسمؑ بڑھتے گئے توں توں پتھر بڑھتے گئے۔ قاسمؑ گھوڑے پر' حسینؑ ٹیلے پر' فضہؓ خیمے کے دروازے پر' قاسمؑ کی ماں خیمے کے اندر مصلٰی پر' قاسمؑ کی نظر شہادت پر' حسینؑ کی نظر قاسمؑ پر' فضہؓ کی نظر حسینؑ پر' قاسمؑ کی ماں کی نظر جناب فضہؓ پر نظروں کا ایک تار بن گیا۔

بس دوستو!

بیان ختم ہو گیا' کچھ دیر کے بعد قاسم گھوڑے سے گرے' حسینؑ ٹیلے پہ گرے' فضہؓ خیمے کے در پہ گری' ماں خیمے کے اندر سجدے میں گری:

''یا الٰہی تیرا شکر ہے بیوہ کا ہدیہ کام آ گیا' بیوہ کا ہدیہ تو نے قبول کر لیا۔''

ارے اک دم خیمے کے دروازے پر آ کر کہا:

''فاطمہؑ کے لالؑ ! میرے قاسمؑ کی خبر لے۔''

میرے دوستو!

قاسمؑ کی شہادت کی جو روح ہے وہ ایک فقرہ ہے کہ باقی جتنے بھی تھے ان میں کوئی یتیم نہیں تھا۔ قاسمؑ یتیم تھا' باقی جو گرے ہیں انہوں نے مولاؑ کو بلایا ہے'

قاسمؑ نے یتیموں کی طرح مولاؑ کونہیں بلایا۔ جب زین سے گرنے لگا تو یتیموں کی طرح کہتا ہے:

''اماں! میں گر گیا۔''

کربلا کا پہلا شہید ہے' جس نے ماں کو آواز دی ہے۔ حسینؑ ابن علیؑ نے فوراً کہا:

''عباسؑ بھائی! ذرا میرا ساتھ دو تا کہ میں قاسمؑ تک پہنچوں۔''

ادھر سے عباسؑ چلے' ادھر سے حسینؑ چلے' دونوں شیروں کو آتا جو دیکھا تو فوج گھبرا گئی۔ کوئی کدھر بھاگا کوئی علیؑ کے بیٹوں کو دیکھ کر کدھر بھاگا۔ مشرق کے گھوڑے مغرب کو دوڑے' مغرب کے گھوڑے مشرق کو دوڑے' نازک بدن قاسمؑ' اوپر سے گھوڑے گزر رہے ہیں۔ قاسمؑ کا بدن پامال ہو رہا ہے اور قاسمؑ کے اوپر سے جب کوئی گھوڑا گزرتا ہے تو آواز آتی ہے' چچا! کبھی کہتے ہیں چچا عباسؑ! کبھی کہتے ہیں چچا حسینؑ! اور جب میرا مولا حسینؑ پہنچا خدا کبھی کسی چچا کو بھتیجے کا یہ منظر نہ دکھائے۔ کیا دیکھا میرے مولاؑ نے میں اپنی طرف سے نہیں کہتا' میرا بارہواں امامؑ فرماتا ہے کہ

''میرا سلام ہو اس نازک مزاج شہید پر' جس کی دائیں پسلیاں ٹوٹ کے بائیں طرف آ گئیں' بائیں پسلیاں ٹوٹ کے داہنی طرف آ گئی تھیں۔''

فاطمہؑ کا لالؑ ٹھنڈا سانس لے کر' زہراؑ کا چاند بیٹھ گیا۔ اپنی عبا اتار کر زمین پر بچھائی' جس طرح اجڑے ہوئے باغ کا مالی بکھری ہوئی کلیوں کو چنتا ہے' فاطمہؑ کے لالؑ نے ایک ایک ٹکڑا اٹھایا' قاسمؑ کی لاش کو گٹھڑی میں ڈالا۔ عبا کی گٹھڑی بنائی' انا للہ پڑھ کے گٹھڑی سر پہ رکھی' خیمے کی طرف چلے۔ خیمے میں آواز دی:

''میری بہن! جلدی سے حسنؑ کی بیوہ کو بلاؤ۔ بلاؤ حسنؑ کی بیوہ کو!''

اور جب بی بی ام فروہؑ کی تلاش میں نکلی ہیں' تو کیا دیکھا' اپنے خیمے میں حسنؑ کی بیوہ قاسمؑ کی ماں' کبھی اس قنات سے ٹکرا جاتی ہیں' کبھی اس قنات سے ٹکرا جاتی ہیں۔ کہا:

''بی بیؑ تیرے بیٹے کی لاش آئی ہے۔''

کہا:

''جب سے قاسمؑ کی موت کی خبر آئی ہے میری آنکھوں کا نور ختم ہو گیا ہے' مجھے خیمے کا دروازہ نظر نہیں آتا۔''

بی بی زینبؑ نے بازو پکڑا اور جب لے کر آئی ہیں تو بیٹھ گئی یہ بیوہ حسنؑ کی' ادھر ادھر ہاتھ مارا ۔ ہاتھ مار کر کہا:

''شہنشاہ حسینؑ کیا میرے بیٹے نے وفا نہیں کی؟''

کہا:

''نہیں بی بیؑ بڑی وفا کی ہے۔''

کہا:

''اگر وفا کی ہے تو اس کی لاش کیوں نہیں لائے؟ اس کی لاش کہاں ہے''

تو مولا حسینؑ نے کہا:

''میں لاش ابھی دیتا ہوں۔''

یہ کہہ کر کہا:

''بہن زینبؑ! تم اس کے سینے پہ ہاتھ رکھو' لیلیٰؑ تم اس کا بازو

تھامو رباب تم اس کا دوسرا بازو تھامو!"

جب بیبیوں نے حسن کی بیوہ کو تھام لیا۔ حسین نے اناللہ پڑھ کر قاسم کی لاش کی گٹھڑی ہاتھ پہ رکھ دی۔ جیسے ہی ہاتھ پہ گٹھڑی آئی ہے تو اس بیوہ نے گٹھڑی کو کھولا' ایک ایک قاسم کا ٹکڑا ہاتھ میں لیا۔ کبھی آنکھوں سے لگایا' کبھی چومنا شروع کیا اور کہتی ہے:

"سیدانیو آؤ' غیر سیدانیو آؤ' آؤ مجھے مبارک باد دو۔ یہ میرے بیٹے کی لاش کے ٹکڑے نہیں ہیں' میرے دولہا کے سہرے کی لڑیاں ہیں اور مجھے مبارک باد دو۔ میرے قاسم کی شہادت سے شادی ہوگئی ہے۔"

میرے استاد مرحوم نے لکھا کہ امام حسین نے قاسم کی لاش کی گٹھڑی اٹھائی' سیدھے میدان میں آئے۔ ایک طرف اکبر کی لاش تھی' ایک طرف قاسم کے ٹکڑے رکھے' بیچ میں مظلوم حسین بیٹھ گئے۔ ایک ہاتھ قاسم کے ٹکڑوں پر' ایک ہاتھ علی اکبر پر! آسمان کی طرف منہ کیا' بے ساختہ کہا:

واغربتا واغربتا

"یا اللہ میں غریب ہوگیا' یا اللہ میں غریب ہوگیا۔"

میرے دوستو!

بس یہ تقریر کا آخری فقرہ ہے: مجھے ایمان سے بتاؤ اگر آپ سب کربلا میں ہوتے قاسم کی لاش کو اٹھاتے یا نہ اٹھاتے؟ ہمارے دل میں حسرت رہی۔ اسی لئے ہم زندگی بھر اس کا تابوت اٹھاتے رہیں گے اور بی بی کو پرسہ دیتے رہیں گے بی بی تیرے قاسم کا بڑا ارمان ہے۔

ہائے حسین ...... ہائے حسین ...... !